اوم نمو بھگوتے گوپی ناتھائے



بھگوان گوپی ناتھ عقاید وافکار

مترجم ڈاکٹر پریمی رومانی

بھگوان گوپی ناتھ۔ عقاید وافکار

مترجم

ڈاکٹر پریمی رومانی

جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی چیریٹیبل کلچرل اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) 1/بی،
دیال سر روڈ۔ بینک آف بڑودا لین، اُتم نگر، نئی دہلی۔ 110059

پہلا ایڈیشن (اُردو) 2006

صفحات : 166

قیمت : بھارت میں =/50 روپے
غیر ممالک میں 7.00 (امریکی ڈالر)

مطبوعہ : وِل انٹر پرائزز۔ بھیکا جی کاما پلیس، نئی دہلی 110066

ناشر : جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی چیریٹیبل کلچرل
اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ) 1/بی، دیال سر روڈ۔
(بینک آف بڑودا لین) اُتم نگر، نئی دہلی ۔ 110059

سرورق کی تصویر

یہ تاریخی منظر ہے، بھگوان گوپی ناتھ جی کے حبہ کدل چونده پوره میں ملا صاحب کے مکان میں قیام کے دوران کے ''آخری آسن'' کا

فہرست

اپنی بات

کشمیر صدیوں سے صوفیوں، سنتوں، یوگیوں اور تپسویوں کا مسکن رہا ہے۔ یہاں کے چپے چپے پر مندروں، آشرموں، عبادت گاہوں اور پاٹھ شالاؤں کی کثرت ملتی ہے۔ جن میں یہ ریشی مُنی، یوگی اور تپسوی یوگ سادھنا میں مصروف رہتے تھے اور عالمِ انسانیت کی فلاح کے لیے پرارتھنا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ آج تک اس فردوس برروئے زمین میں جاری و ساری ہے۔ بھگوان گوپی ناتھ جی کا نامِ گرامی ایسے ہی مہایوگیوں کی صف میں سرِ فہرست ہے۔ جنھوں نے اپنی سخت تپسیا سے یوگ اور سادھنا کی دنیا میں اعلیٰ مرتبت حاصل کر کے سارے جگ میں ایک نیا اِنقلاب لایا۔ بھگوان جی نے نہ تو گھپاؤں اور غاروں میں پناہ لی اور نہ پہاڑ کی چوٹیوں کو اپنا مسکن بنایا، نہ سُنسان تاریک جنگلوں کی راہ لی اور نہ ہی نگر نگر ڈیرا جما کر اپنے روحانی کمالات کا ڈنڈھورا پیٹا۔ بلکہ وہ اپنے ہی رہنے کی جگہ کے ایک چھوٹے سے کمرے میں تپسیا کرتے رہے اور اپنی یوگ سادھنا میں محورہ کر ایک ایسی منزل پر پہنچنے میں کامیاب ہوئے جس کو یوگیوں کی زبان میں ترکال درشٹی کا نام دیا گیا ہے۔

بھگوان جی کی سیرت پاک اور اُن کی یوگ سادھنا کے بارے میں متعدد کتابیں شایع ہوچکی ہیں، جن میں شری ایس این فوطے دار، شری بی ایل کاک،

ڈاکٹر چمن لال رینہ، پروفیسر مکھن لال کُکلو، شری بی این ہنڈوُ اُوپکاری اور شری ٹی این دھر 'کندن' کی تصانیف قابل ذِکر ہیں۔ ان تصانیف کے علاوہ اس موضوع پر پروفیسر امرناتھ در، ڈاکٹر کوشلیا ولی، کرنل آر کے لنگر، شری پرتھوی ناتھ مدھوپ، پروفیسر اوین چرنگو، شری موتی لال ساقیؔ، شری پران ناتھ کول، شری چمن لال رازداں اور متعدد علما اور دانش ور وقتاً فوقتاً خامہ فرسائی اور نئے نئے نتائج اخذ کرتے رہے۔

پروفیسر کُکلو نے ''سدگرو دیوسی ناماولی'' کے نام سے بھگوان گوپی ناتھ جی کے عقائد و افکار پر لکھے گئے 108 سنسکِرت اشلوکوں کی سلیس ہندی زبان میں وضاحت کے ساتھ تشریح کی ہے۔ انہوں نے اپنی بات ''سدگرو گایتری منتر'' سے شروع کی ہے۔ اس طرح سے انہوں نے بھگوان جی کے عقائد و افکار کو ان منتروں کے تناظر میں پرکھنے کی کوشش کی ہے جو پڑھنے والوں پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔ ان منتروں کو ڈاکٹر چمن لال رینہ نے انگریزی کے قالِب میں ڈھالا ہے اور اپنے پیش لفظ کے ساتھ بھگوان جی کے عقائد و افکار کی بڑے سلیقے سے اپنے دانش وارانہ انداز میں وضاحت کی ہے۔ معروف صحافی شری بی ایل کاک بھگوان جی کے ایک اور سوانح نگار ہیں۔ اُن کی کتاب 'لارڈ گوپی ناتھ' بھگوان جی سے متعلق گوناگوں موضوعات پر لکھی گئی ایک اہم کتاب ہے۔ اس کتاب میں بھگوان جی کو ایک نئے تناظِر میں دیکھنے، پرکھنے اور جانچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

بھگوان گوپی ناتھ جی کی شخصیت اور اُن کے افکار و عقائد کے حوالے سے نئے نئے تحقیقی مراحل طے ہو رہے ہیں۔ اُن کے بھگت دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں، جو نہ صرف اُن کے پیغام کو عوام تک پہنچانے میں مصروف ہیں بلکہ اُن کی شخصیت اور عقائد کے مختلف زاویوں پر غور و فکر کر کے اُنکی زندگی کے وہ گوشے اجاگر کر کے منظرِ عام پر لا رہے ہیں جو ابھی تک لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ آسٹریلیا، یو ایس اے، جینوا اور دوسرے کئی ممالک میں وقتاً

فوقتاً بھگوان جی کے عقائد و افکار پر مختلف سمینار منعقد ہورہے ہیں۔ ان سمیناروں میں نہ صرف ملکی بلکہ غیر ملکی بھگت بھی کافی تعداد میں حصہ لے رہے ہیں۔ جس کی پوری تفصیل اس کتاب کے مختلف ابواب میں دی گئی ہے۔

بھگوان جی کی شخصیت اور اُن کی یوگ سادھنا کے بارے میں کتابوں کے علاوہ رسائل و جرائد میں تفصیلات شائع ہوتی رہتی ہیں۔ بہت سارے نئے لکھنے والے بھی اس قابل قدر اور شہرۂ آفاق موضوع کی طرف رجوع ہورہے ہیں اور نئے نئے زاویوں سے بھگوان جی کی زندگی اور اُن کے کشف و کرامات کے بارے میں نتائج اخذ کررہے ہیں۔ ان نتائج کو وہ مختلف رسائل و جرائد کے ذریعے عوام تک پہنچانے میں نمایاں کردارادا کررہے ہیں۔ ان تمام مضامین کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شایع کرنے کی ضرورت اس لئے ہوئی ہے کہ بھگوان جی سے متعلق تمام تفصیلات عام لوگوں تک پہنچ جائیں۔ اس سلسلے میں کاشر سماچار، دہلی، پرکاش بھگوان گوپی ناتھ، دہلی۔ کھیر بھوانی ٹائمنر، جموں خاص طور پر سرگرم عمل ہیں۔ ان رسائل و جرائد میں مہایوگی بھگوان گوپی ناتھ جی کی یوگ سادھنا کے سفر کے بارے میں مقالات شایع ہوتے رہتے ہیں۔

''بھگوان گوپی ناتھ عقائد و افکار'' آپ کے سامنے ہے۔ یہ انگریزی اور ہندی زبان کے معروف ادیب شری ٹی این در 'کندن' کی تصنیف کا اُردو ترجمہ ہے۔ آپ بخوبی جانتے ہوں گے کہ ترجمہ کاری ایک مُشکل اور صبر آزما فن ہے۔ مترجم کا اصل منصب یہ ہے کہ وہ ایک زبان کی روح کو صحیح آہنگ و بیان کے ساتھ دوسری زبان میں منتقل کردے اور پھر کندن جی جیسے بھگوان شناس، جو انگریزی کے علاوہ کئی دوسری زبانوں پر بھی پوری دسترس رکھتے ہیں، کی تو بات ہی الگ ہے۔ ان کی دانشوری کے نقوش ان کی کتاب کے ہر صفحے پر آشکارا ہیں۔

انہوں نے شریمد بھگوت گیتا سے بھی استفادہ کیا ہے اور فارسی زبان کے عجمی تصورات کو بھی سامنے رکھا ہے۔ کشمیری اُن کی مادری زبان ہے، اس لیے اس زبان کے

اشعار اور محاورات سے بھی انہوں نے کام لیا ہے۔ فلسفے پر بھی اُن کی نظر گہری ہے اور کشمیری شیومت کو بھی انہوں نے اپنے خیالات کا مرکز بنایا ہے۔ لل دید کے واکیوں، غنیؔ اور غالبؔ کے اشعار کو بھی کُندن صاحب نے اپنی تحقیق میں سمویا ہے۔ اس طرح سے اُنہوں نے مختلف علمی و ادبی میزان بروئے کار لاکر بھگوان جی کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ کُندن جی کے اس تحقیقی کام کو اُردو میں منتقل کرنا صحیح معنوں میں جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ لیکن بھگوان گوپی ناتھ جی کے کرم سے اب یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا ہے۔ کُندن جی کی اس تصنیف کو اردو میں منتقل کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ تادم تحریر اُردو زبان میں اس نوع کی کوئی کتاب موجود نہیں تھی جو جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی کی عقیدت اور ان کے روحانی کمالات کا احاطہ کرسکے۔ "بھگوان گوپی ناتھ۔ عقائد و افکار" کے موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جس سے اس مہایوگی کی زندگی کے مختلف پڑاؤ اور اُن کے روحانی کارناموں کی ایک شفاف تصویر جلوہ گر ہوتی ہے۔

میں جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی چیری ٹیبل کلچرل اینڈ ریسرچ فاؤنڈیشن، (اُتم نگر، نئی دہلی) کے اراکین کا شکرگزار ہوں جنہوں نے مجھے کُندن جی کی اس تصنیف کا ترجمہ کرنے کی اجازت دی۔

میں فاؤنڈیشن کے سرپرست شری پران ناتھ کول صاحب کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے نہ صرف مجھے اس نازک اور فکر انگیز کام کی تکمیل کے دوران اپنے مفید مشوروں سے نوازا بلکہ جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی کی شخصیت اور ان کے روحانی کمالات سے متعلق کتابوں کا سیٹ اور فاؤنڈیشن کی طرف سے شایع ہونے والا اپنا مؤقر جریدہ "پرکاش بھگوان گوپی ناتھ" کی مکمل فائیل بھی بھجوا کر قدم قدم پر میرا حوصلہ بڑھایا۔ جن سے میں نے پورا پورا استفادہ کیا اور نئے نئے نتائج اخذ کرنے کی کوشش کی۔

میں شکرگزار ہوں اپنے کرم فرما شری چمن لال رازدان صاحب کا جنہوں نے مجھے نہ صرف ترجمے کا کام سونپ دیا بلکہ کئی بار دتی سے جموں تک کی مسافت طے

کر کے مجھے یہ کام پایۂ تکمیل تک لانے کے لئے ترغیب دیتے رہے۔

میں اپنی رفیقۂ حیات شریمتی شیاما ایمہ کا شکرگزار ہوں جو اپنی گھریلو ذمہ داریاں نبھا کر مجھے رفاقت کے لمحات میسر کرتی رہیں۔ شیاما جی، بھگوان گوپی ناتھ جی کی سچی بھگت اور پرستار ہیں۔ وہ ہر لمحہ جگت گرو کا نام جپتی رہی ہیں اور ''اوم نمو بھگوتے گوپی ناتھائے'' کا پاٹھ کرتی رہتی ہیں۔ اگر آپ کو میرے اس کام میں کوئی خوبی نظر آئے گی تو وہ سراسر ان کے تعاون کا نتیجہ ہے۔ میرا بیٹا میور اور بیٹی کونپل بھی اپنی ماں کے نقش قدم پر چل کر ہر وقت بھگوان جی کی آرادھنا کرتے رہتے ہیں۔ وہ بھی اس کام کو اپنی اولین فرصت میں پایۂ تکمیل تک لانے کی مجھے تحریک دیتے رہے۔

اور آخر میں میں اردو کے تمام قارئین کو'' بھگوان گوپی ناتھ -عقائد وافکار'' کا مطالعہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ میری اس کوشش کو پسند کریں گے اور مجھے اپنی ذرین رائے سے نوازیں گے۔

ڈاکٹر پریمی رومانی

1/3 نصیب نگر، جانی پور، جموں180007

31 اکتوبر2005ء

ابتدائیہ

میرے پربھو!
مجھے شکتی دے
تاکہ میں آپکے
پمپوش جیسے قدموں پر صدقے
ہوجاؤں!!

یہ 3/جولائی 2002ء کی بات ہے۔

دلّی کے اُتم نگر میں بھگوان گوپی ناتھ جی کی 104 ویں جینتی کے موقع پر ایک خاص تقریب کا انعقاد کیا گیا تھا۔ "سنگیت سادھنا سدھن" کے فنکار مندرجہ بالا اشعار خالص کشمیری طرز پر گارہے تھے۔ متعلقہ انسٹی ٹیوٹ کے سربراہ بھی محفل میں موجود تھے اور انہیں انتہائی مسرت ہورہی تھی۔ انھوں نے اس بات کا اظہار کرتے ہوئے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے اس گیت کا سنگیت بھگوان جی جیسے مہاتما جی کے لیے ہی تیار کیا گیا ہے۔ اس گیت سے میری پرانی یادوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر آنکھوں کے سامنے آگیا۔ مجھے بہت سارے ایسے مواقع یاد آرہے ہیں، جب بھگوان جی مجھے اپنے چرن کملوں میں رات بھر بیٹھنے کا حکم دیتے تھے۔ ایسے موقعوں پر اسی احاطے میں اقامت پذیر پنڈت بدری ناتھ کھڈبلی بھی ہماری محفلوں میں بیٹھ کر سرشار ہوتے تھے۔ بھگوان جی کے چرن کملوں میں

بیٹھ کر رات گئے تک اس گیت کو ترنم سے پیش کرنا ان کا معمول بن گیا تھا۔

میں اِن خوش نصیبوں میں سے ہوں جن کو ٹاٹھ بب (بھگوان جی) کا آشیرواد بھی ملتا رہا۔ ہم ان کو اسی نام سے یاد کرتے تھے۔ مجھے ۲ر نومبر 1947 کا ایک واقعہ اس وقت اچھی طرح سے یاد آرہا ہے جب پہلی مرتبہ مجھے ان کا پرشاد اپنے والدِ بزرگوار پنڈت دینا ناتھ جی اور اپنے چاچا پنڈت گوبند جی سے ملا تھا، جو انھوں نے رات کو رشی محلہ 'حبہ کدل' (سری نگر) سے لایا تھا، جہاں بھگوان جی اقامت پذیر تھے۔ اگلے دن ان ہی کی دعاؤں سے سری نگر قبائلیوں کی زد میں آتے آتے بچ گیا تھا، جن کو پاکستان کی شہ پر کشمیر بھیج دیا گیا تھا۔ میرے والد بزرگوار پنڈت دینا ناتھ جی اور چاچا جان کا بھگوان جی کے ہاں آنا جانا معمول بن گیا تھا۔ میں بھی اکثر ان کی بدولت بھگوان جی کے پاس جاکر آشیرواد حاصل کرتا رہا۔ 1967 کی بات ہے جب ہمارے خاندان کو اپنا موروثی مکان، جو کہ عالی کدل میں واقع تھا، کو خیر باد کہہ کر بب مہاراج (بھگوان جی) کے مکان کے آس پاس ہی عارضی طور پر رہائش پذیری کا موقع ملا۔ ہم وہاں 1967 سے 1969ء تک تقریباً تین سال اقامت پذیر رہے۔ یہ گرو جی (بھگوان جی) کا آشیرواد ہی تھا کہ ہمیں اپنے تمام خاندان کے ساتھ ان کے قدموں میں بیٹھنے کے مواقع نصیب ہوتے رہے۔ ان کی خدمت کرنا، ان سے ہم کلام ہونا، اور ان کا آشیرواد حاصل کرنا خاص طور پر میری رفیقۂ حیات کا معمول بن گیا تھا۔ وہ نہایت ہی جوش اور ولولے کے ساتھ گرو جی (بھگوان جی) کے قدموں میں بیٹھ جاتی تھیں۔ اسی اثنا میں وہاں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جب میں بھی موجود تھا۔ وہ بھی اندر ہی داخل ہورہی تھیں تو ٹاٹھ بب (بھگوان جی) بے ساختہ کہہ اٹھے کہ وہ پاروتی کا سروپ ہے۔ شاید وہ ہر مرد کے اندر شِو اور ہر عورت کے اندر پاروَتی کا روپ دیکھنے کے متمنی تھے۔ انھوں نے میری رفیقۂ حیات کو آشیرواد دیا اور وہ آشیرواد آج تک انکے ساتھ قائم و دائم ہے۔ ہمارا تمام خاندان ان کے مہا نروان ہونے تک

ان کا آشیرواد لیتا رہا۔ اب بھی ہم ان کو اپنے آس پاس ہی محسوس کرتے ہیں اور یہی پرارتھنا کرتے ہیں کہ ان کا آشیرواد ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے۔

میں اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ بھگوان جی ہر اس شخص کی مدد کے لیے تیار رہتے تھے جو سادھنا کے راستے پر گامزن ہوتا تھا اور سچائی اور حقیقت کی تلاش میں نکلتا تھا۔ وہ اُن کی مدد کرنے کے لیے بھی بخوشی راضی ہوجاتے تھے جن کو واقعی مدد کی ضرورت ہوتی تھی۔ انھوں نے ثابت کردیا تھا کہ وہ حقیقت میں "گوپی ناتھ" ہیں۔ عرفان کا متلاشی ہر عقیدت مند "گوپی" ہے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ انہیں اپنے عقیدت مندوں سے اتنی ہی محبت ہے جتنی کہ گوپیوں کو کرشن کے ساتھ تھی۔ اس لیے وہ اپنے عقیدت مندوں کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ سادھنا کے ذریعے راہِ حق سے آشنا کرنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ وہ اتنی روحانی طاقت سے سرشار تھے کہ ایک عقیدت مند اکثر ان کو اپنے خیالوں میں بسا کر رکھتا تھا اور ان کی تپسیا کرنے میں پیش پیش رہتا تھا۔ وہ بھی اپنے عقیدت مندوں پر گنگا کے پوتر جل کی طرح اپنی نظر عنایت رکھتے تھے۔ لوگوں نے ان سے روحانی فائدہ اٹھایا جب وہ اس دنیا میں بہ نفسِ نفیس موجود تھے۔ لوگ اِس وقت بھی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہ ارواح نجمیہ میں بھی ان کی رہنمائی کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ وہ ہر ایک بشر کو تھپکیاں دیتے ہیں اور غائبانہ طور پر ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

ہمارے شاستر میں ایسے بے شمار قصے کہانیاں موجود ہیں جن میں دیو مالائی عناصر ہیں۔ مثلاً گوپیاں شری کرشن کے ساتھ وابستہ ہیں، ہنومان شری رام کے بھگت ہیں، پاروتی بھگوان شیو پر فریفتہ ہیں، اہلیہ شبری اور دروپدی پربھو کے چرن کملوں میں پناہ لیا کرتی ہیں۔ ہم نے اپنے زمانے میں ایسے بے شمار عقیدت مندوں کو دیکھا ہے جنھوں نے بھگوان گوپی ناتھ جی کے تئیں اپنے سچے جذبے کا اظہار کیا۔ اسی لیے ان کا نام نہایت ہی عقیدت و احترام سے لیا جاتا ہے اور ان کے گیت چاروں طرف گونجتے ہیں۔ لوگ ان کی سادھنا کرتے ہیں۔ اس سادھنا سے انہیں دماغی سکون حاصل ہوتا

ہے۔ بھگوان شوِ گرو گیتا میں فرماتے ہیں کہ گرو ہی ایک انسان کے لیے روحانی طاقت کا درجہ رکھتا ہے۔ ان کے ہی دست کرم سے گناہوں سے نجات مل سکتی ہے اور ایک انسان ان کے آشیرواد سے حقیقت کا گیان حاصل کرسکتا ہے۔ ایک حقیقی بھکت خود اپنے آپ کی گرو کے گیان سے ہی شناخت کرسکتا ہے۔ روحانی طاقت سے لبریز وہ اس بات سے خوب آشنا ہوتا ہے کہ گرو سے بڑھ کر اس دنیا میں اور کوئی گیان نہیں۔ اس کو اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ یہ دنیا کیسے وجود میں آئی اور اس کا انجام کیا ہوگا۔ ہم بھگوان گوپی ناتھ جی (بب مہاراج) کی مہربانی سے اس حقیقت سے آشنا ہوسکتے ہیں۔

یہ بات باعثِ طمانیت ہے کہ ہمارے پاس بب مہاراج کی شخصیت اور ان کے آدرشوں اور اصولوں کا احاطہ کرنے کے لیے اور ان کی زندگی کی مختلف منزلوں سے آگاہی کے لیے بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ شری ایس این فوطیدار نے ان کی سوانح تحریر کی ہے جس کی نظر ثانی پروفیسر جے این شرما نے کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ انھوں نے بھی اس موضوع پر بہت سارے مقالات لکھے ہیں۔ دوسرے بے شمار محققین اور بھگوان جی کے بہت سارے عقیدت مندوں نے بھی ان کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ بعض لوگوں نے ان کے دستِ شفقت کے طفیل بہت ساری تحریروں کو مکمل کیا ہے۔ بعض لوگوں نے ان کی عقیدت میں بہت سی نظمیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں پروفیسر اے این دھر، شری بی این ہنڈو اُپکاری، پروفیسر مکھن لال گکلو، شری چمن لال رازدان کے نام خاص طور پر لیے جاسکتے ہیں، جنھوں نے بب مہاراج پر عقیدت کے پھول برسائے ہیں۔ پروفیسر گکلو نے اپنی تحقیق سے بھگوان گوپی ناتھ جی کو شِو اور شکتی کا سروپ قرار دیا ہے۔ ان کے بارے میں ابھی بھی بہت سا مواد گوشۂ گمنامی میں پڑا ہوا ہے، جس کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اتنی تحقیق و تجسس کے باوجود بب مہاراج کے بہت سارے واقعات ابھی بھی اجاگر نہیں ہوئے ہیں، جن کو سامنے لانے کے لیے راہیں استوار کی جارہی ہیں۔ تاکہ

بھگوان جی کی زندگی اور ان کے روحانی فلسفے کا مکمل احاطہ ہوسکے۔

بھگوان جی نے خود بھی اپنے عقیدت مندوں کو اپنی زندگی کے بارے میں کئی واقعات فراہم کرنے کی مہربانی کی تھی۔ ان عقیدت مندوں کی خواہش تھی کہ بھگوان جی کے بارے میں ایسی مختلف سوانح لکھی جائیں جو مصدقہ ہوں۔ اسی لیے جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی چیریٹیبل فاؤنڈیشن نے شری ٹی این دھر کندن سے گزارش کی تھی کہ وہ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ ہمیں بے حد مسرت ہوئی جب اس ہر دلعزیز اسکالر اور محقق نے ہماری درخواست قبول کی۔ ہم ان کی ژرف نگاہی اور قابلیت سے بخوبی واقف ہیں کیونکہ انھوں نے وقتاً فوقتاً ''پتر کا'' اور ''پرکاش بھگوان گوپی ناتھ'' میں بڑے فکر انگیز مضامین لکھے ہیں جن کو اہلِ نظر نے بے حد سراہا ہے۔

شری کندن نے بہت ہی قلیل مدت میں بھگوان جی کے بارے میں اتنا قابل قدر کام کیا ہے۔ ایک طرف انھوں نے اُن مختلف صوفیوں اور سنتوں کے تناظر میں بھگوان جی کے خیالات کو سمجھانے کی کوشش کی ہے جنھوں نے ہماری ایک شاندار روایت قائم کی ہے اور دوسری طرف انھوں نے اپنے الفاظ کی جادوگری اور خیالات کی فراوانی سے بھگوان جی کے اصولوں کا اس شاندار روایت کے تناظر میں تجزیہ کیا ہے۔ ان کے اس فکر انگیز کام کو ہر خاص و عام نے سراہا۔ اس طرح سے انھوں نے ہم سب کو ان خالص کشمیری روایات کے قریب تر کر دیا ہے جو ہمیں عزیز ہیں۔

کتاب کا آخری باب بہت ہی دلچسپ ہے۔ اس میں فاضل مصنف تمام عقیدت مندوں کے جوش اور ولولے کی دل کھول کر داد دیتے ہیں اور یہ جوش برقرار رکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اسی طرح سے بھگوان جی کے زیر سایہ ایک انسان روحانی سکون، مادی طاقت، ترقی اور منزل مقصود سے ہم کنار ہوسکتا ہے۔ ہم ان کے اس پُر مغز کام کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور جس طرح سے انھوں نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے، اس کی داد نہ دینا کور ذوقی ہوگی۔

ناانصافی ہوگی اگر میں یہاں شری بی ایل کاک کا ذکر نہ کروں، جو ایک ذہین اور فرض شناس صحافی ہیں۔ انھوں نے بھگوان جی کی کرگل جنگ میں ٹائیگر ہلز کے بلند و

بالا مقام پر ہندوستانی افواج کی رہنمائی کرنے کا واقعہ منظر عام پر لایا۔ اس مقام پر بھگوان جی نے ہمارے بہادر سپاہیوں کو پہاڑوں سے گھری ہوئی چوکی کو فتح کرنے میں مکمل رہنمائی کی۔ اس کے علاوہ شری بی ایل کاک نے ایک الگ کتاب لکھ کر بھگوان جی کی کشمیر کے حالات میں دل چسپی اور ان کی روحانی طاقت کا کمال قلم بند کر کے عقیدت مندوں کو اُن کے روحانی فلسفے کے اور قریب لانے کی ایک اور قابل داد کوشش کی ہے۔

شری بی ایل کاک نے کندن جی کا مسودہ بنظرِ غائر دیکھا اور ڈاکٹر بی ایل پنڈت نے بھی نظر ثانی کر کے مصنف کو بعض اہم مشوروں سے نوازا۔ جن پر پورا غور کیا گیا۔ ہم ان دونوں کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم ان عقیدت مندوں کے بھی احسان مند ہیں جنھوں نے کاشر سماچار، اور پرکاش بھگوان گوپی ناتھ میں شائع ہونے والی ہماری درخواست پر توجہ فرما کر ہمیں اس نیک کام میں اپنا تعاون دیا۔

بھگوان جی کی مہربانی سے اب یہ کتاب تمام بھکتوں کے ہاتھوں میں انگریزی زبان میں دستیاب ہے۔ فاؤنڈیشن کے اراکین چاہتے ہیں کہ اس کتاب کا ترجمہ کسی اور بھی زبان میں ہوجائے تاکہ یہ کتاب ان لوگوں تک پہنچ جائے جو انگریزی زبان سے ناواقف ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کتاب کے ذریعہ سے زیادہ سے زیادہ لوگ بھگوان جی کی تعلیمات سے مستفید ہوجائیں۔ اب ڈاکٹر پریمی رومانی نے اس کو اردو میں ترجمہ کر کے عقیدت مندوں کی ایک دیرینہ مانگ کو پورا کیا ہے ساتھ ہی اپنے لئے بھگوان جی کے نزدیک ہونے کا اعزاز اور ان پر پہلی اردو کتاب لکھ کر بہت بڑا ثواب حاصل کیا ہے۔

خلوص ومحبت اور بے پناہ عقیدت کے ساتھ

پران ناتھ کول

مکان نمبر 1745 سیکٹر۔23

ہُوڈا۔ گڑگاؤں

(ہریانہ)

تاریخ پہلی جنوری 2006ء

میری بات

اگر پہاڑوں کی سیاہی سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈال کر ملائی جائے
درختوں کی ٹہنیاں قلم کے طور پر استعمال کی جائیں
تمام کائنات کو لکھنے کی تختی میں تبدیل کیا جائے
اور سرسوتی مسلسل رقم کرتی جائیں
پھر بھی آپ کے وصائف کا اظہار کرنا دشوار ہے!!

اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں ایک مرکزی دفتر میں ملازمت کرنے کی غرض سے کشمیر سے باہر چلا گیا۔ یہاں میدانی علاقوں میں رہائش کرنے کے باوجود ہر تیسرے چوتھے سال اپنے آبائی وطن سری نگر کا رخ کرتا رہا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ اپنے طالب علمی کے زمانے میں اور نہ مختصر تعطیلات کے دوران ہی مجھے بھگوان گوپی ناتھ جی کے بارے میں کچھ سننے یا جاننے کا موقع ملا۔ اس لیے میں ان خوش نصیبوں میں سے نہیں ہوں کہ میں ان کی زندگی میں ان کے درشن کر سکتا۔ مجھے سب سے پہلے ان کے بارے میں تب معلوم ہوا جب میں بھگوان جی کے آشرم پمپوش میں اپنے جگری دوست پروفیسر امرناتھ در سے ملاقات کی غرض سے چلا گیا۔ جو خود بھی ایک

پاک نفس انسان ہیں۔ بھگوان جی کے نام پر تعمیر کیے گئے اس آشرم میں جانا میرے لیے ایک نیا، انوکھا اور روحانی تجربہ تھا۔ تب تک یہاں بھگوان جی کی سنگِ مرمر سے بنائی گئی مورتی نصب نہیں کی گئی تھی بلکہ پوجا ہال میں ان کی ایک قد آدم تصویر لگی ہوئی تھی۔ اور دوسرے کمرے میں ان کی کھڑاؤں تبرکاً رکھی گئی تھی۔ اس دن سارا ہال بھکتوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا جو بھگوان جی کے اشلوک۔

''اوم نمو بھگوتے گوپی ناتھائے''

کی بڑی شردھا سے ارچنا کرر ہے تھے۔ اس دن سے میرے دل و دماغ میں ایک نہ ختم ہونے والا جنون پیدا ہوگیا۔ بھگوان جی کی تصویر کا جائزہ لیتے ہوئے جب ان کی آنکھوں پر میری نظر پڑتی ہے تو ایک خاص قسم کا تاثر سامنے آجاتا ہے۔ ان کے ماتھے پر چمکتا ہوا کیسر کا تلک چاروں طرف نور پھیلاتا ہوا اپنی طرف متوجہ کرتا تھا۔ سفید رنگ کی پگڑی اور کشمیری طرز کا رنگ دار فرن جو وہ پہننے کے عادی تھے۔ یہ دونوں چیزیں دل کو لبھانے والی تھیں۔ ان کے ادھ کھلے ہونٹ، جیسے کوئی پیغام دے رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہاں پر کوئی ایسی پر اسرار روحانی اور پاکیزہ طاقت موجود تھی جو پورے ماحول کو منور کرتی تھی۔ پورے ہال میں جنت کی سی کیفیت طاری تھی۔ ان کی مقناطیسی کشش نے مجھے بہ آسانی اپنی طرف کھینچ لیا۔ آشرم میں میرے ایک اور دوست پنڈت پران ناتھ کول بھی داخل ہوئے، جو بھگوان گوپی ناتھ جی ٹرسٹ کے سکریٹری بھی تھے اور ان کے عقیدت مند بھی۔ ان دونوں دوستوں پروفیسر در اور کول صاحب ہی کی بدولت مجھے بھگوان جی کے بارے میں بہت سا مواد دستیاب ہوا۔ ٹرسٹ کے زیر اہتمام شائع ہونے والے جریدے ''پترکا'' کے بارے میں مجھے پہلے ہی بتادیا گیا تھا اور یہ میری خوش نصیبی ہے کہ مجھ سے بھی ''پترکا'' میں روحانیت کے موضوع پر لکھنے کی فرمائش کی گئی۔

بھگوان جی کے آدرشوں اور ان کے اصولوں نیز ان کی شخصیت کے بارے میں مجھے جو بھی مواد دستیاب ہوا، میں نے اس کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ میں نے ان کی

سوانح کا بھی بنظرِ غائر مطالعہ کیا۔ مختلف اوقات پر فرمائے گئے ان کے اقوال نے مجھ پر گہرا اثر چھوڑا اور میں ان اقوال کے معانی اور مفاہیم کی گہرائیوں میں کھو گیا۔ میں اس سادھو منش سے اتنا متاثر ہوا کہ اس کو اپنے الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ جب وہ چمٹا پھینک دیتے تھے تو کسی کو یہ گمان نہیں ہوتا تھا کہ وہ غصے میں ہیں۔ بعض اوقات وہ خود کلامی کیا کرتے تھے اور بعض موقعوں پر دھیمی آواز میں گفتگو کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ تمباکو کے ساتھ ساتھ کوئی نشیلی چیز ملا کر چلم کا کش لیتے تھے۔ بعض اوقات یہ دیکھ کر لوگ حیران ہوجاتے تھے جب وہ گوشت کو مختلف صورتوں میں تیار کرواتے تھے اور مزہ لے لے کر اس ضیافت سے سرشار ہوتے تھے۔ بعض لوگ یہ دیکھ کر بھی حیران ہوجاتے تھے کہ وہ کس طرح مہینوں فاقہ کشی کرتے تھے اور بعض اوقات اتنا کھا لیتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی تھی۔ اس بات پر بھی کبھی بہت تعجب ہوتا تھا جب وہ اپنے شاگردوں میں شراب بانٹتے تھے اور خود بھی ان کے ساتھ پینے لگتے تھے۔ کبھی کبھی وہ آسمان کی وسعتوں میں کھوجاتے تھے۔ کبھی ٹکٹکی باندھ کر خلا کو گھورتے رہتے تھے۔ اور اپنی دنیا میں مست ہوجاتے تھے۔ بعض لوگوں نے انہیں اپنی دھونی (کنڈ) میں مختلف عطیات ڈالتے ہوئے دیکھا۔ اور بعض لوگ انہیں اپنی ہی دنیا میں کھوئے ہوئے دیکھتے تھے۔ بعض لوگوں کے دل و دماغ میں جو بات ہوتی تھی، وہ بھگوان جی ان کے کہنے سے پہلے ہی بتا دیتے تھے۔ بعض اوقات یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور کس کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔ بعض لوگ اپنے سوالات کے جوابات براہِ راست اور بعض بالواسطہ پاتے تھے۔ بعض لوگوں کو یوں تو کوئی جواب نہیں ملتا تھا لیکن ان کے مسائل کا حل بھگوان جی کی آشیرواد سے خود بہ خود ہوجاتا تھا۔ ہر کوئی چاہتا تھا کہ وہ ان کے چرن کملوں میں عقیدت سے جھک کر پرشاد حاصل کرے۔ وہ اپنے مسائل کو حل کرانے یا اپنی بیماریوں کو سرے سے ہی نیست و نابود کرانے کی غرض سے آتے تھے۔ اصل میں بھگوان جی کی پوری زندگی اس کائنات میں

پراسرار رہی ہے۔

انہیں تقریباً درجن بھر موقعوں پر اپنی رہائش گاہ تبدیل کرنی پڑی۔ ان کی تعلیم موجودہ تعلیم سے ہٹ کر تھی۔ لیکن یہ بات بلا شک وشبہ کہی جاسکتی ہے کہ انہیں روحانی کتابوں کا زبردست گیان تھا۔ وہ بھگوت گیتا، گرو گیتا، بھوانی سہسر نام پنچس توی، اور ماہمنا ستوتر پر پورا عبور رکھتے تھے۔ وہ سادھوؤں کے ہاں اور مختلف عبادت گاہوں پر حاضری دینے کے بڑے شوقین تھے۔ بھگوان جی کلاسیکی موسیقی سے بے پناہ شغف رکھتے تھے۔ خاص طور پر سنتور اور ساز سننے سے بہت لطف اندوز ہوتے تھے۔ کشمیری موسیقی کے وہ بے حد دلدادہ تھے۔ مجھے بھی ان کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کے حوالے سے چند مقالات قلم بند کرنے کا موقع ملا۔ جن کو پروفیسر در نے ''پترکا'' میں شائع کیا۔ بعض مقالات پروفیسر بی ایل پنڈت نے بھگوان گوپی ناتھ فاؤنڈیشن سے نکلنے والے ''پرکاش بھگوان گوپی ناتھ'' رسالے میں بھی شائع کیے۔ یہ ایک سہ ماہی رسالہ ہے جس کو فاؤنڈیشن نے جاری کیا ہے۔

پروفیسر در اور پروفیسر بی ایل پنڈت دونوں اصحاب مذہبی شخصیات کے تذکرے اور روحانی کاموں کو فروغ دینے میں پیش پیش رہے ہیں۔ دونوں شعر وادب سے بھی گہرا شغف رکھتے ہیں۔ ان کی تخلیقی کاوشیں روحانیت اور عقیدت سے سرشار ہیں۔

بھگوان جی کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے پھر بھی ان کے بعض اہم گوشے اب بھی پوشیدہ ہیں۔ جن کو منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔ ہمارے پاس ان کے ایک قریبی بھکت شری ایس این فوطیدار کی لکھی ہوئی ایک مستند سوانح ہے، اور بہت سارا مواد ایسا ہے جو ہم نے ان کے بہت ہی قریبی بھکت اور شاگرد پنڈت پران ناتھ کول سے اخذ کیا ہے۔ جنھوں نے اپنی ساری زندگی بھگوان جی کے قدموں پر نچھاور کی ہے۔ بہت سارے اشخاص ایسے بھی ہیں جو ان کی نجی زندگی اور ان کے مہا نروان ہونے کی جانکاری رکھتے ہیں۔ یہ بات شاید آپ کو معلوم نہیں ہو کہ بھگوان جی

کبھی کشمیر کی گلپوش وادی سے باہر نہیں آئے تھے۔ پھر بھی انہیں ہر وقت اور ہر مقام کے سادھو اور سنت جانتے تھے۔ ''برہد ارنائک اوپنشد'' میں لکھا گیا ہے کہ بھگوان اس مقام پر قیام پذیر ہوتا ہے جس مقام پر جھیل ہوتی ہیں۔ سورج اپنی کرنوں کا جال کمل کے پھولوں پر پھیلا کر انہیں ایک چھتری کی شکل عطا کرتا ہے۔ جہاں آبی بطخوں نے صاف وشفاف پانی میں راستہ بنالیا ہو۔ جہاں بطخ اپنے سفید اور چمکتے بدن سے کمل کے پھول کو چھوتے ہوئے آگے ہی آگے چلے جاتے ہیں۔ جہاں ہنس، مرغابی، بطخ اور دھان کے کھیتوں کے پرندے اور جانور دریا کے کنارے ہرے بھرے اور سرسبز درختوں کے زیر سایہ بیٹھ کر آرام کرتے ہیں۔ وہاں کسی قسم کے رنگ، نسل، قوم اور مذہب کا بھید بھاؤ نہیں ہوتا۔ ان کے لیے وقت اور جگہ ایک جیسے ہیں۔ ان کے پاس ساری کائنات ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ انسانیت کو فروغ دینے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ بھگوان جی کے پاس ہر مرض کا علاج تھا۔ اور وہ ہر ایک بیماری کا مناسب علاج سے خاتمہ کر کے سکھ دیتے تھے۔ وہ ہر ایک آدمی کے مصائب کا حل نکال لیتے تھے۔ جو بھی ان کو یاد کرتا تھا یا ان کا دروازہ کھٹکھٹاتا تھا، بھگوان جی کے درِ دولت سے خالی نہیں جاتا تھا۔ چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ماننے والا ہو۔ جب کبھی ہمارے ملک پر کسی دشمن نے حملہ کرنا چاہا یا کبھی جنگ چھیڑنے کی کوشش کی تو بھگوان جی سرحد پر لڑنے والی افواج کے بچاؤ کے لیے اچانک نمودار ہو جاتے تھے۔ وہ سپاہیوں کے جنگجوانہ حرکات، مار دھاڑ اور بربیت کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرتے تھے اور ہمیشہ سچے کا ساتھ دیتے تھے۔

یہاں میں اپنی بات پھر سے دہرانا چاہتا ہوں کہ جب مجھے ان کی سوانح عمری لکھنے کے لیے کہا گیا تو میں حیران ہو گیا۔ ایک اونچے پایہ کے مہاتما کے بارے میں ایک عام آدمی کیسے قلم اٹھا سکتا ہے۔ جب مجھ سے اصرار کیا گیا تو میں شش و پنج میں پڑ گیا اور سوچنے لگا کہ کیا واقعی میں اختر شماری کر سکتا ہوں۔ میرے ذہن میں چند اور سوالات ابھر آئے۔ جن میں ایک نمایاں سوال یہ تھا کہ کیا واقعی میں اس کام کا

آغاز کر کے پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتا ہوں؟ کیا آسمان کو چھونا میرے بس میں ہے؟ کیا میں ساگر کی اتھاہ گہرائیوں کی پیمائش کرسکتا ہوں؟ مجھ سے ایسی سوانح لکھوانا کارے دارد والا معاملہ تھا۔ میرا ذہن اس نازک اور تہہ دار کام کو ہاتھ میں لینے کے حق میں نہیں تھا۔ اس وقت مجھے سندر لہری کا ایک اشلوک یاد آگیا۔ جس میں شنکر آچاریہ نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ درگا ماتا ہیں جو خود اپنا سراپا بیان کرتی ہیں۔ وہ اپنی خوبصورتی اور اپنی صفات خود بہ خود رقم کرتی رہتی ہیں۔ اس کام کا بیڑا کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکتا ہے۔

اس اشلوک میں ماتا درگا کے الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ اس اشلوک کو دل میں رکھ کر یہ سوچنے لگا کہ میری حیثیت ہی کیا ہے جو بھگوان گوپی ناتھ کے صفات کاغذ پر رقم کروں۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ میرے قلم کو ضرور جنبش دیں گے اور خود اپنے آپ کو بیان کریں گے۔ صرف میں ان کو رقم کرنے کا ذریعہ بن جاؤں گا۔ میں تو بیچ میں محض لکھنے کا ایک آلہ ہوں۔ مجھے صرف پرارتھنا کرنی ہے کہ وہ مجھے شکتی دیں اور میرے الٹے سیدھے الفاظ کو خوبصورتی عطا کر کے بامقصد بنائیں۔ تاکہ میں یہ کام ان کے حکم کے مطابق مکمل کرسکوں۔ اسی جذبۂ عقیدت کے تحت میں نے جلدی سے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور بھگوان گوپی ناتھ فاؤنڈیشن کے اراکین سے گذارش کی کہ وہ بھگوان جی کی شخصیت اور فن سے متعلق مجھے ضروری مواد کے ساتھ ساتھ مصدقہ اطلاعات اور دیگر کاغذات اور مسودات فراہم کرائیں۔ اس طرح سے سبھی بھکتوں سے ''کاشر سماچار'' اور ''پرکاش بھگوان گوپی ناتھ'' میں اپیل کی گئی کہ جس کسی کے پاس بھگوان جی کے بارے میں مواد ہے، وہ مجھے فراہم کرنے کی زحمت کریں۔ بعض کرم فرماؤں نے ان کے بارے میں مختلف واقعات اور تجربات سے مجھے آگاہ کیا اور بعض لوگوں نے یہ شرط رکھی کہ ان کے تجربات اور بیانات کو تحریر میں نہ لایا جائے۔ ان میں سے بعض واقعات ایسے تھے جو دوسرے لوگوں کے واقعات اور تجربات سے مشابہت

رکھتے تھے۔ کرم فرماؤں کی ایک بڑی تعداد نے بھگوان جی کے بارے میں الگ الگ طریقوں سے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ لیکن ان میں سے شری ایس این فوطیدار نے مختلف ماخذوں سے بھگوان جی کی شخصیت کے بارے میں ایک دستاویز تیار کی تھی۔ پروفیسر جے این شرما اور شری بی این ہنڈو اپکاری نے بھی اس سوانح میں اپنے طور سے بعض اہم معلومات کا اضافہ کیا ہے اور شری پران ناتھ کول نے بھی ان کے بارے میں بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔ کول صاحب شریف النفس، پاک دامن اور گورو جی کے سچے بھکت ہیں۔ انہیں گورو جی سے بہت ہی قریبی تعلقات رہے ہیں۔ بعض عقیدت مندوں نے 1968ء میں بھگوان جی کے نروان ہونے کے بعد کے ان کے بعض پوشیدہ گوشوں کو بروئے کار لایا۔ ان میں سے آسٹریلیا کے فلپ سمفنڈ ارقر، سوئزر لینڈ کے شری اوتارتکو، جسٹس ایس این کاٹجو، جرنلسٹ شری بی ایل کاک، موسیقی کار شری دلیپ لنگو، اور دوسرے حضرات قابلِ ذکر ہیں۔ بھگوان جی کے عزیز و اقرباء نے بھی بعض اہم تفصیلات فراہم کیں اور شری پران ناتھ جی اور ان کے اہلِ خانہ کی طرف سے بھی ہمیں بھگوان جی کی زندگی کے بارے میں تفصیلات فراہم ہوئیں جو اس پروجیکٹ کو پایۂ تکمیل تک لانے میں بہت ہی معاون ثابت ہوئیں۔ ان تمام تفصیلات سے اگرچہ بھگوان جی کے بارے میں مکمل اور مبسوط سوانح عمری سامنے آئی ہے، پھر بھی کئی جگہوں پر اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ ان کے پوجا پاٹ کے طریقے کے بارے میں الگ الگ رائے رکھتے ہیں جن میں ــــ

(1) داخلی شہادت اور

(2) خارجی شہادت

قابل ذکر ہیں۔

داخلی شہادت میں تضاد نظر آتا ہے اور وہ شہادت مصدقہ نہیں ہے۔ اس لیے مجھے خارجی شہادت پر ہی اکتفا کرنا پڑا۔ ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ میرے خیالات سے متفق نہ ہوں۔ ہمارا مقصد اور مدعا صرف یہ ہے کہ ہم اپنے گورو کو پہچانیں اور ان کا

پیغام سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کی شخصیت اور ان کے روحانی کمالات کا احاطہ کریں اور یہ جان لیں کہ وہ حقیقت کے راستے سے کیسے ہم کنار ہوئے۔

اس طریقۂ کار کو اپنا کر میری تمام مشکلات کا ازالہ ہو گیا اور مجھے وہ اشلوک یاد آگیا جس میں دیوتا کی تعریف کچھ اس طرح کی گئی ہے۔

''میں اس گرو کے آگے اپنا سر جھکاتا ہوں جو روحانی مسرت کا پیغامبر ہے۔ وہ گونگے کو بولنا سکھاتا ہے۔ اس کے نور میں اتنی تمازت ہے کہ معذور اور بے بس انسان بھی پہاڑوں کو سر کر سکتا ہے۔''

مجھے پورا یقین ہے کہ اپنے خیالات کو تحریر میں لانے کے لیے وہ میرے قلم کو صحیح سمت عطا کریں گے اور مجھے کبھی بھی مایوس نہیں کریں گے۔ میری الٹی سیدھی تحریروں کو خود بہ خود ہی درست کر دیں گے اور مجھے اپنی منزل پانے کے لیے میری رہنمائی کریں گے۔ تا کہ جو کچھ بھی میں اس کتاب میں رقم کروں، وہ نہ صرف عقیدت مندوں کو ایک نئی تحریک دے بلکہ مصیبت زدگان کو بھی ایک روحانی تسکین عطا کرے۔

بعض اوقات مجھے یہ بھی لگا کہ بھگوان جی کی زندگی اور ان کی تعلیمات کے بارے میں تنہائی میں سوچنا نادانی ہے۔ کیونکہ ہمارے ہاں سادھوؤں، سنتوں اور صوفیوں کی روایت بہت پرانی ہے۔ بعض لوگوں نے بہت ہی صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی گزاری ہے اور اپنے پیچھے سعادت مندی کی قابلِ رشک مثالیں چھوڑی ہیں۔ بعض لوگوں نے اپنے پیچھے بہت ساری یادگار چیزیں چھوڑی ہیں جن میں مقدس کتابوں کا بہت بڑا خزانہ، قدیم تصانیف کی اصل عبارات اور مسودات بھی شامل ہیں۔ بعض لوگوں نے بھگتی شاعری کے عمدہ نمونوں کا سرمایہ بھی اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ بہت سارے لوگوں کے شاگرد بھی سامنے آرہے تھے اور بعض لوگ ایسے تھے جو اپنے آپ کو پوشیدہ ہی رکھنا چاہتے تھے۔ ان کی کرامات کے بارے میں ہم واقف نہیں تھے۔ بلکہ لوگوں کی زبانی ان کے بارے میں اطلاع فراہم ہوئیں۔ ان کے معاصرین کی تحریروں سے کئی واقعات

ہمارے سامنے آگئے۔ ہم ان لوگوں سے بھی رجوع ہوئے جنھوں نے بھگوان جی کے بارے میں اپنے بزرگوں سے سنا تھا یا کسی تحقیق سے ان کے علم میں کوئی بات آئی تھی۔ میری یہ کوشش رہی کہ کم و بیش ان تمام معلومات کو ان کی سوانح یا ان کی تعلیمات کے باب میں پیش کرسکوں۔ کیونکہ بھگوان جی نے کشمیری حلقۂ اولیاء کا مسلک آگے بڑھانے میں انتھک کوشش کی۔ اس خانقاہ کی بنیاد کشپ نے ڈالی تھی۔ میں صدقِ دل سے یہ کام انجام دینے کے لیے اپنے آپ کو تیار کررہا تھا۔ میرے دل میں صرف یہ بات نقش تھی کہ اس کام سے پورا پورا انصاف ہو۔ مجھے ایک اقتباس یاد آیا جو میں نے ڈاگ ہیمر شولڈ کا لکھا ہوا پڑھا تھا کہ ''جب تم خود تنہائی کے عالم میں ہوتے ہو تو تم ساری دنیا کو دیکھتے ہو، کائنات خاموش ہوتی ہے اور تب ایک درخت راز بن جاتا ہے، بادل کڑکتے ہیں اور ہر ایک شخص نظامِ کائنات کو ایک نظر سے دیکھ سکتا ہے''۔ یہ محض ایک راز تھا جس کو بیان کرنا مشکل تھا۔ اس طرح سے مجھ میں ایسی شکتی پیدا ہوگئی کہ گورو کے بارے میں لکھنے کے لیے میرا قلم خود بہ خود چلنے لگتا تھا۔ اس عمل کے لیے مجھے ہر وقت بے پناہ سکون کی ضرورت تھی۔

میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ جو مغربی مفکرین نے پربھو کا تصور دیا ہے، وہ میرے خیالات سے مشابہت رکھتا ہے۔ جہاں پر مجھے اس پُر اسرار سادھو کے بارے میں لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی، جو خود ایک مجسم تھا لیکن مجسم ہونے کے پورے صفات ان میں نہیں پائے جاتے تھے۔ جس طرح سے دیوتاؤں کی ۱۶ کلائیں ہوتی تھیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بغیر الہام کے بعض لوگ بھگوان کا علم رکھتے ہیں۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو بھگوان کا علم خود بہ خود حاصل نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ نہایت ہی دشوار گذار تجربات سے گذر کر اس کا گیان حاصل کرسکتے ہیں۔ ہر ایک شخص فلسفی نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگ ان تجربات میں سے گذرنے کے عمل میں اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ ان کے پاس دیوتاؤں کے راز و اسرار کے بارے میں غور وفکر

کرنے کا وقت نہیں ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو روحانی علم جاننے اور اس پر غور کرنے کے لیے سنجیدگی سے کام نہیں لیتے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پڑھے لکھے لوگوں کا مجمع آسانی سے حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ ہماری سوچ چونکہ محدود ہے، اس لیے ہم سے غلطی بھی سرزد ہوسکتی ہے۔ ہم اپنی محدود سوچ سے بہ آسانی پھسل بھی سکتے ہیں۔ میں بالکل مطمئن تھا کہ جب تک بھگوان جی خود بہ خود ظاہر نہ ہوں گے، میرے لیے یہ ناممکن تھا کہ میں ان کی شخصیت اور ان کی تعلیمات کے بارے میں لکھ سکوں۔ اس لیے ہر وقت ان کا آشیرواد میرے ساتھ ہوتا تھا۔

بھگوان جی نے جو اپنے زمانے میں کہا اور آج کل جو سادھو سنت اور صوفی کہتے ہیں، ان کے خیالات میں تضاد پایا جاتا ہے۔ بھگوان جی کے بعض اقوال ایسے ہیں جو ہمارے ویدک لٹریچر اور پرانوں سے ملتے جلتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ پرانوں سے ان کے ملتے جلتے اقوال کو منظرعام پر لانے کے لیے ہمیں ویدک تہذیب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ویدواکھ جو کہ وید کہلاتا ہے۔ جیسے -ایکم، ست، وپراہ، بہودھا، وندنتی (جس کے معنی سچائی ہے، دانائی نہیں، دانائی ہم الگ الگ طریقوں سے بیان کرتے ہیں)۔ یودھشٹر نے دھرم کے بارے میں جو کچھ بھی کہا ہے، وہ حقیقت پر مبنی ہے۔

''شاستروں اور اخذ کیے گئے اقوال نے دھرم کو الگ الگ طریقوں سے بیان کیا ہے۔ اصل میں حقیقت کی ماہیئت اتنی گہری ہے کہ اس کو سمجھنے اور پرکھنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم روح کو آزاد کریں اور اسے دنیا کی پابندیوں سے نجات دلائیں۔''

مجھے بھگوان جی کی شخصیت اور ان کی تعلیمات پر لکھنے کا فخر'' فاؤنڈیشن'' والوں نے بخشا ہے۔ جس کے لیے میں ہمیشہ ان کا شکر گذار رہوں گا۔ میں نے اپنے لیے اس کام کو ہاتھ میں لینا اعزاز سمجھا۔ ورنہ میری تقدیر میں یہ بات کہاں تھی کہ میں ان کو ظاہری شکل میں دیکھ سکوں۔ یہ میرے لیے ایک موقع تھا کہ میں ان کی شخصیت

اور روحانی پیغام کا گہرائی سے مطالعہ کر کے ان کی تعلیمات کی تہہ تک علم و ادب کے ذریعہ سے پہنچ پاؤں۔ اس کام کو ہاتھ میں لیے جانے سے مجھے خود روحانیت کے مطالعہ کا موقع فراہم ہوا۔ یہ میرے لیے فخر کی بات ہے کہ میرا رابطہ ان دوستوں اور بزرگوں کے ساتھ ہوا جو بھگوان جی کے بہت ہی قریب تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جن کو بھگوان جی کا آشیرواد ملا، یا وہ بھی جو ان کے نورانی پیکر سے فیضیاب ہوئے تھے۔ میں ان کے آگے ادب سے سر خم کرتا ہوں جنھوں نے ان کے نام پر انسانیت کا پیغام پھیلایا ہے۔ کیونکہ یہ چراغ جلتا رہے گا اور اس چراغ کی روشنی سے لاکھوں اور چراغ جلتے رہیں گے اور چاروں طرف گیان کی روشنی پھیلاتے رہیں گے۔ اور عقیدت مند خود بہ خود بھگوان جی کے ساتھ روحانی رشتہ بناتے جائیں گے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ منزل حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کرنی پڑے گی۔ اگر یہ میرا چھوٹا موٹا کام کسی کی رہنمائی کرسکتا ہے تو مجھے انتہائی خوشی ہوگی کہ کوئی اور بھی میرے ساتھ اس سفر پر روانہ ہوا ہے۔ اس طرح سے مجھے معلوم ہوجائے گا کہ میرے کام کی ستائش ہورہی ہے۔

حقیقت میں مجھے اپنے مادر وطن کشمیر کے سادھوؤں، سنتوں اور صوفیوں کے بارے میں زیادہ علم نہیں ہے۔ پھر بھی میں نے بھکتی تحریک کے بعض سادھوؤں اور سنتوں کا تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے۔ مغرب سے گرونانک جی اور مشرق سے چیتنیہ مہا پربھو تک کا میں نے مطالعہ کیا۔ میں نے بھکتی شاعری کے سور داس، تلسی داس سے لے کر میرا اور رساخان تک تمام صوفیوں اور شاعروں کو پڑھا ہے۔ مجھے لل دید کے واکھوں، ننددرشی کے شرکھوں، اور روپ بھوانی کے رہس اپدیش کا اتنا ہی علم ہے جتنا کہ ایک عام کشمیری کو ہوسکتا ہے۔ میں نے صوفی شاعری کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ شمس فقیر، سوچھ کرال، نعم صاحب، وہاب کھار، شاہ غفور اور پرمانند، کرشن جوراز دان اور پرکاش رام کو بھی میں نے بغور پڑھا ہے۔ بچپن میں، میں نے کئی اور عظیم سادھوؤں کے بارے میں سنا تھا۔ کرشنہ کار، ریشہ پیر، میشا صاب، اور شکر شاہ کو کون بھول سکتا ہے۔

بعض صوفیوں اور سادھوؤں سے میں نے ملاقات بھی کی تھی۔ ان میں کش کاک، متھرا دیوی، رحمان صاب، سوامی لکشمن جو وغیرہ ذکر کے قابل ہیں۔ جوانی میں، میں سنسکرت کا طالب علم رہا ہوں۔ اسی وجہ سے مجھے اپنے مذہب کے بارے میں جانکاری فراہم ہوئی۔ مجھے فلسفے اور مذہب سے متعلق قدیم تصانیف کا مطالعہ کرنے کا موقع فراہم ہوا۔ شریمد بھگوت گیتا کا مطالعہ بھی میں خاص طور پر کرتا تھا۔ میں نے اس مقدس کتاب کے بارے میں بعض اہم تحریریں بھی پڑھیں۔ اس طرح سے مجھے گرو جی کو سمجھنے میں آسانی ہوگئی۔ اور میں ان کی زندگی کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کرسکا۔ اب یہ پڑھنے والوں پر منحصر ہے کہ وہ میرے ان تاثرات کو سمجھنے میں کہاں تک انصاف کریں گے۔ بھگوان جی کے بارے میں لکھنے سے خود میرا ذہن کشادہ ہوگیا۔ میں ان لوگوں کی قدر کرتا ہوں جو اپنی روحانی تعلیم کو فروغ دینے میں سرگرم حصہ لے رہے ہیں تاکہ وہ عوام کی فلاح و بہبود کے کام کرسکیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بھگوان جی ایک بہت بڑے سادھو تھے جو زبردست روحانی طاقت سے سرشار تھے۔ شری کرشن نے بھگوت گیتا میں کہا ہے:

''تمام روحانی طاقت رکھنے والوں میں فقط میں ہی کپل مُنی ہوں''، میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ آنے والے وقت میں چاروں طرف سے یہ آواز گونج اٹھے گی ''تمام روحانی طاقت رکھنے والوں میں، صرف میں گوپی ناتھ ہوں۔''

یہ میرا مصمم ارادہ رہا ہے کہ بھگوان جی کے بارے میں یا ان کی تعلیمات کے بارے میں جو کچھ بھی میں پڑھوں اس سے میری معلومات میں اضافہ ہو۔ اسی لیے میں ان کی سوانح عمری تحریر کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس بات میں بھی شک نہیں کہ بھگوان جی کے تئیں لوگوں کا شعور روز بہ روز بڑھتا جارہا ہے۔ اور وہ وقت دور نہیں جب ان کا پیغام آفاق گیر حیثیت اختیار کرلے گا۔ اور تمام دنیا امن و آشتی کا منبع بن جائے گی۔ یہی وہ پیغام ہے جو دنیا کو برباد ہونے سے بچائے گا اور انسانیت کی تقسیم

کو اعتدال پر لانے میں مددگار ثابت ہوگا۔ کیونکہ بھگوان جی ہماری رہنمائی کرنے کے لیے ثابت قدم ہیں اور ان کے آشیرواد سے ہم جلد ہی ترقی کی راہ پر گامزن ہوجائیں گے۔

وادئ کشمیر کی مٹی بڑی زرخیز اور پاک ہے۔ یہ سرزمین پہاڑوں کی چوٹیوں، دریاؤں اور چشموں، سرسبز میدانوں اور باغوں کی سرزمین ہے۔ اس سرزمین میں سادھوؤں اور سنتوں کی یادگاریں اور مقدس مقامات، ویشنو، شیو اور شکتی کے نام سے تعبیر ہیں۔ یہ خطہ خاک ماضی میں علم وادب اور دانش و ہنر کا منبع رہا ہے۔ اس نے بڑے بڑے عالم فاضل، اسکالر اور دانشور پیدا کیے ہیں، جنھوں نے ہر قسم کی کتابیں تخلیق کر کے ساری دنیا سے خراج حاصل کیا ہے۔ یہاں کے رہنے بسنے والے خدا ترس ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت ہی حلیم، مذہب پرست اور امن پسند ہیں۔ مختلف مندروں، استھاپنوں اور مہاتماؤں کے ہاں جانا شروع سے ہی ان کی عبادت بن گئی تھی۔ مذہبی تیوہاروں پر برت رکھنا ان کا صدیوں سے معمول بن گیا ہے۔ متبرک دنوں پر پیلے چاول تقسیم کرنا اور خاص موقعوں پر پوڑیاں بانٹنا، مختلف مذہبی مقامات پر اکٹھے آرتی اتارنا، بھجن اور کیرتن کرنا، ہاری پربت میں پری کرما کا فرض نبھانا، مختلف تیوہاروں پر یگیہ کرنا ایک عام کشمیری پنڈت کی روزمرہ زندگی کا حصہ بن گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وادئ کشمیر سادھوؤں اور سنتوں کی آماجگاہ رہی ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ بھگوان جی نے یہ مقدس سرزمین اپنے جنم لینے کے لیے تلاش کی تھی۔ وہ شریمد بھگوت گیتا کے سچے معنوں میں عاشق تھے۔ ایک جگہ کہا گیا ہے:

"جب ایک انسان اپنے اندر خود اپنے آپ کا عکس دیکھتا ہے، اس کو دوسروں کی خوشی خود اپنی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ وہ دوسروں کی خوشی میں بھی شامل ہوتا ہے اور ان کے غم میں بھی شریک ہوجاتا ہے۔ یہ وہی کرسکتا ہے جس کو اندرونی عرفان حاصل ہو۔"

بھگوان جی بھی ہر ایک پر مہربان تھے۔ وہ لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لیے ہمیشہ کمربستہ رہتے تھے اور یقینِ محکم کے قائل تھے۔ ان میں زبردست روحانی طاقت تھی اور اسی روحانی طاقت سے وہ ہر ایک انسان کی ضروریات کو پوری کرنے کے اہل تھے۔ انسان کا ارادہ جب پختہ ہو اور وہ محنت اور صبر سے کام لے اور پربھو کی دعائیں اس کے ساتھ ہوں تو اس صورت میں معبودِ حقیقی سے ملنے کا مقصد بھی پورا ہو جاتا ہے۔ میں یہاں ڈاکٹر سندرم کی کتاب کے اس پیغام کا اقتباس درج کرتا ہوں جو ہمارے بھگوان جی کے پیغام کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ ان کی کتاب کا مرکزی خیال بھگوان جی کی زندگی اور ان کے اقوال سے ملتا جلتا ہے۔ ایک جگہ اپنی اسی کتاب میں وہ رقمطراز ہیں:

> ''سچائی کائنات کی روح اور انسان کی زندگی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو اخلاق اور محبت سے چلایا جاسکتا ہے۔ وہ دقیق اور بے معنی یا مافوق الطبیعات کی تحقیق سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ہیں۔''

میں ان کا بے حد شکر گذار ہوں جنھوں نے مجھے اس مہاتما کے بارے میں مناسب اور مکمل معلومات فراہم کیں۔ میں مرحوم فوطیدار صاحب کا بھی شکر گذار ہوں۔ اور مجھے یہ کہتے ہوئے بے حد مسرت ہو رہی ہے کہ انھوں نے بھگوان جی کی زندگی اور ان کے عقائد و افکار کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا ہے اس سے میں نے راہ اور روشنی حاصل کی۔ جس کے لیے میں انہیں مبارکباد پیش کر رہا ہوں۔ یہ کتاب جگت گرو کے افکار و عقائد کے افہام و تفہیم میں بہت ہی معاون ثابت ہوسکتی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میرے ساتھ ساتھ دوسرے عقیدت مندوں نے بھی ان کے روحانی مشن کو فروغ دینا اپنی زندگی کا مقصد بنایا ہے۔ اس سلسلے میں جن لوگوں نے اپنی خدمات پیش کی ہیں، میں ان کا بھی احسان مند ہوں۔ میں ایسے الفاظ بھگوان جی کی نذر کرنا چاہتا ہوں جو آدھیا شنکرا نے دُرگا ماتا کے بارے میں پیش کیے ہیں:

''کاش میرے الفاظ بھگوان جی کی شان اور تعریف میں ہوتے
کاش میرے حرکات وسکنات پربھو کی پوجا ارچنا میں صرف ہوجاتے
میری ہر حرکت طواف ہوتی
کاش میرا جھکنا سجدہ کے مترادف ہوتا
میں جو کچھ بھی کرتا ہوں! ان کے احکامات سے ہی کرتا ہوں
میں نے نہ صرف اپنے آپ کو ہی بلکہ اپنے تمام اثاثے کو ان کے چرن کملوں میں نچھاور کیا ہے!!''

مجھے یہ تمام تحریریں، جو کہ عقیدت مندوں کی مجموعی کوششوں کا نتیجہ ہیں، بھگوان جی کے چرن کملوں میں پیش کرنے پر فخر محسوس ہورہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرے اس کام کی تکمیل میں ان کا آشیرواد ضرور شامل حال ہوگا۔

ایک جگہ کیا خوب تحریر کیا گیا ہے:

''یہ الفاظ آپ کے ہی ہیں اور مجھے آپ کی ہی نذر کرنے کی سعادت ہورہی ہے۔''

اس کتاب کا ہر ایک باب یا حصہ پربھو کا نام لے کر ہی رقم کیا گیا ہے۔ ان کے ہی آشیرواد نے میرے قلم کو صحیح سمت عطا کی ہے۔ جس طرح سے ان کا حکم تھا اسی طرح سے میں نے اس کتاب کو ضبطِ تحریر میں لایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ پڑھنے والے مجھ سے یہ سوالات ضرور کریں گے کہ میں کون ہوں؟ میں کہاں سے آیا ہوں اور میرا مقصدِ حیات کیا ہے؟ میں پورے اعتماد سے کہتا ہوں کہ وہ بھگوان جی کے آشیرواد سے ان تمام سوالات کے جوابات بہ آسانی پالیں گے۔ میری یہ کوشش ان کو ضرور اطمینان اور انبساط سے سرشار کرے گی اور ان کی روحانی زندگی کو بامقصد بنائے گی۔

آخر میں میں اپنے آپ کو بہت ہی خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے بھگوان جی کا آشیرواد ملا ہے اور آگے بھی ملتا رہے گا۔

ٹی این دھر ''کندنؔ''

پہلا باب

''جب نیکی اور دیانتداری زوال پذیر ہو اور برائی کا عروج ہو، تب میں جنم لیتا ہوں''۔ جب ستی سر کے بیٹے نیل نے ستی سر سے پانی باہر نکال دیا تو کشپ رشی کے دِل میں خواہش جاگ اٹھی کہ کشمیر کو رشیوں اور سنتوں کا مسکن بنایا جائے۔ اسی لیے اس پاک سرزمین کو انھوں نے رشیوں اور سنتوں کی آماجگاہ میں تبدیل کیا۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ وادیٔ کشمیر سادھوؤں کی جنم بھومی ہے۔ یہاں کے پہاڑوں کی چوٹیوں سے امرت برستا ہے۔ یہاں کے چشموں سے صاف وشفاف پانی رواں دواں ہے۔ یہاں کے چپے چپے پر عبادت گاہیں ہیں۔ یہاں کے قرب و جوار میں نہ جانے کتنے سادھوؤں اور سنتوں نے جنم لیا ہے۔ ان سادھوؤں اور سنتوں نے اپنے عقیدت مندوں کو وقت وقت پر روحانی علم اور دماغی سکون سے فیض یاب کیا ہے۔ ان میں سے بعض عقیدت مندوں نے مختلف اصناف اور فارموں میں الگ الگ رنگ کے بھکتی گیت گائے ہیں۔ بھجن، لیلا، واکھ، شرکس وغیرہ روحانی اور اخلاقی پیغامات سے مزین ہیں۔ ان رشیوں اور سنتوں نے جو پیغامات دئے ہیں وہ صداقت، پاکیزگی اور سعادت مندی سے لبریز ہیں۔ اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ہندو دور میں بہت سارے ایسے پڑھے لکھے دیکھنے میں آتے ہیں جیسے واسوگپت، اتپل دیو، سوم آنند، ابھنوگپت اور دوسرے، جنھوں نے ترکا فلسفے کو آفاق گیر حیثیت دی۔ جو اپنی پہچان

رکھتے ہیں۔ انھوں نے سنسکرت زبان میں طبع زاد عہد نامے اور تبصرے بھی لکھے جن میں پرمارتھ سرا، شیوا درشٹی، شیواس توترا ولی، سپند کاریکا اور تنترلوک وغیرہ کے نام خاص طور پر لیے جاسکتے ہیں۔

چودھویں صدی عیسوی کے بعد مسلمانوں کے عہد میں بعض مہاتما ایسے بھی گذرے ہیں جنھوں نے کشمیری زبان میں بہت کچھ لکھا اور کہا۔ ان میں سے للہ دید کا نام سرفرست ہے۔ ان کے معاصرین میں نُندرشی، روپ بھوانی، پرمانند، کرشن جوراز دان جیسے بہت سارے سادھوؤں اور سنتوں کے نام سامنے آجاتے ہیں۔ جنھوں نے اپنے افکار ونظریات کے ذریعہ انسانیت کا پیغام دیا۔ اسی دور میں بعض مسلمان صوفی سنت اور فقیر بھی سامنے آئے جن میں سوچھ کرال، رحمان ڈار، شاہ غفور، وازہ محمود، شمس فقیر، وہاب کھار، نعیمہ صاحب، اسد پرے اور احدزرگر کے نام قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے وہ نغمے تخلیق کیے جن سے روحانیت کے سرچشمے پھوٹتے ہیں۔ بعض سادھو، سنت اور فقیر ایسے بھی تھے جنھوں نے کوئی کتاب نہیں لکھی لیکن انھوں نے اپنے تجربات سے دوسروں کو راستہ دکھایا اور انسانیت اور عالمی برادری کا پیغام عام کیا۔ کرشن جوراز دان، ریشہ پیر، سونہ کاک، جیون شاہ، کشہ کاک، نندبب، سوامی نندلال، گرٹہ بب، متھرا دیوی، سوامی لکشمن جو اور شنکر راز دان وغیرہ جیسے سادھوؤں اور سنتوں، درویشوں اور فقیروں کو اب بھی دُنیا یاد کررہی ہے۔ ایسے ہی روشن ستاروں میں بھگوان گوپی ناتھ جی کا نام بھی لیا جاسکتا ہے۔ جن کے روحانی کارناموں کی وجہ سے ان کے جیتے جی ''جگت گرو'' کا خطاب مل گیا۔ وہ ۱۹ویں صدی کے اواخر میں سری نگر میں پیدا ہوئے اور سری نگر کو ہی اپنا مستقل مستقر بنایا۔ جو کہ وادیٔ کشمیر کی موسم گرما کی راجدھانی ہے۔

سری نگر کا شہر ''وِتستا'' کے کنارے واقع ہے۔ یہ دریائے جہلم کے نام سے بھی دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کو وادیٔ کشمیر کی شہ رگ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دریا چشمہ ویری ناگ سے پھوٹتا ہے لیکن اس کا منبع ویتھ وتھور ہے۔ یہاں کشمیری پنڈتوں کا ایک

مشہور تیرتھ استھان بھی ہے۔ پرانے زمانے میں اس دریا پر سات پل ہوا کرتے تھے۔ جو سارے شہر کو آپس میں ملاتے تھے۔ لیکن آج کل ان کی تعداد نو سے تجاوز کر گئی ہے۔ دوسرے اور تیسرے پل کے بیچ میں دریا کے دائیں کنارے پر ایک گنجان محلّہ آباد ہے، جو بھانہ محلّہ کے نام سے مشہور ہے۔ لکشمن جو بھان، جو ڈوگرا عہد میں محکمہ مال میں کلکیٹر تھے، اسی محلے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے بیٹے پنڈت نرائن جو بھان کی شادی خانہ آبادی شریمتی ہاروال سے رچائی گئی تھی۔ وہ پنڈت پرشاد جو پارمو کی بیٹی تھیں۔ جن کے ہاں 3/جولائی 1898ء کو ایک بچہ تولد ہوا جس کا نام گوپی ناتھ رکھا گیا اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ کے نام سے مشہور ہوا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کی پیدائش سے قبل سوامی وویکا نند جوان دنوں کشمیر کی سیاحت پر آئے تھے، اسی جگہ تشریف لے گئے اور ان کے گھر والوں کو بلا کر یہ بشارت دی کہ اس گھر میں عنقریب ہی بہار آئے گی۔ لیکن اس کے برعکس بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سوامی جی گھر کے اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ تھوڑی دیر کے لیے انھوں نے گھر کے باہر ایک درزی کی دوکان پر قیام کیا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ کمنگ ایونٹس کاسٹ دیر شیڈز بیفور۔ یعنی ''ہونی کا سایہ پہلے پڑتا ہے۔'' شاید سوامی جی کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس جگہ کوئی پاک آتما جنم لے رہی ہے۔ اسی دوران 1898ء میں لندن کے چلٹن ہیم میں رونالڈ نکسن پیدا ہوئے، جو 1921ء میں بھارت آگئے اور سنیاسی بن گئے۔ وہ شری کرشنا پریم ویراگی کے نام سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ جو یشودھا ماں کے شاگرد تھے۔ اس سے دو سال پہلے 1896ء میں سوامی اے سی بھکتی ویدنتا نے جنم لیا جو ''انٹرنیشنل سوسائٹی آف کرشنا کانشسنس اور آنند مائی'' کے بانی تھے۔ اسی دور میں بھارت میں سوامی شیوانندا سروستی بھی تھے، جو ڈیوائن لائف سوسائٹی آف رشی کیش کے بانی مانے جاتے ہیں۔ یعنی ۱۹ ویں صدی کے آخری دہے میں بعض ایسی شخصیات نے جنم لیا جنھوں نے اپنے تجربات سے مختلف شعبوں میں

انقلاب برپا کیا۔ بھگوان گوپی ناتھ جی نے بھی اسی مقدس دہے میں جنم لیا۔ ان کے والد پنڈت نرائن جو ایک منفرد انداز کے مذہبی آدمی تھے، وہ پشمینہ سازی کے کاروبار سے منسلک تھے۔ ان کی شخصیت دُنیاوی چیزوں کے لالچ سے مبرا تھی۔ انھوں نے بھانہ محلہ میں اپنی تمام موروثی جائداد اپنی سوتیلی ماں اور اس کے بچوں کو عطا کی تھی اور خود وہ بھانہ محلّہ میں پنڈت شیوجی خیبری کے مکان میں رہائش کرنے لگے۔ خاندان کے تمام افراد کے علاوہ ان کے ساتھ 10 سالہ گوپی ناتھ جی بھی تھے۔ ان کی دو اور نرینہ اولاد تھی۔ پہلی اولاد غیر شادی شدہ تھی اور انھوں نے اپنی تمام عمر کنوارے پن میں گذاری۔ وہ کسٹم وایکسائز کے دفتر میں ملازم تھے اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکے اور 1946ء میں اس دنیا کو خیر باد کہا۔ ان کی دوسری اولاد کو بر برشاہ کے کاک خاندان نے گود لیا تھا۔ اگرچہ ان کی شادی ہو چکی تھی لیکن بدقسمتی سے ان کی بھی کوئی اولاد نہ ہوسکی۔ وہ ریاست کے پی ڈبلیوڈی محکمے میں ایک ڈرافٹس مین کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ ان کا انتقال 1964ء میں ہوا۔ ان میں ایک اور اہم بات یہ پائی جاتی تھی کہ انھوں نے اپنے خاندان کی مذہبی روایات برقرار رکھیں۔ وہ دن رات غریبوں، مفلسوں اور لاچاروں اور بیماروں کی خدمت گزاری میں مصروف رہتے تھے۔ ان کی موت کے وقت بھگوان جی نے یہ معنی خیز جملہ کہا تھا: ''وہ بھگوان کے پاس چلے گئے اور اس لیے اس میں کوئی حیرانی نہیں تھی کہ انھوں نے اپنا شریر چھوڑ دیا۔'' اس طرح سے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ وہ بھی روحانی طاقت رکھتے تھے اور اعلیٰ مرتبہ کے گیانی تھے۔ ان میں ایک خاص قسم کے گرہستی سادھو کے تمام اوصاف موجود تھے۔

شریمتی ہار مال بھگوان جی کی والدہ پنڈت پرساد جو پارمو کی بیٹی تھیں جو سری نگر کے سکہ ڈافر علاقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں بھی ایک پہنچے ہوئے سادھو کے تمام اوصاف پائے جاتے تھے۔ وہ اور جمنا گری کے سوامی آنند جی شوپیاں سے

تعلق رکھنے والے ایک ہی گورو کے چیلے تھے۔ پنڈت پارمو اتنے اونچے درجے کے سنت تھے کہ انہیں ''زڈبرتھ'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہ نام ان کو پرانوں کے سادھو زڈبرتھا کے نام پر تفویض کیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ لااولاد تھے، اس لیے انھوں نے مادھو جو کے نام سے ایک بچے کو گود لیا تھا۔ ایک دن انہیں تولہ مولہ کے تیرتھ استھاپن میں سمادھی کے دوران ان کے خیالوں میں شری راگینیا بھگوتی آگئی اور بچہ گود لینے پر شدید قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا۔ کیونکہ وہ خود ان کے گھر میں جنم لینا چاہتی تھیں۔ ہارمال نے اسی لیے ان کے گھر میں جنم لیا تھا کہ انھیں بھگوان جی کو جنم دینا تھا۔ یہ تصورات ۱۷ویں صدی کے سادھوؤں کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ پنڈت مادھو جی دھر نے ایسی ہی لڑکی کی پیدائش کے لیے بھگوتی شاریکا کی شرن میں آکر بھیک مانگی تھی۔ جب ان کی پرارتھنا قبول ہوئی تو اس کے بعد ان کے گھر میں ایک لڑکی نے جنم لیا، جس کا نام الکھ شری رکھا گیا جنہیں عوام روپ بھوانی کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں۔ وہ بھگوان جی کے ہم عصر صوفیوں اور سنتوں میں منفرد مقام رکھتی ہیں۔ انھوں نے ریشی اپدیش کو عام کیا۔ اس کے بعد بھگوان جی کے نانا شری پارمو کے ہاں دو لڑکیاں بدردید اور زپردید اور دو لڑکے بھگوان داس اور دمہ کاک پیدا ہوئے۔ اس دور میں ان کے گھر میں ست سنگ اور روحانی محفلوں کا انعقاد معمول بن گیا تھا۔ پرشاد جو پارمو نے اپنی چھوٹی بیٹی زپردید کو جپ یوگا کی تربیت دلائی۔ اس طرح سے انھوں نے صرف 50 برس کی عمر میں ہی روحانی طاقت حاصل کر کے سنتوں اور سادھوؤں کی دنیا میں نام پیدا کیا۔ ان کا بیٹا پنڈت بھگوان داس پارمو بھگوتی شاریکا کا بھکت بن گیا۔ وہ روزانہ ہاری پربت کی پری کرما دینے کے لیے جایا کرتے تھے۔ ان کے گھر میں ایک خاص قسم کے یوگا کی تربیت ہر روز دی جاتی تھی۔ وہ ہاری پربت کے دامن میں واقع پکھری بل بھی جایا کرتے تھے اور شام کو کاٹھی دروازے کے راستے سے واپس گھر لوٹنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ پکھری بل کا چشمہ سال میں دوبار صاف کیا جاتا تھا۔ گوپی

ناتھ جی جو ان دنوں نوجوان تھے، اس کام کو خود اپنے ہاتھوں میں لیا کرتے تھے۔ وہ چشمے کی نچلی تہہ سے کیچڑ، سڑے ہوئے پھول اور روزانہ پوجا ارچنا کے دوران دیوی کی نذر کی گئی باقی چیزوں کو بھی سلیقے سے رکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ پوتر استھاپن اور مندر میں داخل ہو کر یگیہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ ان تمام باتوں سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بھگوان جی بچپن سے ہی مذہبی کاموں سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ بھگوان جی کی والدہ ایک مذہب پرست خاتون تھیں۔ وہ یوگ آسن سے خاص دلچسپی رکھتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے جس خاندان میں شعور کی آنکھ کھولی وہ صوفیوں، سادھوؤں اور سنتوں کا خاندان تھا۔ خود بھگوان جی کی نانی اماں راگنیا بھگوتی کا روپ سروپ تھیں۔ ان کے نانا جی، ماما اور مامی تمام صوفی عقیدے کے حامی تھے۔ ان کے گھر میں ہمیشہ بھجن کیرتن ہوتے تھے اور خاص موقعوں پر ست سنگ کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ اس طرح سے ان کے گھر کا ماحول اور بھی پوتر اور پاک بن گیا تھا۔ خود بھگوان جی جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہاں کا ماحول بھی صوفیانہ تھا۔ ان کے بڑے بھائی اپنی تمام عمر روحانیت کی تعلیم و تربیت سے سرشار رہے تھے۔ بھگوان جی کا چھوٹا بھائی سادھوؤں کی سیوا میں ہر دم لگا رہتا تھا۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ وہ ہمیشہ دھرم سادھنا کے اصولوں پر قائم و دائم رہے۔ انھوں نے اپنا سارا بچپن دیوتاؤں کی خدمت گزاری میں بسر کیا۔ وہ اپنے گھریلو معاملوں میں زیادہ دخل اندازی نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی ہی دُھن میں مست رہتے تھے۔ انھوں نے نہ صرف گھریلو کاموں کو تیاگ دیا تھا بلکہ کھانا پینا بھی ترک کر دیا تھا۔ یہ سلسلہ ان کی آخری عمر تک جاری رہا۔ یہ ضرب المثل کیا خوب ہے کہ: ''آنے والے واقعات اپنے آثار پہلے ہی نمایاں کر دیتے ہیں۔''

خاندانی روایات نے ان میں روحانیت کا بیج ان کے بچپن میں ہی بویا تھا۔ لیکن اُن کی طرف نہ تو کسی نے توجہ کی اور نہ ہی انھوں نے اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی

کوشش کی۔ وہ اپنی ہی دنیا میں مست رہتے تھے۔ دھیمی آواز میں بولنا اور بہت کم بولنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ جو بھی بات انہیں لوگوں تک پہنچانی ہوتی، وہ براہ راست ان سے رجوع نہیں کرتے بلکہ اشاروں اور کنایوں میں اپنی بات کہتے تھے۔ یا پھر ان کے چہرے پر وہ بات خود بہ خود ظاہر ہوجاتی تھی۔ بھگوان جی کی دو بہنیں تھیں۔ ان کی بڑی بہن کا نام دیو مالی تھا۔ وہ عین جوانی میں ودھوا ہوگئیں۔ ان کی دو بیٹیاں تھیں۔ ان کی قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ وہ جلد ہی گھریلو پریشانیوں سے دست بردار ہوکر بھگوان جی کے کاموں میں جُٹ گئیں۔ اس وقت بھگوان جی اپنے پورے روحانی جلال میں تھے۔ انھوں نے اپنی اس ودھوا بہن کی رہنمائی کرنا اپنا اولین فرض سمجھا۔ ان کی بہن بھی، زندگی کی آخری سانسوں تک بھگوان جی کی ہی حامی بھرتی رہیں۔ وہ 1965ء میں انتقال کرگئیں۔ بھگوان جی کو ان کے جانے کا صدمہ عمر بھر رہا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے ہمراہ ہوتے تھے۔ حتی کہ جب بھی بھگوان جی مختلف سنتوں اور سادھوؤں سے ملاقات کرتے تھے تو ان کی بہن کا اس محفل میں شامل ہونا لازمی ہوجاتا تھا۔ دیو مالی کی بڑی بیٹی شریمتی کملا جی کی شادی پنڈت شیام لال ملہ کے ساتھ رچائی گئی۔ ان کے ہاں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں پیدا ہوئی تھیں۔ وہ چندہ پورہ میں رہائش کرتے تھے۔ جہاں بھگوان جی نے اپنی زندگی کے آخری گیارہ سال گزارے تھے۔ دیو مالی کی دوسری بیٹی چاندا جی کی شادی پنڈت مادھو جو سے رچائی گئی تھی۔ بھگوان جی نے 1956ء سے پہلے کا کچھ عرصہ انہیں کے ہاں گذارا تھا۔

بھگوان جی کی چھوٹی بہن کا نام شریمتی جانکی دیوی تھا۔ وہ دو لڑکوں اور دو لڑکیوں کو جنم دے کر انتقال کرگئیں۔ انہیں بھی اپنے بھائی کے ساتھ عقیدت تھی اور وہ بھی ان کے ساتھ اکثر موقعوں پر حاضر ہوا کرتی تھیں۔ اس دور تک آتے آتے بھگوان جی نے بے شمار تجربے حاصل کیے تھے۔ انھیں اس دنیا کے کارِزار کو جاننے اور سمجھنے کا زبردست موقع ملا۔ ان کے عزیز واقارب باری باری اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ لٰہذا

ان کے دل میں ایک نہ پُر ہونے والا خلا پیدا ہوگیا تھا۔ وہ غور وفکر میں محو رہتے تھے۔ آخران کی نگاہیں کھل گئیں۔ ان کی زندگی میں ایک ایسی منزل آگئی جب وہ خود اپنے ہی بارے میں سوچنے لگے، اپنے آپ سے گفتگو کرنے لگے اور ایک خاص قسم کی آسودگی حاصل کرنے لگے۔ بھگوان جی میں ایک خاص بات یہ پائی جاتی تھی کہ وہ کھلے عام اپنے راز کو ظاہر ہونے نہیں دیتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نوجوانی کے دنوں میں ان کے ہاں سادھوؤں، صوفیوں اور سنتوں کے عادات ہرگز نہیں پائے جاتے تھے، بلکہ انہیں یہ تمام چیزیں وراثت میں ملی تھیں۔ سادھنا کے بیج ان کے اندر پہلے سے ہی موجود تھے۔ اسی بیج نے ان کے اندر صوفیانہ جذبہ پیدا کیا۔ اور جلد ہی اس کی خوشبو ان کے رگ رگ میں پھیل گئی۔ بھگوان جی کی روحانی زندگی کو مستحکم کرنے میں اصل میں ''سنچت پنیہ'' نے زبردست پہل کی۔ اگران کے اندر پیدائش سے ہی صوفیوں اور سنتوں کی خدمت گزاری کا جذبہ نہ ہوتا تو روحانیت سے ان کا کبھی بھی اتنا لگاؤ نہیں ہوتا۔

جب بھگوان جی صرف 10 سال کے تھے تو ان کے والد نے اپنا مکان چھوڑ کر پنڈت شیو جی خیبری کے مکان میں رہائش اختیار کی جو بھانہ محلّہ میں واقع تھا۔ انھوں نے اپنا تین منزلہ مکان بشمول مال و جائداد اپنی سوتیلی ماں اور ان کے بچوں کی نذر کردیا۔ بھانہ محلّہ میں تقریباً ڈیڑھ سال تک قیام کرنے کے بعد وہ 1909ء میں شالہ یار کے پنڈت کیشو جی نگاری کے مکان میں منتقل ہوگئے۔ وہاں انھوں نے تین سال تک قیام کیا۔ یہ عرصہ ننھے گوپی ناتھ کے لیے قدرے سکون و آرام کا زمانہ تھا۔

گوپی ناتھ جی اپنی والدہ کا بے پناہ خیال رکھتے تھے۔ وہ ان کے اصولوں اور آدرشوں کو عزیز رکھتے تھے۔ ان کی جدائی کسی بھی صورت میں وہ برداشت نہیں کرتے تھے اور ہر دم ان کے قدموں پر اپنی جان نچھاور کرتے تھے۔ والدہ بھی ان کو ہمیشہ دعائیں دیتی تھیں۔ وہ ان دنوں انتقال کرگئیں جب گوپی ناتھ کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ ماں کی جدائی کا صدمہ وہ برداشت نہ کرسکے۔ یہیں سے ان کی زندگی

میں زبردست تبدیلی رونما ہونے لگی اور وہ اپنے معبودِ حقیقی کے خیالوں میں گم ہونے لگے۔ مستقل سکونت اختیار کرنے کے بارے میں گوپی ناتھ جی کے خاندان کا طرزِ عمل عجیب رہا۔ یہ خاندان مختلف اوقات پر مختلف جگہوں پر سکونت اختیار کرتا رہا۔ چنانچہ 1912ء میں یہ خاندان راجوری کدل منتقل ہوجاتا ہے اور وہاں پنڈت کیلاش جو بھان کے ہاں رہائش کرنے لگتا ہے۔ جب بھگوان جی کا شعور بالغ ہونے لگا تو وہ اپنے ماما کے ساتھ پشمینے کی تجارت کرنے لگے۔ اس کے بعد انھوں نے ویلش ناتھ پرنٹنگ پریس میں کمپوزیٹر کے طور پر ملازمت اختیار کی۔ یہاں وہ تین سال تک اپنی ڈیوٹی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ اس دوران ان کے گھر والے راجوری کدل سے سکہ ڈافر منتقل ہوگئے۔ ناچار ہوکر گوپی ناتھ کو بھی سکہ ڈافر میں رہائش اختیار کرنی پڑی۔ یہاں انہیں اپنے اندر عجیب قسم کی تبدیلی محسوس ہوئی۔ یہیں سے ان کی روحانی زندگی کا چراغ روشن ہوتا ہوا دکھائی دیا۔ پہلے وہ زن کاک سادھو کے ہاں جایا کرتے تھے اور اب وہ جٹا داری سنت بالک کاؤ جن کو بال جی کے نام سے بھی جانا جاتا تھا کے چرن کملوں میں رہنے لگے۔ سکہ ڈافر میں ان کا قیام تقریباً سات سال تک رہا۔ پریس میں بھگوان جی صرف 3 سال تک کام کرتے رہے۔ اس کے بعد وہ کچھ عرصہ تک ,کریانے کی دُوکان چلاتے رہے۔ 1920ء میں صفا کدل کے پنڈت کیشو جودر کے گھر میں قیام کرنے لگے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی ,کریانے کی دوکان بھی سکہ ڈافر منتقل کردی۔ یہاں انھوں نے دُوکان چلانے کے ساتھ ساتھ نوجوان دوستوں کا ایک گروہ منظم کیا جس کے وہ خود سرپرست تھے۔ یہ گروہ تولہ مولہ، وژار ناگ اور مہادیو میں واقع مختلف مذہبی مقامات پر جانے کے لیے پروگرام ترتیب دیتے تھے۔ انہیں بہت سے سنتوں اور سادھوؤں کے قدموں میں بیٹھنے اور ان کے ساتھ گفت و شنید کرنے کا زبردست شوق تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ان ملاقاتوں میں وہ سادھوؤں اور سنتوں سے براہ راست استفسارات کرتے رہے اور خاطر خواہ جوابات پاتے

رہے۔ چونکہ یہ گفتگو عام قسم کی گفتگو نہیں ہوتی تھی لہٰذا خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دنیوی معاملات کے بارے میں ان سے تبادلہ خیال کرتے تھے۔ وہ کچھ وقت اپنی روحانی منزلوں کی تربیت حاصل کرنے میں بھی صرف کرتے رہے۔

یہ کوئی عام بات نہیں ہے کہ کسی گھر میں سادھو پیدا ہو جائے۔ کشمیری زبان کی ایک ضرب المثل کے مصداق "لمبہ چھ پمپوش پھٹان" جس کا مطلب یہ ہے کہ دلدل میں ہی کنول کے پھول کھلنے لگتے ہیں۔ اس طرح سے کشمیر کے عام گھرانوں میں ایسے بھی سنت صوفی اور سادھو پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے اپنے کارناموں سے ساری دنیا میں ایک مثال قائم کی۔

14ویں صدی عیسوی میں ہمارے ہاں ایک عظیم صوفی اور شاعرہ لل دید پیدا ہوئیں۔ جن کے واکھ اور کہاوتیں لوگوں کی ورد زبان ہیں۔ 18ویں صدی عیسوی میں روپ بھوانی پیدا ہوئیں، جو ماتا شاریکا کا سروپ ہیں۔ ہمارے ہاں کرشنہ کار جیسے مہاتما پیدا ہوئے ہیں۔ ریشہ پیر کا شمار بھی صفِ اول کے صوفیوں، درویشوں اور فقیروں کی فہرست میں شامل ہے۔ وہ پیر پنڈت پادشاہ کے نام سے بھی جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ انھیں اپنے روحانی محارات کی وجہ سے "مشکل کشا ہر دو جہاں" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ پیر پنڈت دونوں دنیاؤں کے بادشاہ ہیں اور وہ تمام مشکلات حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح سے اور بھی کئی صوفیوں، سنتوں اور فقیروں کے نام زبان پر آجاتے ہیں جنھوں نے اپنے روحانی کارناموں سے ساری دنیا میں نام پیدا کیا ہے۔ ان میں سے کش کاک، نند بب، گرٹ بب، متھرا دیوی، اور ستی دید کے نام بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ کشمیری شیوازم کے پیروکار واسو گپت، اتپھل دیو، سوما آنند، ابھنو گپت، سوامی رام، سوامی مہاتاب کاک اور سوامی لکشمن جو کے کارہائے نمایاں پر ہم فخر کر سکتے ہیں۔ انھوں نے کشمیر کی سرزمین میں ترکہ فلسفے کی بنیاد ڈالی۔ یہ تمام فلسفے حقیقت پر مبنی ہیں اور ان کو خیالی کہنا مبالغہ آمیزی سے کام لینے کے مترادف ہے۔ اس

فلسفے کے 36 ترکیبی عناصر ہیں۔ خارجی اراکین سے داخلی اراکین کی طرف چلنے سے اور پھر واپس آنے کے بعد ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں یہ دونوں پھر سے ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ بنانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ کشمیر کے ماحول میں یہ تأثر شدت سے محسوس کیا جاتا تھا کہ یہاں بھگوان گوپی ناتھ جی نے جنم لیا۔ جو خود اپنی ہی زندگی میں جگت گرو کہلائے۔ جس کا مطلب دنیا کے نظام سے آشنا ہونا ہے۔ ان کے عقیدت مند انھیں بب کے نام سے پکارتے تھے۔ جس کا مطلب والد کے ہیں۔ ان کے بعض عقیدت مند انھیں 'بب بھگوان' کے نام سے یاد کرتے ہیں اور بعض انھیں گاڈ فادر بھی کہتے ہیں۔ وہ لوگ کتنے خوش قسمت ہیں جنھوں نے بب بھگوان کو گاڈ فادر تسلیم کیا ہے۔ وہ ان کی بہت امداد کرتے تھے اور انہیں روحانی تعلیم سے سرشار کرتے تھے۔ دنیا کے کونے کونے میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی وہ مدد بہم پہنچاتے تھے۔ ان کے یوم ولادت اور یوم وفات دنیا کے تمام ممالک اور سمندر پار بھی نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ منائے جاتے ہیں۔

بھگوان جی کے ماتھے سے خود بہ خود نور ٹپکتا تھا۔ وہ چاند کی طرح شانت سبھاؤ کے تھے۔ ان میں سمندر کی طرح گہرائی تھی۔ وہ شبنم کی طرح تروتازہ تھے۔ وہ ایک بڑے برگد کے پیڑ کی طرح ہر ایک کو اپنے پہلو میں پناہ دیتے تھے۔ جب ہم ان کی کوئی تصویر یا کوئی پوٹریٹ دیکھتے ہیں تو اپنے اندر مقناطیسی کشش محسوس کرتے ہیں۔ ہم ان کی آنکھوں کی چمک اور خوبصورتی سے سرشار ہوتے ہیں۔ جس طرح سے ایک بند کمرے کی کھڑکی سے کوئی کرن اچانک اندر داخل ہوجاتی ہے۔ لگتا ہے جیسے اونچے پہاڑوں کے پیچھے سے سورج چڑھ رہا ہے۔ یہ منظر کتنا دلکش اور دل پذیر ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں پھول ایک ساتھ کھل اٹھے ہیں۔ اس لیے بھکت بھگوان جی کے ادھ کھلے ہونٹوں کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ لگتا ہے جیسے وہ رگ وید کے 'رچا' اور سام وید کے 'ساما' کے تصورات میں کھوئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اندر سے اوم

چہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بھگوان جی شاستریہ سنگیت اور کلاسیکی موسیقی کے دلدادہ تھے۔ انسان ان کی سفید پگڑی اور رنگ دار فرن میں سے نکلنے والی چمک سے سرشار ہوجاتا ہے۔ ان کی روشنی تمام کائنات کو منور کرتی ہے۔ ہاری پربت میں شاریکا شیلا میں سے جو چمک نکلتی ہوئی نظر آتی ہے، وہی چمک بھگوان جی کے ماتھے پر لگے ہوئے تلک میں سے بھی نظر آتی ہے۔ وہ ایک سنیاسی تھے جنھوں نے طوفانوں کا مقابلہ کیا تھا۔ وہ بڑے خوددار تھے جو کبھی اپنے نام یا شہرت کے پیچھے نہیں بھاگے۔ انھوں نے نہ صرف اپنے آپ میں خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے جنم لیا تھا بلکہ وہ دوسروں کی بھلائی بھی چاہتے تھے۔ ان کا ہر لمحہ عام انسان کے مصائب و مشکلات دور کرنے کے لیے گذرتا تھا۔ وہ اپنے بھکتوں کی کشتی کو ہر دم طوفان سے نکالنے کا گُر جانتے تھے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن نے اپنے تجربے کی بنیاد پر ایسے ہی مہان لوگوں کے لیے کہا ہے:

روح، خاموشی اور کائنات کے اسرار و رموز جاننے کے لیے قدیم دانشوروں اور محققین نے جو اصول وضوابط وضع کیے ہیں ان کو جاننا، ان کی تہ تک جانا اور ان کو پرکھنا نہایت ہی لازمی ہے۔ ان چیزوں کی گہرائی میں جانے سے ذہن کے دریچے کھل جاتے ہیں اور انسان روحانیت کی راہ پر گامزن ہوجاتا ہے۔ بھگوان جی بھی بچپن سے ہی روحانی دنیا میں محو رہتے تھے۔ وہ شادی کے بندھن میں گرفتار ہونا نہیں چاہتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ گرہست سنبھالنے سے وہ عبادت کو اتنا وقت فراہم نہیں کرپائیں گے اور اس طرح سے ان کی زندگی کا مقصد فوت ہوجائے گا۔ ہمارے پاس اکثر سادھوؤں کی مثالیں موجود ہیں جو اسی وجہ سے گرہست نہیں سنبھال سکے۔ اگر کسی کو زور زبردستی سے ایسا کرنے پر مجبور کیا بھی گیا تو وہ گھر گرہستی سنبھالنے میں ناکام رہا۔

چودھویں صدی میں نُند ریشی کو زور زبردستی سے ازدواجی زندگی میں باندھ لیا

گیا تھا۔ اچانک ان کی بیوی اس دنیا کو خیر باد کہہ گئیں اور وہ خود عبادت کی غرض سے ایک غار میں داخل ہوئے۔ اس لیے بچوں کو پالنے پوسنے کی ذمہ داری ان کی عمر رسیدہ والدہ پر آن پڑی۔ کہا جاتا ہے کہ جب وہ بڑھاپے کی وجہ سے اپنا فرض نبھانے میں ناکام رہیں تو انھوں نے یہ دعا کی کہ انہیں اس تکلیف دہ ذمہ داری سے نجات دلائی جائے۔ ان کی دعا قبول ہوئی تو اسی وقت یہ دونوں بچے اللہ کے دربار میں چلے گئے اور وہ عمر رسیدہ خاتون اپنے فرائض سے سبکدوش ہوگئیں۔

بھگوان جی نے بھی شادی کرنے کا ارادہ ترک کیا ہوا تھا۔ وہ درویشانہ زندگی بسر کرنے کے اپنے ارادے پر قائم تھے۔ کیونکہ ان کا شروع سے ہی روحانیت کی طرف رجحان تھا۔ بھگوان جی اپنے ان عقیدت مندوں پر بہت مہربان تھے جو اپنا گھر گرہست چلانے کا کام اچھی طرح سے نبھاتے تھے۔ ان کو یہ معلوم تھا کہ وہ بھی روحانی طاقت حاصل کر سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ دشوار گذار مرحلوں کا نہایت ہی خوش اسلوبی سے مقابلہ کریں۔

بھگوان جی ایک مہان سادھو تھے جو گروہ بندی کے قائل نہیں تھے۔ وہ محض تبلیغ کرنے یا فلسفہ جھاڑنے کے قائل نہیں تھے۔ ان کا مقصد سچائی کی تلاش تھا۔ ان کا کام لوگوں کے درد کا مداوا کرنا تھا۔ وہ ضرورت مندوں کو روحانی تعلیم بھی دیتے تھے۔ ان کے دل میں، ان کے دماغ میں اور ان کے وضع قطع میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آتی تھی۔ وہ اپنے روحانی کمالات کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے بہت سارے نوجوانوں کی ایک تنظیم بنائی تھی جو وقت وقت پر مختلف مقامات پر حاضری دینے کے لیے جاتے تھے۔ جہاں وہ راس لیلا کے ساتھ ساتھ روحانی رقص کا اہتمام کرتے تھے یا کسی پہونچے ہوئے سادھو کے پاس بیٹھتے تھے۔ اُن کی ان سرگرمیوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی سے کم پایہ کے سادھو نہیں تھے۔ انھوں نے اپنے بچپن میں اپنے آپ کو دوسروں کے آگے ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ اپنی کرامات دکھائیں۔ بھگوان جی

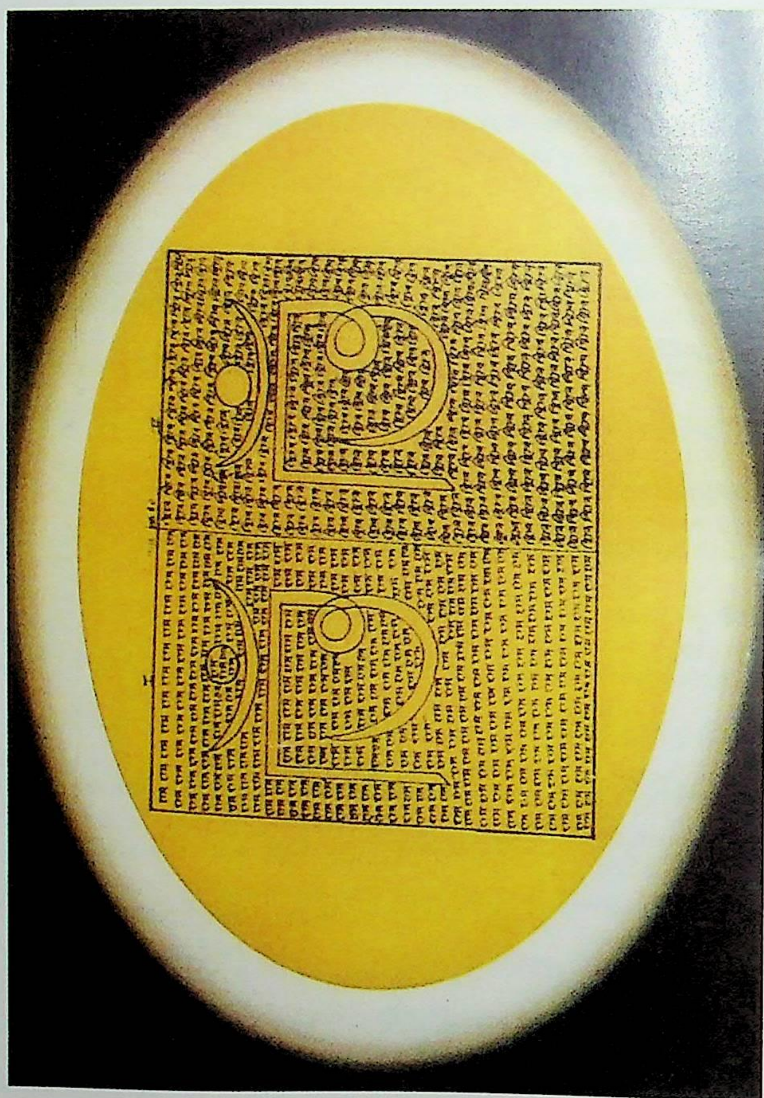
ایک عظیم انسان تھے اور وہ اپنی روحانی طاقت کو ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ بہت ہی شانت سبھاؤ کے تھے۔ منکسر المزاج ہونے کے ساتھ ساتھ مذہب پرست بھی تھے۔ ہر ایک کشمیری پنڈت کے پاس روزانہ پوجا ارچنا کرنے کے لیے ایک کمرہ ہوتا تھا۔ اس کو ''ٹھوکور کوٹھ'' کہتے تھے۔ اس میں خاص اہتمام کے ساتھ ایک شیو لنگ، گہرے سرخ رنگ کا پتھر کا سالگرام، ایک سکہ، جس پر رام پنچ جتن کا عکس نمایاں طور پر دکھائی دیتا تھا، گنیش جی کو آسن پر بڑی شردھا سے رکھا جاتا تھا اور باقی دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں بھی ایک طرف عقیدت سے رکھی جاتی تھیں۔ ہر صبح ان مورتیوں کو نہا کر چندن کا ٹیکہ لگایا جاتا تھا اور پھر عقیدت سے اس کمرے میں بیٹھ کر پوجا ارچنا کی جاتی تھی۔

اس خلوت گاہ میں بھکتی ستوترا کا پاٹھ کیا جاتا تھا اور باقی مندروں اور پوجا گھروں میں بھوانی ساہسرانامہ، اندرا کھشی، پنچستوی شاڈا کھشر اور پنچ اکھشر کے اشلوک خوش الحانی سے پڑھے جاتے تھے۔ باقی لوگ لیلا اور بھجن، ہارمونیم، طبلہ اور مٹی کا گھڑا (نوٹ) اپنے اپنے طور سے بڑے احترام اور عقیدت سے بجاتے تھے۔ اس طرح کی پوجا ارچنا درمیانی درجے کے کشمیری گھرانوں میں معمول کے مطابق کی جاتی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھگوان جی کے ننہال اور ان کے گھر میں مذہبی ماحول تھا۔ یہ بھی کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ بھگوان جی کو روحانی طاقت عطا کرنے اور انہیں اونچائی تک پہنچانے میں اس ماحول کا زبردست ہاتھ تھا۔ ان کی عادات و اطوار نہایت ہی سادہ تھے۔ وہ اپنی بات کہنے میں کسی قسم کے تکلف سے کام نہیں لیتے تھے۔ وہ اپنے اصولوں پر کاربند رہتے تھے۔ ان کے دماغ میں ہلچل تھی اور دل میں اپنے پربھو کو دیکھنے کی زبردست تڑپ تھی۔ انھوں نے کبھی بھی سادھوؤں کا لباس نہیں اپنایا۔ نہ تو انھوں نے اپنی داڑھی لمبی کی اور نہ انھوں نے کبھی کوئی ایسا لباس پہنا جو دوسرے درویش پہنا کرتے تھے۔ ان کا لباس ایک عام کشمیری پنڈت کا سا تھا۔ ایک قمیض، واسکٹ، فرن، اور فرن کے اندر سفید پہناوا اور سر پر پگڑی۔ سردیوں کے موسم میں وہ

کندھے پر کالے رنگ کی چادر اور فرن کے نیچے کانگڑی رکھتے تھے۔ ان تمام چیزوں میں سے کوئی ایسی غیر معمولی چیز نہیں تھی جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ ایک اونچے پایہ کے سادھو تھے۔ البتہ جب انھوں نے اپنے شعور کی آنکھ کھولی تو انھوں نے چلم کا کش لینا شروع کیا تھا اور ان کے سامنے دھونی جلتی رہتی تھی۔ جس سے لگتا تھا کہ وہ ایک مستانہ ہیں، یا ایک ایسے شخص ہیں جو اپنی ہی دنیا میں کھوئے ہوئے ہیں۔ جس طرح گوکل کی یشودھا اور نند رائے اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کے آنگن میں جو لڑکا کھیلا کرتا ہے وہ بہ ذات خود ایک بھگوان تھا۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ لڑکا تین جہانوں کا مالک ہے۔ اسی طرح کون اس بات سے واقف تھا کہ ہمارے بھگوان جی بھی ایک بڑے اونچے درجے کے روحانی آدمی تھے۔ ایسے یوگیوں کی زندگی کتنی عجیب ہوتی ہے اور ان کی راہیں کتنی پر اسرار ہوتی ہیں!

دوسرا باب

بھگوان جی نے ایک ایسے خاندان میں آنکھیں کھولیں جو نہایت مذہب پرست تھا۔ انھوں نے اپنے خاندان کے روایتی عقائد کو اپنایا اور آگے بڑھایا۔ وہ ان سنسکاروں پر کاربند رہے جن کی تعلیم وتربیت انہیں شروع سے ہی ملی تھی۔ انھوں نے اپنے آپ کو دھارمک گیتوں اور بھجنوں کے ساتھ ساتھ سماجی کاموں کے لیے بھی وقف رکھا تھا۔ انہیں مذہبی مقامات کی سیر کرنے اور سادھوؤں اور سنتوں سے ملاقات کرنے سے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ ان کی والدہ کا انتقال اس وقت ہوا جب وہ صرف 12 سال کے تھے اور اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے وقت وہ دوسرے دہے کی درمیانی عمر کی سرحد پر تھے۔ ان کی دونوں بہنیں وقت سے پہلے ہی ودھوا ہو چکی تھیں۔ ان کی بھتیجی شریمتی کملا جی، جو ان کی بڑی بہن کی بیٹی تھیں، کا بھی ایک لڑکا اور دو لڑکیوں کو جنم دینے کے بعد عینِ شباب میں انتقال ہو چکا تھا۔ ان تمام نازک اور مشکل حالات نے بھگوان جی کے دل و دماغ پر گہرے اثرات مرتسم کیے۔ ان کا شعور بیدار ہوا اور وہ زندگی کے حقائق کو جاننے اور سمجھنے کو ہی اپنی زندگی کا شعار بنانے لگے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے بعض غیر ملکی عقیدت مندوں نے مہاتما بدھ کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا ہے۔ ہندی زبان کے ایک معتبر شاعر سُمتر انندن پنت نے انہیں رام وکرشن اور بدھ جیسے اوتاروں کی صف میں رکھا ہے۔ انھوں نے بھگوان جی کے مصائب



لارڈ گوپی ناتھ جی کا 'اوم' پرزور

و مشکلات، انکی اذیتوں اور پریشانیوں اور ان کے پیچیدہ اور نازک مراحل کا ذکر کیا ہے۔ بھگوان جی کی زندگی میں انہی پیچیدہ مراحل نے انقلاب برپا کیا اور وہ دنیا کے حقائق کی تلاش کرنے لگے۔ جب کسی نے مہاتما بدھ سے استفسار کیا کہ وہ خدا ہیں یا پیغمبر؟ تو کہا جاتا ہے کہ انھوں نے بتایا کہ وہ نہ تو خدا ہیں اور نہ پیغمبر بلکہ وہ ایک بیدار مغز انسان ہیں۔ بھگوان جی بھی ایک بیدار مغز انسان تھے۔ وہ طبعاً بڑے خاموش، پُرسکون اور ہر ایک بات کی آگاہی رکھنے والے تھے۔

یہ 1923ء کی بات ہے کہ وہ وجے سپتمی کے روز شالی اور پاریمو خاندان سے تعلق رکھنے والوں کو جمع کر کے مٹن یاترا پر چلے گئے۔ جب وہ شکارے میں کھنہ بل پہونچے تو وہ اپنے ساتھیوں سے الگ ہوگئے۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد وہ جیون صاحب کے ہاں چلے گئے، جو اس زمانے میں کھنہ بل کے آس پاس ہی رہائش پذیر تھے۔ وہ کھیر بھوانی، مہادیو، وژارناگ، اور دوسری متبرک جگھوں پر لوگوں کا گروہ بنا کر جانے کے عادی تھے۔ اس طرح سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ مختلف سادھو اور سنت، مہاتما اور گیانی بھگوان جی کا کتنا احترام کرتے تھے اور بھگوان جی بھی ان کو اپنی آنکھوں پر بٹھایا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مختلف تیرتھوں اور استھاپنوں پر پابندی سے حاضری دیا کرتے تھے۔ یہی متبرک جگھیں ان کی سادھنا کے لیے فضا سازگار بناتی تھیں۔ مختلف سادھو اور سنت انہیں روحانی ماحول میسر کرتے تھے اور انہیں تپسیا اور تیاگ، سادھنا اور پارسائی کا ایسا صحیح اور مکمل طریقہ بتا دیتے تھے جو ان کے دل و دماغ کے موافق ہوتا تھا۔ اس طرح سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے یہ سب اپنے پچھلے جنم کے سنسکاروں سے ہی اخذ کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی عین جوانی میں انہیں اتنا گیان حاصل ہوگیا تھا۔ شریمد بھگوت گیتا میں یہ پڑھ کر انسان کی آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی چمک ظاہر ہوتی ہے:

"ایک انسان بہت سارے جنم لینے کے بعد حقیقی معنوں میں شاگرد کہلایا

جاسکتا ہے اور اپنے فن میں مہارت حاصل کرسکتا ہے''۔ روحانیت ایک الگ ہی علم ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے انسان کو بڑی کدو کاوش سے کام لینا پڑتا ہے۔ اور تب ہی وہ روحانی طاقت حاصل کرنے کے اہل بن جاتا ہے۔ یہی روحانی طاقت بھگوان جی نے اپنی زندگی میں دشوار گذار منزلیں طے کرتے ہوئے حاصل کی تھی۔ کیوں کہ انہیں پچھلی کئی روحانی آتماؤں کے ساتھ وابستگی رہی تھی۔

اگرچہ انھوں نے باقاعدگی کے ساتھ کسی اسکول میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی، پھر بھی وہ مڈل تک تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ وہ چرچ مشینری اسکول فتح کدل کے طالب علم تھے۔ جو ان کے گھر کے نزدیک ہی دریا کے پار واقع تھا۔ ایک معروف مشینری ماہرِ تعلیم ٹنڈل بسکو نے اس اسکول کو مشینری کام کا ایک حصہ بنایا تھا۔ پنڈت ویش ناتھ گلکو اور پنڈت گاشہ لال بھان، بھگوان جی کے ہم جماعتی تھے۔ تینوں اسکول کے ڈائوِنگ بورڈ سے وتستا میں چھلانگ لگا کر علاقہ ویر تک تیرا کرتے تھے، جو ساتویں پل صفا کدل کے نزدیک ہی واقع ہے۔ اور پھر وہاں سے واپس تیسرے پل فتح کدل تک تیرتے ہوئے اپنی جگہ پر پہنچ جاتے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بھگوان جی فارسی، سنسکرت اور اردو زبان سے واقف تھے۔ وہ شاردھا اور دیوناگری رسم الخط جانتے تھے۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ آیا انھوں نے ان تینوں زبانوں کا مطالعہ کیا تھا؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انھوں نے اپنی روحانی طاقت سے ہی ان زبانوں پر کمال حاصل کرلیا تھا۔ ان کے ایسے بے شمار عقیدت مند ہیں جو اس بات پر مُصر ہیں کہ جب بھگوان جی وجد میں آتے تھے تو وہ بڑی خوبصورت اور معنی آفرین انگریزی بھی بولنے لگتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب کشمیر کے معاملے کو سکوریٹی کونسل میں زیرِ بحث لایا گیا تو ان کی زبان سے عجیب و غریب جملے نکل آئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ روسی زبان کے جملے ہیں۔ اور دوسرے دن روسی وفد نے خصوصی میٹنگ میں وہی جملے دہرائے۔ لہٰذا مغربی طاقتوں کا کونسل میں اٹھایا گیا وہ

موقف مسترد ہوا جو ہندوستان کے حق میں نہیں تھا۔ ایک قول ہے کہ روپ بھوانی کا بھتیجا اُن ہی کی مہربانی سے فارسی زبان پڑھ اور لکھ سکتا تھا۔ جب کہ انھوں نے اس زبان کی تعلیم اسکول میں حاصل نہیں کی تھی۔ بھگوان جی نے بھی اپنے زمانے میں بھوانی سہسرنام، اندراکشی، پنچستوی، ویشنو سہسرنام، ماہم ناسوترا اور شیو سوتراولی پر کمال حاصل کیا تھا اور وہ یہ تمام چیزیں بلاکسی روک ٹوک کے لوگوں کے سامنے پیش کر سکتے تھے۔ وہ خاص موقعوں پر کشمیری سادھوؤں اور سنتوں کے واکھیوں کو بھی دہرایا کرتے تھے۔ شریمد بھگوت گیتا کا گہرائی سے مطالعہ کرنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ یہ مقدس تصنیف ہمیشہ بھگوان جی کے پاس رہتی تھی۔

اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ پنچستوی کے شلوک بڑے سلیقے سے پیش کرتے تھے۔ لیکن کتاب کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ شاید انھوں نے ان شلوکوں کو اچھی طرح سے اپنے ذہن میں رکھا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے چوتھے ستوا امبھا ستوا پر انہیں مکمل گرفت تھی۔ وہ خود بھی ذائقہ بدلنے کے لیے اس میں سے ایک دو مصرعے گایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب شری ایس این بخشی کو ان سے متعارف کیا گیا، جو بڑے میٹھے اور سلجھے ہوئے انداز میں پنچستوی بھی شوق سے گنگنایا کرتے تھے اور اس فن میں مہارت رکھتے تھے، تب انھوں نے اس کا چوتھا ستوا ان سے خوش الحانی سے پیش کرنے کی فرمائش کی۔ اس پر وہ بڑے خوش ہوئے۔

بھگوان جی گرو گیتا کے بھی عاشق تھے۔ جس میں گرو کے تئیں والہانہ عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے گرو کو کتنا احترام دینا چاہیے۔ خاص طور پر وہ ان مہاپرشوں کا بھی آدر کرتے تھے جو سچائی کے راستے پر گامزن تھے۔ وہ ستِ سنگ کا اہتمام کرتے تھے اور سادھوؤں اور سنتوں کے درِ دولت پر معمول کے مطابق حاضری دیا کرتے تھے۔ مقدس مقامات پر وہ ویدانت اور کشمیری شیو درشن کے بارے میں بھی تبادلہ خیال کرتے تھے۔ روحانی یا خود شناسی کے راستے ان کے لیے کوئی معنی

نہیں رکھتے تھے۔ ان کا مقصد صرف پربھو کے درشن تھے۔ پربھو ان کے لیے بے پناہ اہمیت رکھتے تھے۔ ان کے لیے بت پرستی درجہ ثانی رکھتا تھا۔ بلکہ ان کے لیے روحانی تجربہ ہی زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بعض سادھوؤں نے ان پر اُنگلی بھی اٹھائی تھی اور اعلان کیا تھا کہ بھگوان جی کتابِ مقدس پر مہارت نہیں رکھتے تھے۔ اور انھوں نے اپنے عقیدت مندوں کو اس کی کوئی تعلیم نہیں دی۔ جب وہ ان کے سامنے آئے تھے تو انھوں نے یہ تمام باتیں ان کے سامنے رکھی تھیں۔ اس طرح سے انھوں نے یہ ثابت کیا کہ علم کتابوں کو پڑھنے سے یا طوطے کی طرح رٹ لگانے سے حاصل نہیں ہوتا ہے، بلکہ تجربے سے بھی انسان کا ذہن کشادہ ہو جاتا ہے۔ بھگوان جی پنچستوی کے اس اشلوک پر بھروسہ رکھتے تھے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ چار ویدوں اور مقدس کتابوں کو پڑھنے سے ہی پربھو حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ انسانی تجربوں سے بھی پربھو کا علم حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کتابیں سچائی تک پہنچنے کا راستہ ہیں۔ لیکن یہ انسان کا عمل ہے جو ان راستوں کو تلاش کر کے منزلِ مقصود پر پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

بھگوان جی نہایت ہی آزاد خیال انسان تھے۔ اس لیے انہیں نہ کمانے کی فکر تھی اور نہ کھانے پینے کا غم۔ ایک دفعہ ان کی بڑی بہن نے بھگوان جی کو گھر کی کمزور مالی حالت سے آگاہ کیا۔ وہ اس مسئلے کو نظر انداز کرتے تھے اور مشورہ دیتے تھے کہ انہیں یہ مسائل پربھو پر چھوڑ دینے چاہئیں کیونکہ وہی اس دنیا کا پالن ہار ہے۔ انھیں پربھو پر پورا پورا اعتماد تھا اور وہ ان کے کرشموں سے آگاہ تھے۔ وہ اس قول کے بارے میں بھی بخوبی واقف تھے جو بھگوت گیتا میں درج ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ:

"میں اس چیز کی رکھوالی کرتا ہوں جو موجود نہیں ہے۔ اور اس کو تحفظ دیتا ہوں جو دشوار گزار، نازک اور خطرناک مرحلے پر ہے"۔ بھگوان جی نے روٹی کمانے کے لیے اپنے ماما کے ساتھ پشمینے کی تجارت کی۔ ان کے والد بھی پیشے سے تاجر ہی تھے۔ اس کے بعد انھوں نے مقامی پریس میں ایک کمپوزیٹر کے طور پر کام سنبھالا۔ یہ

بھی کہا جاتا ہے کہ پریس میں ان کے آنے سے بہت ہی منافع ہوا تھا۔ لیکن جلد ہی انھوں نے پریس کی ملازمت چھوڑنے کی ٹھان لی۔ پریس کی ملازمت سے وہ تین سال تک منسلک رہے۔ اس کے بعد انھوں نے ملازمت چھوڑ دی۔ حالانکہ پریس کے مالک نے انھیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی اور پھر انھیں دوسرے پریس سے بھی بلاوا آیا۔ لیکن انھوں نے یہ پیشکش بھی ٹھکرا دی۔ انھوں نے کریانے کی دوکان کھولی۔ اس دوکان میں ان کا دل زیادہ تر روحانی سادھنا کی طرف لگا رہا۔ وہ تجارت کی طرف کم توجہ دیتے تھے۔ اس دور میں لوگوں نے اکثر تیاگ و تپسیا کی طرف ان کا رجحان دیکھا۔ کئی موقعوں پر وہ اپنی راتیں بھی دوکان پر ہی گذارا کرتے تھے اور وہاں تپسیا میں مست رہتے تھے۔ بھگوت گیتا میں سنیاس کا مفہوم اپنی خواہشات پر قابو پانے کے ہیں۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ:

تیاگ کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں پھل کا لالچ کئے بغیر اپنے کام میں جٹ جانا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ "سروا کرما پھلہ تیاگم"۔ یہ دونوں مثالیں بھگوان جی کی شخصیت اور ان کے روحانی کارناموں پر صادق آتی ہیں۔ ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے گرو سچے سنیاسی اور تیاگی تھے۔ ان کی نہ کوئی خواہش تھی نہ لالچ۔ وہ یوگا کی ایک خاص قسم کی شاخ سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اس میں انھوں نے یما اور نیما کے بارے میں بتایا ہے۔ انھوں نے آسن، دھارنا اور دھیان کے طریقے اپنائے تھے۔ ان کا مقصد سمادھی یا اپنے گرو سے آشنا ہونا تھا۔ انھوں نے آہستہ آہستہ ان باتوں کی طرف دھیان دینا شروع کیا جو باقی گیانیوں کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ وہ مستقل طور پر چلم اور کھوس (کشمیری چائے کا پیالہ) اپنے ہاتھ میں لے کر اندرونی دنیا میں کھو جاتے تھے۔ سلگتی چلم میں سے اٹھتی ہوئی چنگاریاں ان کے کپڑوں کو بھی جلا دیتی تھیں۔ اور کبھی کبھی ان کے ہونٹوں پر چائے کا پیالہ برف کی طرح ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ پھر بھی وہ اپنی ہی دنیا میں کھوئے رہتے تھے۔ اردو کے ایک معتبر شاعر نے کیا خوب کہا ہے: ؎

رہتے ہیں اپنے جسم میں کچھ اس طرح سے ہم
اپنے نہیں کسی غیر کے گھر میں آ بسے

اس کے معنی یہ لیے جاسکتے ہیں کہ میں اپنے جسم سے الگ ہوں یا میں کسی اور کے گھر میں رہتا ہوں لیکن مجھے اپنے گھر کی خبر نہیں۔

بھگوان جی نے درویشانہ زندگی گزاری۔ وہ اصل میں اپنی آتما میں ہی کھوئے ہوئے ہوتے تھے اور ان کی آتما اُن کے شریر کو حرکت دینے کے لیے تھی۔ جب رنگہ ٹینگ کے شری دینا ناتھ بوٹا کے دولت کدے پر ان کے والدِ بزرگوار انتقال کر گئے تو ان کی ساری دنیا اجڑ گئی۔ اس کے بعد وہ یوگا اور سادھنا میں پوری طرح سے جٹ گئے۔ باہر کی دنیا سے ان کا ناطہ ٹوٹ گیا اور وہ ہر وقت اپنے ہی اندر کی دنیا میں کھوئے رہے۔ وہ اس قول پر ایمان لانے لگے جو آج سے تقریباً 600 سال قبل لل دید نے کہا تھا:

”گورن دو پہ نم کونی وڑن نبرو دیپونم اندر اُژن“

یعنی میرے گرو نے مجھے مشورہ دیا کہ اپنے اندر پربھو کو ڈھونڈ لوں۔

بھگوان جی کی بھگوت مایا عجیب تھی۔ بعض لوگوں کو وہ دوسروں سے گفتگو کرتے ہوئے نظر آتے تھے۔ لیکن اندر سے وہ اپنی ہی دنیا میں کھوئے کھوئے سے رہتے تھے۔ بعض اوقات وہ دوکان کو بند کئے بغیر ہی ہاری پربت کا راستہ لیتے تھے۔ اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گیان دھیان سے کتنی دلچسپی رکھتے تھے۔ لیکن دوسری طرف اپنی گھریلو مجبوریوں کی طرف بھی انہیں توجہ دینا پڑتی تھی۔

بھگوان جی کو مذہبی کتابوں کو اتنا گیان تھا کہ لوگ حیران ہوجاتے تھے۔ بے شمار اشلوک ان کے وردِ زبان تھے۔ ہم یہ بات وثوق سے نہیں کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے ویدانت اور کشمیری شیو درشن کا مطالعہ کہاں تک کیا تھا۔ کشمیری پنڈتوں کے گھرانوں میں پنچستوی اور بھوانی سہسرنام کی ایسی دو مقدس کتابیں ہیں جو ہر ایک برہمن گھرانے میں نہایت ہی عقیدت سے رکھی جاتی ہیں۔

یہاں اس کے متعلق دو رائیں نہیں ہوسکتیں۔ یا تو بھگوان جی نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا تھا یا انھوں نے اپنی یوگ سادھنا کے تجربے کے باعث ان کی تعلیم حاصل کی تھی۔ جو اونچے درجے کے سادھو ہوتے ہیں ان کے لیے ایسا کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ کشمیری زبان میں اس کو اپراچھر کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ مفہوم بھی لیا جاسکتا ہے کہ کسی کتاب کا مطالعہ کئے بغیر بہت سا علم حاصل کرنا۔ کہا جاتا ہے کہ 18ویں صدی عیسوی میں روپ بھوانی نے بھی اسی طرح اپنے بھتیجے کو گیان سے سرشار کیا تھا۔ شری امرت واگبھا چاری، جو کہ وارانسی کے مشہور سادھو تھے، وہ بھی بغیر مطالعہ کے کشمیری شِو درشن کے بارے میں مکمل جانکاری رکھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ سادھو دُرواسا نے ہی انہیں اس کے بارے میں گیان دیا تھا۔ بھکت کبیر نے بھی کہا ہے:

"تم کہتے ہو خود لکھی، میں کہتا ہوں آنکھوں دِکھی۔"

یعنی تم کہتے ہو کہ تم نے کتابوں میں پڑھا ہے، میں کہتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے۔

بھگوان جی نے اپنی زندگی کے آخری حصے میں بھگوت گیتا نہیں پڑھی ہوگی لیکن سچائی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس کا ایک نسخہ اپنی بغل میں رکھا کرتے تھے، جس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ان کو اس مقدس کتاب کا گیان بہت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے عالی کدل کے پنڈت شنکر پنڈت اور پنڈت نیل کنٹھ کو تین اشلوک اپنی لحن میں سنائے تھے۔ جن میں کہا جاتا ہے کہ آتما کو جنم اور موت کا خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ نہ یہ دیکھنے میں آتی ہے اور نہ قید کی جاسکتی ہے۔ یہ بغیر پیدائش کے وجود میں آتی ہے اور نہ ہوتے ہوئے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ نہ یہ ختم ہوتی ہے اور نہ ماری جاتی ہے۔ جب کہ انسان مرتا ہے اور اس کا وجود بھی ختم ہوجاتا ہے۔

اور کہا جاتا ہے کہ جِس کو جسم پر فتح حاصل ہے۔ دماغ، جس سے زیادہ طاقتور ہے۔ عقل و دانش کو دماغ پر زیادہ سبقت حاصل ہے۔ اور برہمن کا درجہ سب

سے اونچا ہے۔ اور میرا اندرونی ذہن ایسا ہے کہ اس کو چاند سورج سے روشنی حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ باطنی روشنی سے جگمگاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جس کو یہ تمام چیزیں میسر ہوں، اس کو کسی اور چیز کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ایک مقام پر انھوں نے پانچ میں سے چار پنچستوی کے باب لحن میں پیش کیے۔

1929ء کا دور بھگوان جی کی زندگی کا زریں دور رہا ہے۔ اس دور میں وہ اپنے من کے مطابق روحانی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ اسی دور میں وہ رنگ ٹینگ کے پنڈت ٹیکہ لال کے گھر میں رہائش کرنے لگے اور اپنی سادھنا، اپنی تپسیا اور اپنے فقیرانہ خیالات میں صبح سے شام تک محو رہنے لگے۔ یہاں ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی بھی نہیں تھا۔ اپنے مخصوص انداز کے آسن پر دائیں طرف وہ خود اور ان کے پیچھے ان کا کمزور شریر تھا۔ ان کا سنکشم شریر ان کی ایشٹھ کے پاس تھا۔ وہ اپنے اندر ہی دھیان کرتے رہتے تھے۔ بھگوت گیتا کا ایک اشلوک ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ:

ایک ہی پربھو کی طرف دھیان کیا جائے۔

وہ اس مکان میں تقریباً 7 سال اقامت پذیر رہے۔ اس کے بعد ڈل حسن یار کے پنڈت نیلہ کول صراف اور پھر ریشی محلہ کے پنڈت مادھو جوستھو کے مکان میں انھوں نے تقریباً 10 سال قیام کیا۔ پنڈت صراف کے مکان میں پہلی دفعہ انھیں بھگوان جی کے نام سے پکارا گیا۔ آخری عمر میں وہ چندہ پورہ کے پنڈت شام لال ملہ کے مکان میں رہائش کرنے لگے، جو ان کی آخری منزل ثابت ہوئی۔ بھگوان جی یہاں 11 سال رہے اور یہیں انہیں 1968ء کو مہا نروان حاصل ہوا۔ ان تمام مقامات کو انھوں نے اپنے چرن کملوں سے پوتر بنا دیا تھا۔ ان مقامات پر کافی تعداد میں لوگوں نے ان کے درشن کیے۔ کافی لوگوں کو ان کے سنہرے الفاظ کو سننے کا موقع ملا۔ جو بہت مختصر اور مکمل ہوتے تھے۔ بہت سارے لوگوں کو ان کی بیماریوں سے شفا مل گئی اور بعض لوگوں کو ان کے

استفسارات کے جوابات مل گئے۔ ضرورت مند حضرات بھی اپنے اپنے طور پر بھگوان جی کے درس سے فیضیاب ہوئے۔ اگرچہ ان کے جوابات براہ راست نہیں ہوتے تھے اس لیے انسان کو ان کی گفتگو کے دوران ہوشیار رہنا پڑتا تھا۔

کشمیر کی سرزمین مقدس اور پاک ہے۔ یہاں کے چپے چپے پر سادھوؤں کا مسکن ہے۔ بعض سادھو جو کرشمے اور کرامات نہیں دکھاتے ہیں، پھر بھی وہ کافی مقبول ہیں۔ بعض لوگ ان کی سادھنا سے خوش ہیں۔ کیونکہ ایسے سادھوؤں نے سادھنا کے تقدس کو داغدار نہیں بنایا ہے۔ گلیوں اور بازاروں میں اپنی روحانی طاقت کا ڈنکا نہیں بجایا۔ بلکہ اس علم کو اپنے آپ تک ہی محدود رکھا۔ بعض سادھو ایسے بھی ہیں جو سوسائٹی کا وقار بلند کرنے کے لیے صحیح راستے پر چلنے کا انتخاب کرتے ہیں۔ وہ سچائی، بلند کرداری اور حقائق کا سہارا لیتے ہیں۔ کشمیر کے سادھوؤں نے بھی ایسا ہی راستہ اختیار کیا ہے۔ انھوں نے ضرورتمندوں کو دُکھ، درد، تکلیف اور پریشانی سے بچالیا اور ان کو سکھ اور شانتی کے زیور سے آراستہ کیا۔ اُنہیں اپنی کرامات سے یا تو لوگوں کے دُکھ درد کا ازالہ کرنا تھا یا ان کو اپنے دھرم پر بھروسہ کروانا تھا۔

پٹھانوں کے زمانے میں کشمیر میں ایک سادھو شکر شاہ تھا۔ اس زمانے میں جو کشمیری پنڈت اسلام قبول کرنے سے انکار کرتا تھا، ان کو بوریوں میں بند کیا جاتا تھا اور اس کے بعد بڑے بڑے پتھر باندھ کر جھیل ڈل میں پھینک دیا جاتا تھا۔ اور باقی کشمیری پنڈتوں کو جس جگہ دفن کیا گیا، اس جگہ کا نام بٹہ مزار رکھا گیا۔ یا اس جگہ کو پنڈتوں کا قبرستان کہا جانے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار جب ایک برہمن کو بوری میں بند کر کے کشتی کے ذریعہ جھیل ڈل میں پھینکنے کے لیے لے جایا جانے لگا تو اس کی بیوی شکر شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے سہاگ کے لیے دعا مانگنے لگی۔ تو پیر صاحب نے ٹوٹے ہوئے مٹی کے برتن کے ایک ٹکڑے پر یہ عبارت درج کی:

اے موت کے فرشتے

یہ میرا حکم ہے

کہ تو کشتی کو کھینچ کر برہمن کو دریا کے کنارے پر لا

بحکم شکر شاہ

پھر اس عورت سے کہا گیا کہ وہ یہ حکم نامہ پُل کے اوپر سے کشتی کے نزدیک جھیل ڈل میں پھینک دے اور خود وہیں انتظار کرے۔ اس عورت نے اس حکم پر عمل کیا اور کشتی اس جگہ پہونچی جہاں پر یہ حکم نامہ پھینکا جانا تھا۔ اور پھر حکم نامے کے پھینکے جاتے ہی وہ کشتی الٹ گئی۔ سارے کشتی میں سوار ڈوب گئے اور صرف برہمن کنارے پر آ گیا۔ عورت نے اس بوری کو جلدی سے کھول دیا۔ اس طرح سے برہمن موت کے کنویں سے زندہ باہر نکل گیا۔ اس کے بعد دونوں میاں بیوی خوشی خوشی گھر لوٹ گئے۔

بھگوان جی نے بھی اس روایت کو آگے بڑھایا۔ وہ حاجت مند لوگوں کی مرادیں پوری کرنے میں ہر دم پیش پیش رہے۔ انھوں نے کرامات کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنی روحانی طاقت سے ناممکن چیزوں کو بھی ممکن بنا دیا۔ اس طرح سے بے شمار لوگوں کے دکھ درد کا خاتمہ کر دیا۔

انھوں نے لوگوں کو اس لیے حقیقی راستہ دکھا دیا تا کہ وہ اپنی مذہبی راہ سے بھٹک نہ جائیں۔ وہ ایک فقیر تھے جو باطنی دنیا میں کھوئے رہتے تھے۔ ان کے ہاں مریدوں کا تانتا بندھا رہتا تھا، جو قسم قسم کی چیزیں انہیں پیش کرتے تھے۔ لیکن وہ یہ تمام چیزیں لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ بھگوان جی کی خودداری ہی ان کا سب سے قیمتی اثاثہ تھا۔ ان کی دھونی اور دھوپ سے بھی لوگ تھوڑی سی راکھ لیا کرتے تھے اور اپنے دکھوں کا مداوا کرتے تھے۔ ان کے چلم سے جو کوئی بھی کش لیتا تھا، وہ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتا تھا۔ بعض لوگوں کو بھگوان جی خود کھانے پر بلایا کرتے تھے اور محبت سے اپنے آسن پر بٹھایا کرتے تھے۔ ان کا آسن بڑا متبرک مانا جاتا تھا۔ ان کے پاؤں کمل کے پھول کی طرح نازک تھے۔ ان کی دھونی کی آگ میں بڑی تاثیر تھی۔

رگ وید میں ایک جگہ ایک مقولہ درج ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ:

''میں آگ کے آگے سربسجود ہوں۔ جس نے میرے پچھلے جنم کو رونق بخشی۔''

ویدوں میں اگنی کو اِندر کے برابر مانا جاتا ہے۔ رگ وید میں اگنی سے متعلق تقریباً دوسو اشلوک درج ہیں۔ اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ بھگوان جی رگ وید کے افہام و تفہیم سے کماحقہ واقفیت رکھتے تھے۔ وہ ہر ایک پر یکساں نگاہ رکھتے تھے۔

بھگوان گوپی ناتھ جی روحانیت کا سرچشمہ تھے۔ ان کے ماتھے سے نور ٹپکتا تھا۔ سر پر سفید رنگ کی پگڑی اور ماتھے پر تلک، صوفیانہ طرز کا فرن اور شانوں پر صاف و شفاف چادر سے ان کی شخصیت میں اور بھی نکھار پیدا ہوتا تھا۔ یہ تمام چیزیں ان کی علامت بن گئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں اکثر ایک چلم ہوا کرتی تھی۔ جلتی ہوئی دھونی، چمٹا، ایک چمچہ اور چند سرہانے ان کے آس پاس ہوا کرتے تھے۔ یہ چیزیں ان کی زندگی بھر کا اثاثہ تھے۔ لیکن ان کا حقیقی اثاثہ ان کی شخصیت کے اندر چھپا ہوا تھا۔ جو وہ ضرورت مندوں، لاچاروں اور ناداروں پر خرچ کرتے تھے۔ وہ کسی بھی سماجی یا اقتصادی بحث میں نہیں الجھتے تھے۔

جسمانی طور پر اگرچہ وہ اپنے آسن پر براجمان ہوتے تھے لیکن اندر سے وہ اپنے پربھو سے ملے ہوئے ہوتے تھے۔ کبھی کبھی 'نارائن' کا لفظ ان کی دبی ہوئی آواز میں ان کے ہونٹوں سے نکلتا تھا۔ وہ کبھی کبھی اپنے آپ سے ہی بولنے لگتے تھے اور خود اپنے آپ سے محو گفتگو ہوا کرتے تھے۔ لل دید نے ایک مرتبہ کیا خوب کہا تھا:

''میں نے اپنے پنڈت (گرو) کو اپنے گھر میں دیکھا۔''

بھگوان جی بھی اپنے من کی دنیا کو جھانکتے رہتے تھے۔ ان کی آنکھیں ہمیشہ اوپر کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوا کرتی تھیں۔ وہ ہر ایک سے گفتگو کرتے تھے۔ بعض اوقات چلم کا کش لیتے وقت وہ اپنی ہی دنیا میں کھوئے رہتے تھے اور پھر دوبارہ اپنے آپ سے گفتگو کرنے لگتے تھے۔ اس طرح کے عمل کو روحانی سمادھی کہتے ہیں یا پھر

اپنے مالک سے گفتگو کرنا۔ یہ یوگا کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔

بھگوان جی شبنم کے قطرے کی طرح نرم و نازک تھے۔ وہ چنار کے درخت کی طرح خاموش اور پہاڑوں سے گھری ہوئی وادیٔ کشمیر کی چٹان کی طرح سخت تھے۔ وہ بلند ترین یوگی تھے جو ہر وقت اپنے ہی اندر کھوئے ہوئے تھے۔ وہ لوگ بخوبی ان کی شخصیت کے اس پہلو کا جائزہ پیش کر سکتے ہیں جنھوں نے ان کو مستی کے عالم میں دیکھا ہوگا۔ سادھنا کی اس منزل کی بھگوت گیتا کے ایک اشلوک میں یوں تشریح کی گئی ہے:

''ایک ایسے مقام پر بیٹھ جانے کے بعد دماغ کو ایک جگہ قائم رکھنے اور اپنی حِس کو سوچنے کی طاقت عطا کرنے کے لیے یوگ سادھنا کی ضرورت ہے''۔ ہم بھگوان جی کو اپنی یوگ سادھنا میں بیٹھ کر دنوں اور مہینوں تک دیکھ سکتے ہیں۔

اس میں تعجب کی بات نہیں کہ جب ایک عقیدت مند بیرونی سادھو بھگوان جی کی روحانی طاقت کے بارے میں جاننا چاہتا تھا تو انھوں نے سادھو جی کو بھگوت گیتا کے ایک اشلوک میں جواب دیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

''جس کو نہ سورج نہ چاند اور نہ آگ نے روشن کیا ہو۔ وہ اس منزل پر پہنچ گیا ہے جہاں سے کوئی بھی مڑ کر واپس نہیں آتا ہے۔ جو اس کی آخری قیام گاہ ہوتی ہے''۔

اپنے آپ کو پہچاننے کے لیے سب سے بڑا دھرم یوگا ہے۔ بھگوان جی نے بھی اپنے آپ کی شناخت کے لیے یوگ سادھنا کا راستہ اختیار کیا تھا۔

بھگوان جی ان تمام منزلوں کا پالن کرنا باعث افتخار سمجھتے تھے۔ ایک بار ان کے ایک عقیدت مند شری ایس این فوطیدار ان کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے ان کے ارد گرد ایک نیلے رنگ کا گول دائرہ گھومتا ہوا دیکھا۔ کچھ دیر کے بعد یہ دائرہ غائب ہو گیا۔ یہ بھگوان جی کی شکتی تھی۔

بھگوان جی حقیقی معنوں میں انتریامی تھے۔ وہ لوگوں کے دماغ کو پڑھ لیا کرتے تھے اور جلد ہی اس پر اظہارِ خیال کرتے تھے۔



بھگوان گوپی ناتھ جی اور انکا ساتھی ''چلم''

تیسرا باب

بعض لوگوں کے لیے بھگوان جی کی زندگی ایک کھلی کتاب ہے۔ جس کو بلا لحاظ مذہب و ملت کوئی بھی پڑھ سکتا ہے اور ان کے آدرشوں اور اصولوں پر عمل کرسکتا ہے۔ یہ بات کسی کو بھی معلوم نہیں کہ ان کے گرو کون تھے؟ اور یہ بھی کسی کو معلوم نہیں کہ انھوں نے بے شمار روحانی منزلوں سے گذر کر کیسے گیان حاصل کیا ہے؟ ان کے عقیدت مند ہی، جن کو انھوں نے اپنی زندگی میں ہی اس قابل بنایا تھا، وہی اس کا صحیح جواب دے سکتے ہیں۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ انھوں نے اپنا راستہ خود ہی تلاش کیا ہوگا۔ ایک پرانی کہاوت ہے کہ جب تک انسان اپنے اعلیٰ مقام کا راستہ خود تلاش نہ کرے تب تک وہ دوسروں کی رہنمائی نہیں کرسکتا بلکہ خاموش رہتا ہے۔ ہندو دھرم کی ہی بات نہیں بلکہ ہر دھرم میں یہ روایت ہے کہ جب تک کہ شاگرد اپنے گرو سے مخاطب ہو کر یہ نہ کہے کہ میں نے آپ کے سمتوں کا جائزہ لیا اور آپ کے اندر کی آواز سنی لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کو چھپائے رکھوں گا، تب تک وہ حق شاگردی ادا نہیں کرسکتا۔

بھگوان جی اکثر سادھوؤں اور سنتوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ انہیں بہت سے کشمیری شعراء اور صوفیوں کے واکھ اور ان کی کہاوتیں ازبر تھیں۔ محلہ سکہ ڈافر میں وہ ایک جٹھا داری سادھو سوامی بالک کاؤ، جو بال جی کے نام سے بھی معروف ہیں، اکثر ان کے آشرم میں آیا کرتے تھے۔ ان کی خوب خدمت کرتے تھے اور اکثر ان

کے پاؤں دبایا کرتے تھے۔ 1923ء میں جب وہ یاترا کرنے کے لیے مٹن چلے گئے تو انھوں نے وہاں سادھو جیون صاحب سے ملاقات کی۔ وہ زن کاک تفچی کی رہائش گاہ پر بھی اکثر جایا کرتے تھے۔ وہ سنیچروار کی رات کو بھجن کیرتن کیا کرتے تھے اور گرو گیتا کا گیان کرتے تھے۔ زن کاک کی طرح وہ بھی چلم کا کش لیتے تھے اور اپنے سامنے دھونی جلا کر بیٹھتے تھے۔ زن کاک کو وہ اونچے درجے کے مہاتما تسلیم کرتے تھے۔ ایک موقع پر زن کاک نے آفتاب جو سے کہا تھا کہ اگرچہ بھگوان جی اس محفل میں دیر سے ہی آئے تھے لیکن پھر بھی وہ ہم سب سے زیادہ نمایاں اور خوب رو دکھائی دیتے ہیں۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بھگوان جی کے روحانی ہم سفر بھولا ناتھ ہنڈو تھے جو یا تو ہمیشہ ان کے ساتھ آتے تھے یا ان دونوں کا ایک گرو تھا۔ اس کے ساتھ وہ نارائن جو بھان کے ہاں بھی جایا کرتے تھے۔ جو اپنے عہد کے ایک معتبر سادھو تھے اور سری نگر کے بدھ گیر علاقے میں اقامت پذیر تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آفتاب جو وانگنو بھی ان کے گرو تھے۔ ان کی اپنی بہن کا خیال تھا کہ ان کے والد ہی بھگوان جی کے گرو تھے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ 1924ء میں ایک بنگالی سادھو آئے تھے جو بھگوان جی کے گرو ہو سکتے ہیں۔ وہ خود اپنے گرو کے بارے میں خاموش تھے۔ ایک دن ان کے اپنے ہی ایک چیلے نے پوچھا کہ ان کے گرو کون ہیں، تو بھگوان جی نے مسکرا کر انھیں تھپکی دی اور جواب دیا۔ بھگوت گیتا کے 700 اشلوکوں میں ایک اشلوک انسان کا گرو ہو سکتا ہے۔ جو بھگوان جی کے پاس اکثر جایا کرتے تھے ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنے گرو کے بارے میں کبھی کوئی بحث نہیں کی۔ بلکہ اپنے والدین کا صرف یوم وصال وہ نہایت ہی عقیدت سے مناتے تھے۔ بھگوان جی جب جوان تھے، کہا جاتا ہے کہ ان کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں وہ سر پر لمبے بال رکھنے کے قائل تھے۔ والدین کے انتقال کے بعد انھوں نے کبھی بھی نہ مونچھیں رکھیں اور نہ سر کے بال بڑھائے۔

بھگوان جی کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ اگرچہ وہ اکثر زن کاک تُفچی کے

قدموں میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ بار بار پوچھنے پر بھی انھوں نے اس بات کو صیغہ راز میں ہی رکھا۔ وہ ہمیشہ اس بات کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے اور اس بات کو ظاہر کرنے سے انکار کرتے تھے کہ ان کے گرو کون تھے؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان کا کوئی گرو ہوتا تو وہ ان کا جنم دن یا یوم وصال ہر سال کیوں نہیں مناتے۔

ان باتوں سے صاف طور پر یہ اخذ ہوتا ہے کہ بھگوان جی کا کوئی رہنما نہیں تھا بلکہ انہیں روحانی، صوفیانہ اور مجذوبانہ عمل سے شناسائی وراثت میں ملی تھی۔ انھوں نے مختلف تجربات کی روشنی سے خود اپنا راستہ تلاش کیا تھا۔ وہ تمام مقدس چشموں کا پانی پینے سے سرشار ہوئے تھے اور اپنے آپ کو اس قابل بنایا تھا۔ یہ چیزیں بھارت کے سادھوؤں اور مہاتماؤں میں عام نہیں ہیں۔ سوامی راما کرشنا بھی خود اپنے آپ کو ہی اپنا گرو مانتے تھے۔ ہوسکتا ہے کہ بھگوان جی بھی اپنے آپ میں ہی اپنے گرو تھے۔ ان باتوں سے یہ نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ یہاں اپنی رائے دینے کے لیے دو چیزوں کا ہونا لازمی بن جاتا ہے۔ اپنی محنت اور لگن اور اپنے گرو کی رہنمائی۔

بھگوان جی کو پنچانگ اُپاسنا سے گہری دلچسپی ہوگئی تھی۔ انہیں پرانی قدروں کا زبردست احترام تھا۔ ان کے مطابق گنیش جی آدھیہ دیو ہیں۔ اسی لیے ہر ایک پوجا سے پہلے ان کی آرادھنا کی جاتی ہے۔ سوریہ کو پرتیکش دیو کے نام سے جانا جاتا ہے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ شوا روشنی ہے۔ باطنی روشنی، اس کی نہ جدا ہونے والی شکتی ہے۔ اسی کی مدد سے وہ ساری کائنات کی تسخیر کرسکتا ہے۔ پنچایتن کی کشمیری پنڈت روایتی عقیدت سے پوجا کرتے تھے۔ بھگوان جی بھی شکتی پر ہی دھیان دیتے تھے۔ اسے کائنات کی طاقت سے تعبیر کرتے تھے۔ جب وہ 22 سال کے تھے تو انھوں نے ہاری پربت کا طواف شروع کیا تھا۔ وہ ہاری پربت معمول کے مطابق جایا کرتے تھے اور دیوی آنگن میں پوجا اور سادھنا کیا کرتے تھے اور پھر چلم جلا کر اپنے مخصوص انداز

میں پیا کرتے تھے اور اپنے اشٹ دیو کے خیالوں میں ڈوب جاتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دن بھر پوجا پاٹ کرتے تھے۔ یوگ وششٹھا میں بیان کیا گیا ہے کہ جو رات دن اپنی سادھنا میں مصروف رہتا ہے اور سچے من سے پربھو کو یاد کرتا ہے۔ وہ اصل میں زندگی کے مقصد سے ہم کنار ہوتا ہے۔ بھگوان جی یاما اور نیاما کو دو اہم جز قرار دیتے تھے۔ وہ آسن اور سمادھی کو معبود حقیقی تک پہنچنے کا راستہ تصور کرتے ہیں۔ وہ چلم کا کش لگا کر آسمان کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھتے تھے۔ انہیں ساری کائنات رقص کرتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ انہیں اپنے نفس پر زبردست قابو تھا۔ وہ کئی دنوں تک کھانے کے بغیر رہ سکتے تھے۔ تانترک سادھنا کا ابھیاس کرتے ہوئے انھوں نے کئی بار بڑی مقدار میں خون اُگل دیا تھا اور یہ ان کے لیے کوئی نیا تجربہ نہیں تھا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ روٹھے ہوئے شنیسچر کو منانے کا گُر جانتے تھے۔ وہ شنیسچر کے بُرے اثرات (جس کو جوتش ودھیا میں ساڑھ ستی کہتے ہیں) کو بھی قابو کر سکتے تھے۔ جو لوگ اس مشکل سے دوچار ہوتے تھے، وہ ان کا حل نکالا کرتے تھے۔ ایک بار انھوں نے پورے مہینے کا برت رکھا۔ وہ دراصل اس آدمی کی زندگی بچانا چاہتے تھے، جس کی انتہائی ضرورت اس کے خاندان کو تھی۔ وہ اپنا کھانا ترک کر کے روحانی طور پر اس شخص کو کھلاتے تھے کیونکہ ان کے مطابق اس دنیا سے اس شخص کا آب و دانہ اٹھ گیا تھا۔

پاٹریزیا نارولی بچلٹ، جو کہ علم کائنات کے ایفان سینٹر کی ڈائریکٹر ہیں، نے بھگوان جی کی روحانی کارناموں سے دلچسپی کی وجہ کچھ اور بتائی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ بھگوان جی روز ''شنی'' کی اس لیے پوجا کرتے تھے کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ ''شنی'' مکر پر حکومت کرتا ہے اور 'مکر' سارے ہندوستان پر حکمران ہے۔ یہ شیو جی کا ''مہا کالا'' میں ہونا تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی لیے بھگوان جی ''شنی'' کو منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لیے اس گرہ کا استقبال کرتے ہیں۔ انھوں نے اس بات کا بخوبی جائزہ لیا تھا کہ بڑے اور

اونچے خیالات کے سادھو ''شنی'' کی ہی تبلیغ کرتے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بھگوان جی، شیو جی کی زبردست اُپاسنا کرتے تھے۔ بھگوان جی نے چلم کو اپنی تمام زندگی کا ساتھی بنایا تھا۔ وہ دھونی جلا کر رکھتے تھے۔ اس تپسیا نے ان کو ماضی حال اور مستقبل کو جانچنے پرکھنے اور برتنے کی قوت عطا کی۔ اور ایسے میں ایک ایسا بھی دور آیا جب مرنے پر بھی ان کا پورا پورا اختیار رہا۔ وہ دیوتاؤں کے ساتھ ہم کلام ہوتے تھے اور کبھی کبھی کنڈلنی یوگا بھی کرتے تھے۔ یہ تمام چیزیں ہم نے ان کے بھکتوں سے اخذ کی تھیں۔ آدی شنکر کے مطابق کنڈلنی کے تین پہلو ہوتے ہیں:

(1) سوندریا لہری (2) سدآنند لہری (3) پرمانند لہری

اور بھگوان جی ان تینوں پہلوؤں کی آگاہی رکھتے تھے۔

ایک دفعہ انھوں نے اپنے ایک بھکت کو اس طرح کی مشق کرنے سے روکا۔ ان کو ایسا لگا کہ یہ بھکت اگرچہ کنڈلنی یوگا کا بڑا دلدادہ ہے لیکن اس طرح کا یوگا ان کے لیے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ ایک حقیقی استاد ہونے کے ناطے وہ اپنے ہر ایک بھکت کے حال سے واقف تھے۔ اور وہ پیشین گوئی کرتے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھگوان جی نے اپنی جوانی کے عالم میں ہی اپنی جیون مکتی پالی تھی۔ عام طور پر یہ عمر ہر ایک انسان کو خوشی اور انبساط کی طرف راغب کرتی ہے۔ لیکن ان کی جوانی ایک الگ طرح کی چائے کی پیالی کی طرح تھی۔ یہ وقت تھا جب انھوں نے اپنی زندگی کو خالص سچائی کا راستہ تلاش کرنے کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ ان کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آیا تھا جب ان کے جسم میں کوئی جان ہی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ وہ اپنی ٹانگوں کو لکڑی کے کھمبے سے تشبیہ دیتے تھے۔ جن میں کوئی حس اور حرکت نہیں تھی۔ لیکن اس کی وجہ سے سوجن پیدا ہوگئی تھی۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک بار ایک چوہے نے ان کی ایڑی کتر کر اس کے اندر اپنی رہائش گاہ بنالی تھی۔ وہ بڑی دیر تک اس میں رہائش کرتا رہا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھگوان جی 'ست چت آنند' کے سوکھشم شریر میں تھے۔

وہ اپنی طبیعت کی طرف بہت کم توجہ دیتے تھے۔ وہ گوشت کھانے سے گریز نہیں کرتے تھے اور کبھی کبھی بہت دیر کے بعد کھانا کھاتے تھے اور کبھی کبھی کھانا بالکل نہیں کھاتے اور کسی وقت کچھ کھانا کھالیا کرتے تھے۔ افیم، دتورا کے بیج اور دوسری نشیلی چیزوں کا بھی استعمال کرتے تھے۔ کسی وقت وہ وسکی اور برانڈی کا شوق بھی فرماتے تھے۔

دراصل سادھوؤں اور سنتوں کے راستے جداگانہ اور انوکھے ہوتے ہیں۔ ان کی سادھنا کے طریقے بھی الگ الگ ہوتے ہیں اور ان کو بیان کرنا دشوار گذار مرحلہ ہے۔ انھوں نے اپنے بھکتوں کو روحانیت کا گیان یا تو چلم کو سلگانے سے دیا یا ان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے سے عطا کیا۔ یا وہ اس چمٹے سے ان کو چھوتے تھے جو وہ اپنی دھونی میں استعمال کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے بھکتوں کے لیے سادھنا کے الگ الگ طریقے مخصوص رکھے تھے۔ اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بھکتوں میں ذہنی استعداد اور فطری رجحان دیکھ کر وہ ان کو سچائی کا راستہ دکھاتے تھے۔ ان کا متواتر متبرک جگہوں پر جانا اور وہاں دیوی کی آرتی اُتارنا بھگوان جی کی سادھنا کا ایک اور طریقہ تھا۔ انھوں نے چند اشلوک خود اپنے ہاتھ سے لکھے تھے۔ جن میں بھکتی بھاؤ کا رس ملتا ہے۔ ان کے کمرے میں پربھو اور ماتا کے علاوہ بڑے بڑے سنتوں اور سادھوؤں کی تصویریں ٹنگی ہوتی تھیں جن میں شری رام کرشن پرم ہنس، گرونانک اور سوامی بالک کاک وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ وہ کلاسیکی موسیقی کے بڑے دلدادہ تھے۔ شری شیو پوری اپنے شاگردوں کے ساتھ اکثر ہارمونیم اور طبلہ لے کر ان کے پاس بھجن گایا کرتے تھے۔ انھوں نے ایک بار ان سے تان پورا لانے کی فرمائش کی۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلاسیکی موسیقی کے ساتھ ساتھ لائٹ میوزک کے بھی دلدادہ تھے۔ انھیں مختلف راگوں جیسے کدار، مال کونس، جوگیا اور بیراگی، بھیروی کا گیان تھا۔ شری شیو پوری، محمد عبداللہ تبت بقال، وید لال وکیل جیسے موسیقی کے اُستاد ان کے سامنے صوفیانہ کلام اور بھجن پیش کرتے تھے۔ اس طرح سے پتہ چلتا ہے کہ وہ

اپنی روحانی زندگی کے کتنے نزدیک تھے، جو بھکتی مارگ کا ایک لازمی حصہ ہے۔ وہ 'اوم' پر خاص توجہ دیتے تھے۔ انھوں نے شاردھا لپی میں اپنے ہاتھوں سے ویدوں کے بارے میں بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔

شری گرو گیتا میں لکھا گیا ہے کہ ''پرن واہ سرواہ ویدیشو'' جس کے معنی یہ ہیں کہ میں اوم ہوں' تمام ویدوں کا نچوڑ۔ انھوں نے رام اور شیو کا نام اتنی خوبصورتی سے لکھا ہے کہ عقل حیران ہوجاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ان دونوں ناموں سے گہری عقیدت تھی۔ وہ خاص طور پر اوم سے اپنی سادھنا شروع کرنے کے قائل تھے اور اس کو بھگوان کے گلے سے تعبیر کرتے تھے۔ میتری اُپنشد میں اوم کے بارے میں ان الفاظ میں ذکر ملتا ہے:

''برہمن کی آواز اوم ہے۔ اوم کے آخر میں خاموشی ہے۔ انسان اس خاموشی میں لذت حاصل کرسکتا ہے۔ یہاں پر سفر ختم ہوتا ہے۔ جہاں پر دہشت اور افسوس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اوم ہمیشہ انسان کو سکون عطا کرتا رہا۔ اوم کے نام سے ہی اس کائنات کو حیاتِ جاودانی ملی ہے''۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پربھو ہی آواز اور خاموشی ہے اور اسی کا نام اوم ہے۔

بھگوان گوپی ناتھ جی کی تمام تر توجہ اوم پر رہتی تھی۔ یہ اُن کے نرگن، نرآکار اُپاسنا بیان کرتا ہے۔ یہ ان کی پاک نفس زندگی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ پربھو ایک ہے اور سادھنا کے طریقے الگ الگ ہیں۔ بھگوان جی کی ذہانت، قوت برداشت اور طاقت دیکھ کر انسان حیران ہوجاتا ہے۔

بھگوان جی نے اب حقیقی دنیا کو پہچان لیا تھا۔ وہ اب سماجی، گھریلو معاملات اور دیگر نجی معاملات میں دلچسپی لینے لگے تھے۔ شری شالی کا کہنا ہے کہ وہ ایک مرے ہوئے آدمی کے 10ویں دن پر گئے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی وہ سورج کی طرف دیکھنے لگے اور جلد ہی اپنے خیالوں میں کھو گئے۔ دراصل وہ کسی مرے ہوئے انسان کا دکھ برداشت

نہیں کرسکتے تھے۔ وہ تمام لوگوں کا دکھ درد بانٹنا چاہتے تھے۔ کتنے ہی لوگ ان کی روحانی طاقت سے فیضاب ہوئے تھے۔ ان کے چرن کملوں میں بیٹھ کر کتنے لوگوں نے سکون کا سانس لیا اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ایک بلّی بھی ان کے آسن پر بیٹھا کرتی تھی۔ حالانکہ ان کے بھکت اس کو بار بار بھگا دیتے تھے۔ لیکن بھگوان جی ہر بار ان کو ایسا کرنے پر ٹوکتے تھے۔ یہاں یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کس گرو سے متاثر تھے اور کس کی پوجا کرتے تھے۔ بھگوان جی اپنی جوانی کے دنوں میں شوما ہیمنا ستوترا پڑھا کرتے تھے۔

مختلف اوقات پر مختلف لوگ شیوزم، سانکھ یوگ، ویدیا ویشنوزم کو یاد کرتے ہیں۔ ان تمام چیزوں پر گہرا اعتقاد ہونے کی وجہ سے انھیں کافی فائدہ ہوا۔ اگرچہ تمام لوگوں کے راستے جداگانہ تھے پھر بھی وہ ایک ہی پربھو کی پوجا کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح جس طرح سے مختلف سمتوں میں دریا بہہ کر ایک ہی سمندر میں جذب ہوتے ہیں۔ ان کے بھکتوں کا کہنا ہے کہ بھگوان جی نے اپنے عقیدت مندوں کے لیے بہت سے کام کیے ہیں۔ اس طرح سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ بھگوان جی ہمیشہ دوسروں کے دکھ درد کا ازالہ کرتے تھے۔ ہر ایک انسان ان کی تلاش میں مصروف رہتا تھا اور وہ خود سچائی کی تلاش میں محو رہتے تھے۔ ان کے اندر کی آواز ان کے لیے بے حد مددگار ثابت ہوتی تھی۔ وہ اس بات کی پیشگی آگاہی رکھتے تھے کہ ان کے کس بھکت پر کون سی مصیبت آن پڑی ہے اور اس کو کیسے دور کیا جائے؟ یہ سب کچھ بھگوان جی نے گرو کے فیض اور اپنی محنت، لگن اور صلاحیت سے حاصل کیا تھا۔ انسان کو منزلِ مقصود کی طرف لے جانے کے دو پہلو ہیں:

(1) گرو کا فیض (2) خود اپنی محنت۔

ان تمام چیزوں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے تجربوں اور روحانی طاقتوں سے عبادت کرنے کے منفرد طریقوں سے وہ قدم بہ قدم زینوں کو طے کرتے ہوئے منزل تک پہنچ گئے ہیں۔ اس طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں پہلے

سے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اگر ان کا کوئی گرو ہوتا تو انہیں وہ براہِ راست روحانی بلندی پر لے جاتا۔ جس کی انہیں کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس وجہ سے اگر گرو نے انہیں کوئی راستہ بتایا ہوتا تو وہ آخری دنوں تک اس کا دھیان کرتے۔ وہ سوچ سمجھ کر چلنے کے راستہ کو زبردست فوقیت دیتے تھے۔ یہی راستہ انہیں شعور اور لاشعور کے راستے پر لے گئے۔ وہ ان لوگوں سے زیادہ گفتگو کرتے جس کے بارے میں انہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ سوچ سمجھ کر چلنے کے قائل ہیں اور اپنی منزل حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی سوجھ بوجھ انہیں کلیت، نجات اور ابدیت تک پہنچا دیتے تھے۔ 1978ء میں وہ آسٹریلیا کے ایک بھکت مسٹر سمفنڈ ارفر کے سامنے آئے اور کہا:

''قومی یکجہتی تب پیدا ہو جاتی ہے جب لوگ دنیا میں پھیلی ہوئی روشنی سے اپنے آپ میں پاکیزگی پیدا کریں۔ اور یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب انسان مذہب اور قومیت سے آزاد ہو''۔ یہ بھگوان جی کا ہی کرم ہے کہ انھوں نے انسان کی بنائی ہوئی رنگ، نسل، قوم اور مذہب کی سرحدیں ختم کر دیں۔ انھوں نے یہ چیزیں ختم کر کے باقی سادھوؤں کے لیے راستہ ہموار کیا۔

''اہم برھموسمی'' کا مطلب یہ ہے کہ میں برہم ہوں، میں خدا دوست ہوں یا میں خدا میں ہوں۔ میرے رگ رگ میں انا الحق ہے۔

میں شیوا ہوں، میں شعور اور دعا کی شکل میں شیو ہوں۔ میں اپنشد کی زبان میں ''تت، تھام، اسی'' یا صوفیوں کے الفاظ میں ''ہمہ اوست'' میں ہوں۔

شری راما کرشن نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے عقائد اور تجربوں سے سچائی کو حاصل کیا۔ اس طرح کی کامیابی سے انھوں نے ہندوستان کا روایتی ادویتیا کا طریقہ اپنایا۔ حالانکہ چودھویں صدی عیسوی کی کشمیری صوفی شاعرہ للہ دید نے ایک بار کہا تھا:

''شیو چھ تھلی تھلی وژھان موزان ہندتہ مسلمان''

یعنی ''خدا ہر ایک کا ہوتا ہے، اس لیے اس کو ہندو مسلمانوں میں تقسیم نہیں

کرنا چاہیے۔'' بھگوان جی نے بھی ایک جگہ اس قول کی تائید کی ہے۔ کہتے ہیں:

''ہند چھا اکھ تہ مسلمان بیاک''

کیا ہندو اور مسلمانوں میں کوئی فرق ہے؟ سچی بات تو یہی ہے کہ ان دونوں میں امتیاز برتنا، انسانیت سے سراسر ناانصافی ہے۔ یہاں ایک مسلمان سے متعلق ایک دلچسپ کہانی بیان کرنا لازمی بن جاتا ہے:

کہا جاتا ہے کہ ایک بار بھگوان گوپی ناتھ جی کے دربار میں ایک عورت نے حاضری دی۔ اس کے ہمراہ اس کا مسلمان نوکر بھی تھا۔ جس نے تھیلے میں پیلے رنگ کے بب گوش لائے تھے۔ انھوں نے اس تھیلے کو نہایت ہی عقیدت سے بھگوان جی کو پیش کیا تو اسی وقت بھگوان جی نے حکم دیا کہ یہ پھل وہاں محفل میں موجود عقیدت مندوں کے درمیان تقسیم کیا جائے۔ نتیجہ کے طور پر نوکر کو بھی ایک ناشپاتی مل گئی۔ لیکن بھگوان جی نے اشارہ کیا کہ اس کو اور پھل دیا جائے۔ اس طرح سے اس نوکر کو پانچ ناشپاتیاں ملیں اور باقی لوگوں کو صرف ایک ایک ناشپاتی۔ بعد میں بھگوان جی نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جب یہ عورت پھل خرید رہی تھی تو نوکر کو خیال آیا کہ وہ اپنے لیے کچھ پھل چھپا کے رکھے گا۔ کیونکہ اسے یقین ہی نہیں تھا کہ اسے بھی خریدے گئے میووں میں سے کوئی پھل مل جائے گا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ پھل مالکن کس کے لیے خرید رہی ہے۔ یہ اسی سادھو کا کمال تھا کہ انھوں نے من کی آنکھوں سے یہ سارا منظر دیکھ لیا تھا۔

بھگوان جی سچائی کو جانتے تھے اور ان تجربوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

اس کائنات کی تخلیق کاری کا نقطہ شری کرشن مہاراج ہیں۔ جو بھگوت گیتا اور اُپنشد میں صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے۔







لارڈ گوپی ناتھ جی کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر حکومت ہند کی طرف سے جاری کردہ ڈاک ٹکٹ اور فرسٹ ڈے کور

چوتھا باب

شریمد بھگوت گیتا میں درج ہے کہ:

''ایک انسان شدید ریاضت کے بعد وقت کے بے کراں سمندر کو پھاندتا ہوا اونچی منزلوں تک پہنچ جاتا ہے''۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بھگوان جی کے پاس سادھنا کی مختلف منزلوں کا لا متناہی خزانہ تھا۔ اس بات کا انکشاف ان کے عادات و اطوار سے ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ عورت اور دولت سے دور ہی رہا کرتے تھے۔ ان کے بزرگوں نے ان کو شادی کے بندھن میں باندھنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ان کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بھگوان جی زندگی بھر برہمچاری رہے۔

بھگوان جی ہمیشہ برہمن کی عزت کیا کرتے تھے۔ قربانی اور ایثار کا جذبہ ان کی رگ رگ میں پایا جاتا تھا۔ غریبوں کی مدد کرنا، دان دکشنا دینا اور انسان کی فلاح و بہبود کے لیے کام آنا وہ اپنا دھرم سمجھتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے آرام کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہا۔ وہ ذہنی غلامی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ وہ کائنات کو سر کرنا چاہتے تھے اور اس منزل کو حاصل کرنا چاہتے تھے جس منزل کی تلاش میں وہ عمر بھر کوشاں رہے۔ اور آخر وہ وقت بھی آیا جب انھوں نے ان تمام منزلوں کو سر کرتے ہوئے اپنا ایک الگ اور انفرادی مقام پالیا۔

(1) بھگوان جی سچے معنوں میں برہم چاری تھے۔ حالانکہ ان کے مطابق جو کوئی بھی یہ منزل سر کرتا ہے اس کے پاس روحانی پیاس ہونی لازمی بن جاتی ہے۔ خود وہ غیر شادی شدہ (مجرد) کو روحانی تعلیم دینے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ وہ انسان کو انسان کے روپ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ سچا، باہمت، حوصلہ مند اور باکردار انسان انہیں بے حد پسند تھا۔ پاک دامن عورت بھی انہیں حد سے زیادہ عزیز تھی۔

(2) جب بھگوان جی پچاس سال کے ہوگئے تو وہ اپنی بڑی بہن کے داماد پنڈت مادھو جوستھو کے ہاں رشی محلّہ میں رہنے لگے۔ اس دوران ان کے ہاں ایک عورت ملاقات کے لیے حاضر ہوئی۔ جونہی وہ بیٹھنے لگی تو بھگوان جی نے اس کو اپنے چمٹے سے پیٹنا شروع کیا۔ آخر کچھ دیر کے بعد وہ بھاگنے میں کامیاب ہوگئی۔ تو بھگوان جی پیچھے پیچھے پہلے اس کی گلی اور پھر آنگن تک آگئے۔ وہ شدید غصے میں تھے۔ جب وہ وہاں سے واپس آگئے تو انھوں نے آشرم میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا کہ یہ عورت ناپاک ہے اور وہ صبح سویرے دو لڑکوں سے ساتھ گل چھرے اُڑا رہی تھی۔ انہیں تعجب ہوا کہ اس ناپاک عورت نے میرے پاس آنے کی ہمت کیسے کی۔

(3) ایک دفعہ بھگوان جی کے ہاں کشمیر کے باہر سے پانچ عورتوں کا ایک گروہ درشن کے لیے آگیا۔ لیکن انھوں نے اس گروہ کا دل کھول کر استقبال نہیں کیا بلکہ اس بات کا اظہار کیا کہ کالی کے اس زمانے میں یہ ناپاک خواتین کہاں سے آگئیں۔ انھوں نے تمام فضا

کو آلودہ کر دیا ہے۔

(4) ایک دفعہ ایک شخص ان کے درِ دولت پر حاضری دینے کے لیے آیا جو ایک بیوہ عورت کے جال میں پھنسا ہوا تھا اور اس عورت سے اپنی جنسی ہوس پوری کرنا چاہتا تھا۔ بھگوان جی اپنے روحانی علم سے اس بات سے آگاہ تھے۔ انھوں نے اس شخص کو سمجھایا کہ اس طرح کی کوشش سے چاروں طرف آگ لگ سکتی ہے۔ اس طرح سے اس شخص نے بھگوان جی کی نصیحت پر عمل کیا اور اس شرم ناک کام سے پرہیز کیا۔

(5) ایک اور شخص کو اپنی طاقت پر بڑا ناز تھا۔ وہ ایک بار بھگوان جی کے درشن کے لیے حاضر ہوا۔ بھگوان جی نے اس کی ذہنیت کو پہچان لیا اور اس بات سے اسے آگاہ کیا کہ ظاہری شکل و صورت اور طاقت پر ناز نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ کچھ بھی نہیں بلکہ یم دوت کی غذا ہے۔ یہاں انھوں نے اس شخص کو حقائق سے بھی آگاہ کیا اور اسے اپنے اندر کی آتما کی خوبصورت شناخت کرنے کا درس بھی دیا۔ جو ہمیشہ زندہ رہنے والی چیز ہے۔

(6) ایک نوجوان کالج کے داخلے کے دوران فیشن پرستی میں گرفتار ہوا تا کہ نوجوان لڑکیاں اس کو دیکھ کر اس کی خوبصورتی پر فدا ہو جائیں۔ لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا اور نوبت اس بات کی آ گئی کہ اس کے دوست اس کا مذاق اڑانے لگے۔ جب وہ تنگ

آ گیا تو اس نے بھگوان جی کے درِ دولت کا رخ کیا۔ بھگوان جی اس نوجوان کے مدعا و مقصد سے آگاہ ہوگئے۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک انسان کو اپنے شریر پر ناز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ غلاظت سے بھرا ہوا ہے۔ بھگوان جی نے خود ہی اس نوجوان کو اس کے دوستوں کی باتیں بتائیں۔ وہ اکثر لوگوں کو دنیا کے تماشوں سے خبردار کرتے رہتے تھے۔

وہ بناؤ سنگھار کے قائل نہیں تھے۔ صبح ہر روز نلکے پر اپنا منہ اور جنیو دھویا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنے آسن پر بیٹھتے تھے۔ یہاں وہ اپنی پگڑی اپنے مخصوص انداز میں باندھا کرتے تھے۔ پھر کیسر کا ٹیکہ لگایا کرتے تھے جس کے بیچ میں تھوڑی سی بھسم لگایا کرتے تھے۔ اس کے بعد وہ اپنی دھونی سلگایا کرتے تھے۔ یہ دھونی صبح سے شام تک جلتی رہتی تھی۔ صبح سویرے دھونی کے پاس جا کر معلوم نہیں اس میں کیا ڈالتے تھے اور پھر اپنی چلم سلگا کر اس کا کش لینے میں مصروف ہو جاتے تھے۔ جو بھی دن بھر کا چڑھاوا آتا تھا اس میں سے یگیہ کے لیے شکر، چاول، جو، خشک میوہ، پودھنا، بیل پتر اور پھول وغیر رکھتے تھے۔ بھگوت گیتا کے اشلوک پڑھے جاتے تھے۔ بھگوت گیتا کے ایک اشلوک کا مفہوم یہ ہے کہ "وہ یہ یگیہ کسی خواہش کے بغیر کرتے ہیں"۔ ایسے یگیہ کو ساتوک یگیہ کہتے ہیں۔

دھونی ہمیشہ سلگتی رہتی تھی اور آگ کی لپٹوں سے چاروں طرف اُجالا پھیل جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُجالے کو ہمیشہ عزیز رکھتے تھے۔ اور یہ اُجالا آگ کی لپٹوں سے ظاہر ہوتا تھا جو ویدک منتروں کے مطابق "تمسو ماں جوتر گمیا" ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ مجھے اندھیرے سے اُجالے میں لے چلو۔

1925ء تک بھگوان جی پشمینے کا فرن اور قیمتی جوتے پہنتے تھے۔ ان کے پتا

سورگباش ہوگئے تو ان کی زندگی میں ایک عجیب قسم کی ہلچل مچ گئی اور ان کا پہناوا بھی تبدیل ہوگیا۔ وہ اپنی پوشاک یا تو اپنی بہن کے کہنے پر یا اپنے بھکتوں کے کہنے پر ہفتہ یا پندرہ دن کے بعد ہی تبدیل کرتے تھے۔ ان کا لباس سیدھا سادہ فِرن تھا۔ ایک قمیض، ایک بغیر بازو کا کوٹ (واسکٹ) تھا۔ گرمیوں میں ان کا لباس ایک رنگ دار لینن کا فِرن تھا۔ سردیوں میں گرم فرن اور اس کے اوپر ایک چادر ہوتی تھی۔ وہ کانگڑی بھی فِرن کے اندر اپنا جسم گرم کرنے کے لیے رکھتے تھے۔ ان کی خوراک اور عادات و اطوار تبدیل ہوگئے اور وہ گھور تپسیا کرنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ اپنی زندگی کے تیس برسوں میں انہوں نے دو بار ہی نہایا۔ ایک بار جب وہ ماتا کھیر بھوانی جی کے استھاپن کی یاترا کر رہے تھے اور جب جھیل ڈل سردیوں میں جم گیا تھا۔ ان کے بھکتوں نے شدید سردی سے بچنے کے لیے ان سے گذراش کی تھی۔ ان کے نہانے سے جلدی ہی سردی کی شدید لہریں کم ہونے لگیں اور لوگوں نے سردی سے نجات حاصل کی۔ وہ ہر ماہ اپنا سر منڈواتے تھے اور اپنے بھکتوں سے اس پر تیل کی مالش کرواتے تھے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جب وہ مالش کرتے تھے تو ان کے شریر سے ایک خاص قسم کی خوشبو آتی تھی۔ انھوں نے یہ طریقہ اپنی زندگی کے آخری دنوں تک اپنائے رکھا۔ درج ذیل اشلوک کے مطابق وہ اونچے درجے کے برہمن تھے۔

''جو برہمن کو جانتا اور سمجھتا ہے وہی برہمن کہلاتا ہے''

اس کی تصدیق ایک اور اشلوک سے ہوتی ہے۔

''ہر ایک فرد جسم سے شودر ہے۔ مذہبی بندشوں سے وہ 'دیوجا' بن جاتا ہے۔ دوبار جنم لیتا ہے۔ ویدوں کے مطالعہ سے اس کے اندر شکتی پیدا ہوتی ہے اور برہمن کو جاننے سے وہ برہمن کا خطاب پاسکتا ہے۔''

ان باتوں سے یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ وہ اونچے درجے کے برہمن تھے۔

بھگوان جی کھانے پینے کے معاملے میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ وہ کہتے

تھے کہ جب انسان بھوک محسوس کرے تب ہی کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ بلکہ جب تک شریر کی چاہت نہ ہو تب تک کھانا نہیں کھانا چاہیے۔ اس طرح سے انسان بھوک اور پیاس پر قابو پاسکتا ہے۔ بھگوان جی کئی دنوں تک کھانا نہیں کھاتے تھے اور کبھی کبھی وہ کچھ کھانا کھاتے تھے۔ غالباً انہیں شریمد بھگوت گیتا کے اس اشلوک پر پورا پورا اعتقاد تھا جس میں کہا گیا ہے کہ:

انسانی جسم جو وشوانارا ہے۔ یہ پران اور اپانا یعنی اندر سانس لینے اور باہر چھوڑ دینے میں چار قسم کا کھانا ہضم کرسکتا ہے۔

عام طور پر وہ روز نو بجے قہوہ (کشمیری چائے) پینے کے عادی تھے۔ تقریباً ایک بجے وہ چاول اور سبزی دوپہر کے کھانے میں لیتے تھے۔ اس کے لیے ان کی بہن انہیں یاد دہانی کرتی تھیں۔ لیکن وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ابھی جلدی نہیں ہے۔ بعد دوپہر وہ قہوہ یا دودھ والی چائے پینے کے عادی تھے۔ بعد دوپہر وہ اکثر ایک ہی وقت کھانا کھایا کرتے تھے۔ سورگ سدھارنے سے کچھ آٹھ ماہ قبل ہی انھوں نے اپنی خوراک بند کردی تھی۔ چائے پینے یا کھانا کھانے کے وقت بھی وہ اپنی روحانی دنیا یا سادھنا میں کھوئے رہتے تھے۔ وہ کشمیری کپ یعنی کھوس میں چائے پینے کے عادی تھے۔ یہ ان کے ہاتھ میں بہت دیر تک گرم رہتا تھا۔ بھگوان جی اکثر برت بھی رکھا کرتے تھے۔ جس سے ان کے جسم میں کمزوری آگئی تھی۔ لیکن اس حال میں بھی وہ باخبر رہتے تھے۔ چلم عمر بھر ان کے ساتھ رہی۔ انھوں نے ایک مرتبہ کہا تھا:

"چلم کے کش سے ہی ان کی بھوک مٹ جاتی ہے"۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جسم کے تمام اجزاء پر ضبط رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ بھوک محسوس نہیں کرتے تھے۔ جس قسم کی بھی خوراک ان کے سامنے رکھی جاتی تھی، وہ لینے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ کبھی کبھی ان کو وہسکی اور برانڈی بھی پیش کی جاتی تھی۔ وہ پہلے لوگوں میں تقسیم کرتے تھے اور اگر اس میں سے تھوڑی سے بچ جاتی تھی تو پھر وہ

خود پی لیتے تھے۔ کبھی کبھی بھگوان جی شراب کی بوتلوں کو دریا میں پھینک دینے کا حکم دیتے تھے۔ ان کے جسم میں کبھی کبھی کپکپی طاری ہوتی تھی اور کبھی کبھی وہ چند گھنٹوں تک عالم ملکوت کی سیر کرتے تھے۔ ان پر روحانی حقائق منکشف ہوتے تھے۔ وہ باطنی طور پر دیوتاؤں کے قریب رہتے تھے۔ ان پر ایک قسم کا نشہ چھا گیا تھا۔ اس طرح سے وہ رات دن سرشار رہا کرتے تھے۔ گرونانک دیو جی کو جب مغل بادشاہ بابر نے شراب کا پیالہ پیش کیا تھا تو انھوں نے کہا:

چرس بھنگ افیون اور دوسری نشیلی چیزوں سے انسان صرف چند گھنٹوں تک لذت محسوس کرتا ہے۔ لیکن دیوتا کا نشہ دن اور رات انسان کا تعاقب کرتا ہے۔

بھگوان جی بھی دیوتاؤں کے نشے سے سرشار تھے۔ وہ اپنے اندرونی نشے کی لذت دنیا کی ظاہری انبساط کے لیے لیتے تھے۔ ان نشیلی چیزوں کا استعمال کرنا ان کے لیے ضروری نہیں تھا بلکہ وہ معبودِ حقیقی سے اسی راستے سے ہم کلام ہونا چاہتے تھے۔ غالبؔ نے اپنے ایک شعر میں بھی اس کا احساس دلایا ہے ؎

مے سے غرضِ نشاط ہے کس رو سیاہ کو
اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

بھگوان جی اپنی خوراک کے معاملے میں بھی جداگانہ پسند رکھتے تھے۔ وہ گوشت اور مچھلی کا استعمال کرنے سے پرہیز نہیں کرتے تھے۔ ان کے آشرم میں عام طور پر پیلے چاول کے ساتھ پکی ہوئی کلیجی، پرشاد کے طور پر بانٹ دی جاتی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو لوگ گوشت خور نہیں تھے، وہ بھی اس پرشاد کو آنکھوں سے لگایا کرتے تھے۔ ایک دلچسپ قصہ ہے کہ ایک بھگت نے گوشت والا پرشاد لینے سے انکار کیا۔ وہ آشرم میں خوابِ غفلت میں پڑا ہوا تھا۔ اس نے وہاں دو اگنی کنڈ جلتے ہوئے دیکھے۔ ایک کنڈ میں سے آگ کی لپٹیں نکلتی تھیں اور دوسرے کنڈ میں کم آگ سلگ رہی تھی۔ دونوں کنڈوں میں گوشت کے ٹکڑے پھینک دئے گئے۔ پہلے کنڈ میں گوشت

کے پھینک دینے سے کوئی بو نہیں آئی۔ دوسرے کنڈ میں گوشت پھینک دینے سے بدبو آگئی۔ جب یہ آدمی خواب غفلت سے بیدار ہوا تو اس کو پیغام مل گیا کہ آتما خود ایک جلتی ہوئی آگ ہے۔ کھانے سے کوئی برا اثر نہیں پڑتا ہے۔

بھگوان جی انڈا پیاز لہسن کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔ کیونکہ کشمیری پنڈت گھرانوں میں یہ چیزیں مذہبی طور سے ممنوع قرار دی گئی ہیں۔ محکمہ غذائیات کی بھی یہی رائے ہے کہ جو لوگ ان چیزوں کو کھاتے ہیں وہ نفسانی خواہش یا مستی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان چیزوں کے استعمال سے روحانی مشق میں بھی خلل پڑ جاتا ہے۔

اس بات کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ بھگوان جی نے زندگی کے آخری 10 برسوں میں چار پانچ بار کچھ انفرادی نوعیت کی کرامات انجام دیں۔ انھوں نے اپنی لوہے کی بڑی طشتری والی دھونی کو تمباکو سے بھر دیا اور پھر اس پر ہلدی کے پوڈر کا چھڑکاؤ کیا۔ اس کے بعد چینی کی ایک تہہ، چاول کا آٹا، مکی اور گیہوں ڈال دیا۔ تب اس کو آگ لگادی۔ یہ آگ تب تک سلگتی رہی جب تک ہر ایک چیز مکمل طور پر جل کر راکھ نہ ہوگئی۔ کسی کو بھی اس کے ساتھ ہاتھ لگانے نہیں دیا جاتا اور نہ آگ بُجھانے دیا جاتا۔ ان دنوں وہ بہت کم کھانا کھانے کے عادی تھے۔ ہر وقت اپنی ہی دنیا میں کھوئے کھوئے سے رہتے تھے۔ وہ صرف چلم کا کش لگاتے رہے۔ ان کے ہم عصر شری ایس این فوطیدار، جن کے بھگوان جی کے ساتھ قریبی مراسم رہے ہیں، کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے ہمت سے کام لے کر بھگوان جی سے سوال کیا کہ ان تمام کرشمے کا راز کیا ہے۔ تب انھوں نے بتایا کہ بھگوان مہا کال جو موت کے دیوتا ہیں وہ کسی کی جان لینا چاہتے تھے۔ میں نے اس کی زندگی کو بچانے کے لیے یہ سب کچھ کرنا مناسب سمجھا۔ اس طرح انھوں نے نہ صرف حِس، بھوک اور دوسری نفسانی خواہشات پر فتح پائی بلکہ موت پر بھی فتح پائی۔ جب بھگوان جی سے موت کے راز کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ جب مجھے ضرورت پڑے تو میں موت کے دیوتا کو بھی قابو میں لاسکتا ہوں۔

بھگوان جی کو خاص طور پر روپے پیسوں کا لالچ نہیں تھا۔ وہ اپنا کا ماتھے۔ ان کے پاس سب کچھ تھا۔ انہیں جو نذرانے کے طور پر پیش کیا جاتا تھا وہ پرشاد کے طور پر ہر ایک میں تقسیم کردیتے تھے۔ چینی، پھل، پکی ہوئی سبزیاں اور مٹھائیاں وہ سب میں بانٹ دیتے تھے۔ وہ بچوں سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے، اس لیے وہ بچوں کی نفسیات سے بھی واقف تھے۔ بھگوان جی بڑے پیار سے ان میں ٹافیاں پرشاد کے طور پر تقسیم کرتے تھے۔ ان کے پاس بڑے بڑے نوٹ بھی ہوتے تھے لیکن وہ اکثر بڑے نوٹ کی چھوٹی چھوٹی پرچیاں لاکر ان سادھوؤں میں تقسیم کرتے تھے جو امرناتھ جی کی یاترا کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان کی بڑی بہن کبھی کبھی بھگوان جی سے خفا بھی ہوجاتی تھیں جب وہ سارا روپیہ سادھوؤں میں تقسیم کرتے تھے اور گھر کے اخراجات کے لیے اپنے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں رکھتے تھے۔ ان کے مطابق بھگوان جی کو اپنے گھر کے اخراجات سے زیادہ سادھوؤں کی فکر رہتی تھی۔ اور کبھی کبھی وہ ان پر اپنی پیاری سے پیاری چیز بھی نچھاور کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ بھگوان جی کا پرشاد کے طور پر دیا ہوا ایک روپیہ ان سادھوؤں کے لیے تمام مشکل راستے کھول دیتا تھا۔ اور ان کو کبھی بھی پیسوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بھگوان جی کی چلم کا ایک کش ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا تھا۔ چٹکی بھر دھونی کی راکھ سے وہ لوگوں کی بڑی بڑی بیماریوں کو دور کیا کرتے تھے اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔ ان کی ٹکٹکی بھری نظریں انسان کو راحت کا سامان مہیا کرتی تھیں۔ وہ دھونی سے چمٹا نکال کر یا چلم کا کش لینے سے یا پیالے میں بچی ہوئی چائے سے ہی لوگوں کی تکلیفیں دور کیا کرتے تھے۔ اور فوراً اپنے عقیدت مندوں تک اپنا روحانی پیغام پہنچادیتے تھے۔

بھگوان جی دھتورا، چرس اور بھنگ بڑے شوق سے پیتے تھے۔ یہ چیزیں ان کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچاتی تھیں۔ وہ اگرچہ عام لوگوں کو ان چیزوں کا استعمال

نہ کرنے کا درس دیتے تھے لیکن ان نشیلی چیزوں کا استعمال خود ان کے لیے معمول بن گیا تھا۔ اگر کسی وقت کوئی بھنگ کے گولے اٹھا کر چپکے سے جیب میں رکھتا تھا تب انہیں اس کے بارے میں اپنے اندرونی علم سے معلوم ہوجاتا تھا۔ وہ انہیں یہ نشیلے گولے رومال میں رکھنے کی ہدایت دیتے تھے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد یہ کالے بھنگ کے گولے کالے کوبرا میں تبدیل ہوجاتے تھے اور آہستہ آہستہ سے بھگوان جی کے آسن کی طرف جانے لگتے تھے۔ بھگوان جی ہر ایک کا بھلا چاہتے تھے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر انہیں خود تکلیف ہوتی تھی۔ وہ ہر برے انسان کو بُرے عادات سے بچنے کا راستہ دکھانا اپنا شعار سمجھتے تھے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوچکا ہے کہ بھگوان جی ایک بہت بڑے سادھو ہی نہیں تھے بلکہ وہ اول درجے کے گیانی بھی تھے۔ انھوں نے پیر پنڈت بادشاہ کی طرح بہت سی کرامات کیں اور اس طرح سے نہ صرف عام لوگوں میں مقبولیت حاصل کی بلکہ بڑے بڑے سادھو بھی ان کے سامنے عقیدت سے سر جھکاتے تھے۔ بھگوان جی زبردست روحانی طاقت کے مالک تھے۔ ان کے معاصرین میں سے کسی بھی سادھو سنت کو ان کے مد مقابل نہیں رکھا جاسکتا ہے۔ وہ نشیلی چیزوں کو اپنے دل کی تسکین کے لیے استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے دیوتاؤں کو یاد کرنے کے لیے اور اپنے اندر کھوجانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔

کبھی کبھی ان کے عقیدت مند ان کے لیے بڑی کارآمد چیزیں لاتے تھے۔ انہیں بے حد مسرت ہوتی تھی۔ بعض عقیدت مند ان کے لیے پوشاک لاتے تھے اور بھگوان جی اس کو بڑی محبت سے قبول کرتے تھے۔ بعض لوگ انہیں پشمینے کے کپڑے اور ریشم کے اچھے اچھے ملبوسات پیش کرتے تھے۔ اگر کوئی عقیدت مند ان کو اپنی پسند کے کپڑے پہننے کے لیے مجبور کرتا تھا تو ان کی طبیعت باغ باغ ہوجاتی تھی۔ ایسا بھی وقت آتا تھا جب بھگوان جی بہت سارے کپڑے اکٹھے پہنا کرتے تھے۔ تا کہ ان کے

عقیدت مند خوش ہو جائیں۔ بعض لوگ ان کے لیے عمدہ پکوان لاتے تھے۔ بھگوان جی یہ پکوان اکیلے کھانے کے عادی نہیں تھے۔ بلکہ وہ لوگوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کا ایک غریب اور مفلوک الحال عقیدت مند بھگوان جی کے لیے ایک معمولی سا نذرانہ لایا اور وہ یہ نذرانہ لوگوں کے جمِ غفیر میں پیش کرنے سے ہچکچایا۔ بھگوان جی اس کی جھجک جان گئے۔ انھوں نے لوگوں کے مجمع میں سے دور سے اس کو اشارہ کیا۔ جب وہ قریب آیا تو انھوں نے اس کی لائی ہوئی چیز لوگوں کے سامنے کھول دی اور پھر ان سب میں پرشاد کے طور پر تقسیم کی۔ اس طرح سے اس کی جھجک دور ہوگئی۔

یہ بات یہاں پر دہرانے کے قابل ہے کہ سدھاما جب اپنے عزیز دوست کرشن جی کے دربار میں گئے تھے تو وہ بھی کرشن جی کو نذرانے کے طور پر ستو پیش کرنے سے ہچکچائے، لیکن کرشن جی مہاراج اتنے مہان تھے کہ انھوں نے ان سے ستو کا پیکٹ چھین لیا اور مزے لے لے کر کھاتے رہے۔ دوست کی اس بھینٹ میں انھوں نے وہ لذت پائی کہ وہ ہر پل اپنے پچھلے دور کو یاد کرتے رہے۔ اس میں شک نہیں کہ عصر حاضر میں بھگوان جی بھی ایک ایسی ہی عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ وہ ہر ایک چیز قبول کر لیتے تھے جو انہیں محبت سے نذر کی جاتی تھی۔ شریمد بھگوت گیتا کے ایک اشلوک میں کہا گیا ہے:

''جو پیار سے کوئی تحفہ دے، چاہے وہ درخت کا ایک پتہ، ایک پھول یا کوئی پھل یا پانی کی ایک بوند ہی کیوں نہ ہو، اس کے پیار کا احترام کرتے ہوئے اس چیز کو قبول کرنے سے ہرگز گریز نہیں کرنا چاہیے''۔ دراصل پیار ایک عظیم تحفہ ہے جو ہر ایک چیز کو آسان بنا سکتا ہے۔ شیکسپیر نے اپنی نظم میں محبت کے بارے میں کیا خوب کہا ہے!

> ''محبت وہ نہیں ہے جو متغیر و متبدل ہو، بلکہ محبت تو وہ ہوتی ہے جو
> مرتے دم تک قائم و دائم رہے۔''

بھگوان جی غریبوں کے حقیقی دوست اور مفلسوں کے ہمدرد تھے۔ وہ غریب والدین کے بچوں کی شادیوں پر بے پناہ پیسہ صرف کرتے تھے۔ پنڈت دینا ناتھ جو ملا خاندان کے خاندانی گرو تھے، جہاں بھگوان جی نے اپنی زندگی کے آخری 12 سال گذارے، ایک بار اپنی تیسری بیٹی کی شادی کے لیے پریشان تھے۔ ان کے بینک اکاونٹ میں صرف 500 روپے تھے۔ وہ زہر کھا کر اپنا اور اپنی بیٹی کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ پہلے بھگوان جی کے درشن کے لیے حاضر ہوئے۔ بھگوان جی ان کی باتوں سے رنجیدہ ہوگئے۔ ان کو تیسرے دن اپنے پاس بلایا۔ اس روز سوم اماوسیہ تھی۔ انہوں نے تین بار بھگوان جی کے دروازے پر دستک دی۔ جب اندر سے کوئی آواز نہیں آئی تو وہ واپس جانے لگے کہ یکا یک بھگوان جی نے خود دروازہ کھول دیا۔ انھوں نے کمل کے پھول پر پانی کا قطرہ دیکھا جو تین قطروں میں بٹ گیا تھا۔ بھگوان جی نے ان کو ہدایت دی کہ وہ اس امرت کے قطرے کو تین بار پیئیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بھگوان جی نے ان کو آشیرواد دیا کہ ان کی جیب کبھی بھی خالی نہ رہے اور وہ اپنی بیٹی کی 6 ماہ کے اندر اندر شادی کردیں۔ جب شادی طے ہوئی تو بھگوان جی نے پنڈت جی کو دو سو روپئے دئے۔ ان پیسوں سے انھوں نے ضروریات کی چیزیں خریدیں جو شادی کے لیے بہت ہی لازمی تھیں اور اس کے بعد ان کی جیب کبھی بھی خالی نہیں ہوئی۔ بھگوان جی ایک بہت بڑے سادھو تھے۔ ان کے پاس پیار و محبت کی بے پناہ دولت تھی۔ وہ بہت ہی رحم دل تھے۔

ایک بار ماتا کھیر بھوانی کے استھاپن میں ایک ایسی عورت سے ان کی ملاقات ہوئی جنھوں نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے کسی سے پیسے ادھار لینے تھے لیکن شادی کے عین موقع پر اس نے پیسہ دینے سے انکار کیا تھا۔ بھگوان جی کو جب یہ اطلاع مل گئی تو انہیں اس واقعے سے شدید جھٹکا پہونچا۔ انھوں نے اپنے بٹوے میں سے 60 روپے نکال کر اس عورت کے ہاتھ میں تھما دئے۔ ان کے ساتھ ان کے دو

بھکت پنڈت دینا ناتھ تکو اور سوامی امرتا نند بھی تھے۔ بھگوان جی کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شری تکو نے اس کو 600 روپئے دئے۔ چند دنوں کے بعد یہ عورت بھگوان جی کی رہائش پر یہ کہنے کے لیے آگئی کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی کے یگیہ سے پرشاد تقسیم کررہی ہے۔ بھگوان جی نے اس عورت کے ایسا کرنے پر کسی خوشی کا اظہار نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ وہ بذاتِ خود اس کی یگیہ میں شامل تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ وہ اس دن جسمانی طور پر سری نگر میں تھے لیکن ان کی روح یگیہ پر موجود تھی۔

بھگوان جی بیماروں اور مفلسوں کی امداد کے لیے ہر دم کوشاں رہتے تھے۔ انھوں نے اپنی روحانی طاقت سے کینسر، ذیابطیس، تپ دق، اور بہت سی دماغی امراض کا قلع قمع کیا۔ لوگ ان کے پاس اپنے اپنے مسائل لے کر آتے تھے لیکن وہ براہِ راست ان کے سوالوں کا جواب نہیں دیتے تھے۔ بلکہ وہ اپنے جوابات اشاروں کنایوں میں دینے کے قائل تھے اور انسان کو ان جوابات کو سمجھنے میں ہوشیاری برتنی پڑتی تھی۔ یہاں پرمنی گام کے ایک سادھو کش کاک بھی ایسے ہی براہِ راست اپنے سوالوں کے جوابات نہیں دیتے تھے۔ اس قسم کے سادھو پہلے ہی ضرورت مندوں کا دماغ اور دل پرکھ لیتے تھے اور پھر ان کے سوالات کا جواب دیتے تھے اور ان کی مشکل حل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ بہت سارے بھکت، بھگوان جی کی رہائش گاہ پر پہنچ کر ان کا درشن کرتے تھے اور ان کے چرن کملوں کو چھوتے تھے یا ان کے نزدیک آکر ان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ چندہ پورہ میں، جہاں انھوں نے اپنی زندگی کے آخری 11 سال گذارے تھے، عقیدت مندوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ اور بعض لوگوں کو گھر کی دہلیز یا سیڑھیوں پر اپنی اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ وہ عقیدت مند یا تو اپنے مسائل اور مشکلات کا ازالہ کرنے کے لیے آتے تھے یا بھگوان جی سے روحانی تعلیم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ بعض لوگ اپنے دل کا سکون پانے کے لیے بھی آتے تھے۔ بھگوان جی بہت کم گو تھے اور اکثر تپسیا کرتے رہتے تھے۔ وہ

دھونی میں سے تھوڑی سی راکھ دے کر لوگوں کی مشکلات کا ازالہ کرتے تھے۔ وہ اپنی نظر سے ہی بہت سارے لوگوں کو راحت کا سامان مہیا کرتے تھے۔ بھگوان جی کا یہ معمول بن گیا تھا کہ وہ سب سے پہلے اپنے چمٹے سے بعض لوگوں کی پٹائی کرتے تھے اور پھر ان کو پرشاد دیتے تھے۔ انھیں گندے اور سنکی لوگ پسند نہیں تھے۔ ایسے لوگوں کو وہ بھگا دیتے تھے۔ ان کی ایک اور خصوصیت یہ تھی کہ وہ کبھی بھی کسی کو انکار نہیں کرتے۔ اگر کسی کام سے وہ مطمئن نہیں ہوتے تھے تو صاف صاف بولتے تھے اور اپنی بات کہنے سے کبھی بھی ہچکچاتے نہیں۔ مثال کے طور پر جب انھوں نے کئی دنوں تک کھانا لینا ترک کر دیا تھا، ان کی بہن اور دوسرے بھکت کھانے کے لیے اصرار کرتے تو اپنے مخصوص لہجے میں کہتے کہ ارے ابھی تو ہم نے کھانا کھایا۔ اگر کوئی شخص ان کے درشن کرنے کے بعد جانے کی اجازت چاہتا تھا تو بھگوان جی یہ کہہ کر روک دیتے تھے کہ ابھی کیا جلدی ہے، وہ عام طور پر ہم کا استعمال کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ہم کھانا کھائیں گے یا چلو ہم یاترا پر چلتے ہیں، ہم اب تپسیا کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ وہ ہر دم تپسیا میں مصروف رہتے تھے۔ بھگوت گیتا میں ایک جگہ کہا گیا ہے:

''یوگا سے ان اشخاص کو دماغی سکون ملتا ہے۔ جو ہر ایک چیز اپنے آپ میں دیکھنے کے قائل ہیں''۔

بھگوان جی ہمیشہ ان الفاظ کو دہراتے تھے۔ وہ فرماتے کہ میں ایک ہوں مجھ سے بہت سارے بنتے ہیں۔ پھر کائنات نمودار ہوتی ہے۔

بھگوان جی صحیح معنوں میں گرہستی نہیں تھے۔ وہ چھوٹے بڑے سب کو ایک ہی نظر سے دیکھنے کے قائل تھے۔ کشمیری پنڈت سماج کے روایتی رواج کا احترام کرتے ہوئے وہ لڑکی کو اپنے گھر سے سسرال کے لیے جانے پر اس کو وات گت دیتے تھے۔ اسی طرح سے جب کوئی بھکت ان کے دھونی جلانے، چلم بنانے اور اس طرح کی سبھی چیزوں کو مناسب جگہوں پر رکھنے کے کام کو انجام دیتا تو بھگوان جی اسے پرشاد

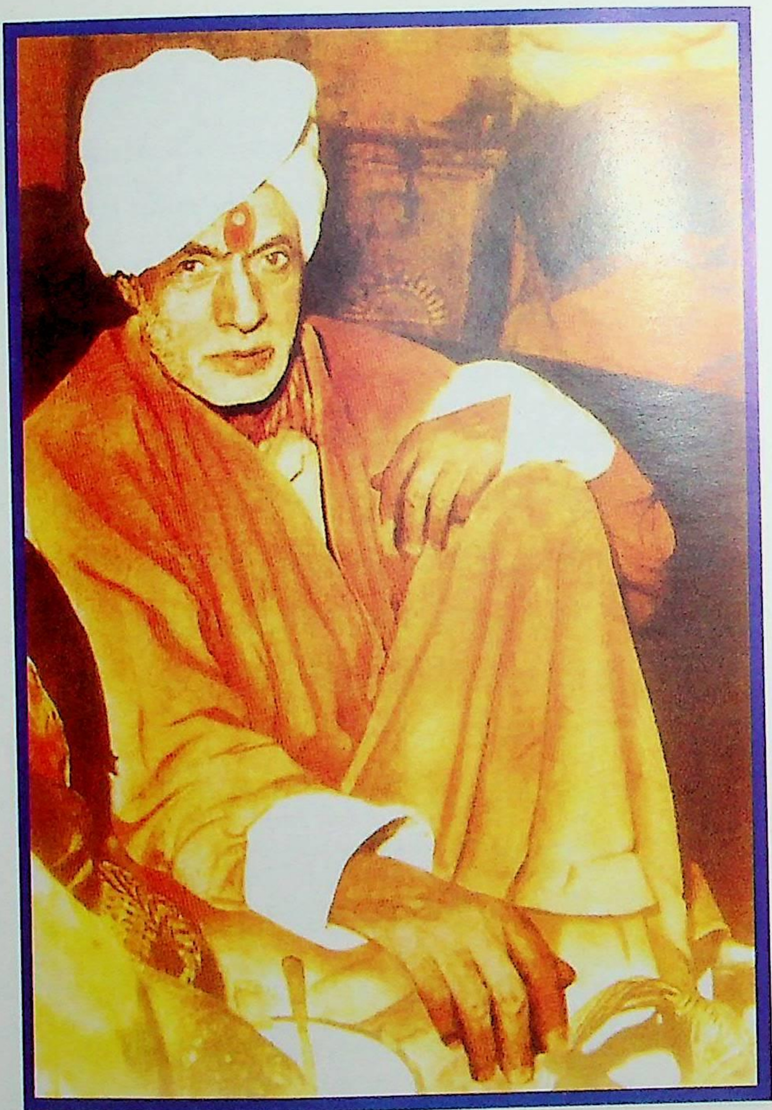
سے نوازتے تھے۔ اکثر پرشاد کے طور پر تھوڑی سی چینی یا پوتر راکھ ہوتی تھی۔

بھگوان جی حقیقی معنوں میں ایک بڑے فقیر تھے۔ وہ اپنے کسی کام کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دیتے تھے بلکہ اپنی ہی دھن میں مست رہتے تھے۔ گیان اور دھیان ان کا معمول بن گیا تھا۔ وہ بہت ہی ایمان دار اور شریف النفس فقیر تھے۔ انہیں کسی قسم کی خواہش نہیں تھی اور نہ انہیں کسی چیز کا لالچ تھا۔ وہ نہ صرف ہر وقت خوش رہتے تھے بلکہ اپنے بھکتوں کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ انھوں نے آزادی پائی تھی۔

پانچواں باب

بھگوان گوپی ناتھ جی کو شروع سے ہی شعر و شاعری سے دل چسپی تھی۔ انہیں صوفی شعراء کا کلام ازبر تھا۔ کبھی کبھی خود بھی ان کے ہونٹوں پر بڑے فکر انگیز واکھ آتے تھے۔ اور وہ اکثر اپنی گفتگو میں واکھ استعمال کرتے تھے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ قدیم شعراء، صوفیائے کرام اور سنتوں سے کتنی دل چسپی رکھتے تھے۔ یہ واکھ عام طور پر لل دید یا روپ بھوانی کے ہوتے تھے۔ ان واکھیوں میں عام طور پر راہِ حق کے ساتھ ساتھ روحانی مسرت اور اخلاقی آزادی کا راستہ نظر آتا تھا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بچپن سے ہی بھگوان جی روحانیت سے گہری دل چسپی رکھتے تھے۔ سادھوؤں اور سنتوں کے اقوال انہیں وردِ زبان تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہم عصر سادھو زنکاک کے یہاں شروع سے ہی جایا کرتے تھے۔

ایک دن آفتاب جو نے ان سے سوال کیا کہ کیا انہوں نے اپنے گرو کے درشن کیئے ہیں؟ ان کا جواب تھا کہ وہ پہلے سے ہی درشن کر چکے ہیں۔ اس طرح سے انہوں نے اپنے جواب میں یہ اشارہ دیا کہ ان کے دیوتا انکے دل میں ہر وقت بسے رہتے ہیں۔ عام طور پر یہ وہی استفسارات ہیں جو سوامی وویکانند سے انکے گرو شری



لارڈ گوپی ناتھ جی (1898-1968)

رام کرشن نے کیئے تھے۔ سوامی جی کا جواب تھا کہ میں نے بھگوان کو اسی روپ میں دیکھا ہے جس روپ میں میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ بھگوت گیتا میں بھی یہ درج ہے کہ جو سچے بھکت ہوتے ہیں وہ اپنے گرو کے ساتھ ہمیشہ گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ وہ بھکت ان کا ہی سنتے ہیں اور ان کے ساتھ ہی ہمیشہ رہتے ہیں۔ مہاتما اسی کو کہتے ہیں جو ہر وقت اور ہر جگہ اپنے معبود کی زیارت کرتے رہتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ جدید دور میں اس پائے کے مہاتما ناپید ہیں۔

واسو دیوا سروم اتہِ سا مہاتماسُو دُرلبہ

وادیٔ گلپوش میں ایسے بے شمار سنت اور سادھو تھے جن کے پاس وہ اکثر جایا کرتے تھے اور ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے تھے۔ جب بھگوان جی صرف بیس سال کے تھے تو ایک جٹا دھاری سادھو بالک، جو کاو کے درِ دولت پر حاضری دیا کرتے تھے، اکثر ان کے پاؤں دبایا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں ایک دفعہ بھگوان جی کے منہ سے یہ معنی خیز جملہ نکلا تھا:

''ہتو بالک کا واہ''

اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بھگوان جی اپنی چھوٹی عمر میں ہی روحانی طور پر ایک ایسی اونچائی پر پہنچ گئے تھے کہ وہ بالک جو کاو جیسے اونچے پائے کے سادھو کے ساتھ بھی مذاق کر سکتے تھے۔ بھگوان جی کو انہوں نے ایک بار پیتل کی گڈوی کو بطور تحفہ پیش کیا تھا جس میں وہ پانی پی لیا کرتے تھے۔ یہ گڈوی انہوں نے جھیل ڈل کے کنارے شالیمار باغ کے حدود میں واقع اشبر آشرم سے لایا تھا۔

1923ء میں جب بھگوان جی نے اپنے مٹن کا سفر اختیار کیا تو وہ سیدھے جیون صاحب کے ہاں چلے گئے۔ اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سادھوؤں کے درشن کے بغیر ہرگز واپس نہیں لوٹتے تھے۔ بعض سادھوؤں کو وہ بازی گر کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کی کھیر بھوانی کے استھان میں ایک اور سادھو نیلہ بب سے ملاقات

ہوئی۔ پوجا ارچنا کے بعد وہ دونوں اکھٹے واپس آ رہے تھے تو انہوں نے دودرہامہ میں تھوڑی دیر کے لیے قیام کیا۔ نیلہ بب بھگوان جی کے ساتھ بیٹھ کر انہیں بار بار تنگ کرنے لگے۔ لیکن بھگوان جی نے صبرِ جمیل سے کام لیا اور خاموش بیٹھ گئے۔ جب عقیدت مندوں نے اُن سے ان کی خاموشی کا راز پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ صرف روحانی رقابت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیل بب بھگوان جی سے اکثر ملاقات کرتے تھے۔ نیل بب جیسے سادھو بھی بھگوان جی کی روحانی طاقت سے مرعوب ہوگئے تھے۔ بھگوان جی کی روحانیت اور کیفیت و کرامات کی فہرست بڑی طویل ہے۔

ایک دن ان کے ایک عقیدت مند کی لڑکی کی شادی خانہ آبادی تھی۔ لڑکی کا باپ قریب المرگ تھا۔ یہ بھگوان جی کی روحانی طاقت ہی کا کرشمہ تھا کہ انہوں نے اس کی موت کو ایک دن آگے بڑھایا تاکہ اس شادی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوجائے۔

نند بب کو اس بات کی پیشین گوئی پہلے سے ہی ہوگئی تھی کہ بھگوان جی اپنا فانی شریر فنا کرنے والے ہیں۔ اور جب وہ وقت آگیا تو وہ خود ان کے سامنے والے مکان میں آگئے اور انہیں بھگوان جی کے سوُرگباش ہوجانے کا شدید دکھ ہوا۔ وہ بے اختیار کہہ اٹھے کہ اب ان کے کندھوں پر اور بھی بوجھ آن پڑا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ بعض ہم عصر سادھو یا سنت اکثر بھگوان جی کے پاس وقتاً فوقتاً آیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک سادھو سیدہ مول یا سید بب بھی تھے، جو بھگوان جی کے پاس اکثر آیا کرتے تھے اور گھنٹوں ان سے محوِ گفتگو رہتے تھے۔ آخر میں پرشاد لے کر چلے جاتے تھے۔ سوامی نندلال ایک اور سادھو تھے جو ہوشر میں رہائش کرتے تھے۔ انہیں بھگوان جی سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ اکثر اپنے دو چیلوں کو نذرانہ دے کر بھگوان جی کے پاس بھیجا کرتے تھے۔ سوامی مست رام اور سوامی کرال بب جن کا آشرم اودھمپور میں واقع ہے، ان کے پاس ملاقات کے لیے حاضر ہوا کرتے تھے۔ بھگوان جی کی بہن کے داماد ایک بار منہ گام کے سادھو کش کاک کی مزاج پرسی کے لیے چلے گئے۔ لیکن کش

کاک بھگوان جی کے زبردست پرستار تھے۔ انہوں نے اس نوجوان کو کہا کہ آپ کو یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی جب کہ آپ کے گھر میں پہلے سے ہی بھگوان جی موجود تھے۔ بعض لوگ جو کہ ایشور سروپ سوامی لکشمن جو کے قریب تھے، ان کا بیان ہے کہ سوامی جی بھی بھگوان جی کے بارے میں بے پناہ واقفیت رکھتے تھے۔ جب کہ وہ دونوں کبھی بھی آپس میں نہیں ملے تھے۔ وارانسی اور دوسرے مقامات سے آنے والے سادھو بھی بھگوان جی کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتے تھے۔ وہ بھگوان جی کے دربار میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اُن سے ایک روپیہ دکھشنا کے طور پر لیتے تھے۔

بھگوان جی سادھوؤں اور سنتوں سے حد سے زیادہ شناسائی رکھتے تھے۔ بھگوان جی کے یہاں دور دور سے سادھو اور سنت آیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ گھنٹوں تبادلہ خیال کرتے تھے۔ بے شک ان میں سے ہر ایک کے پوجا پاٹ کے طریقے جداگانہ تھے۔ لیکن ہر ایک کا نصب العین ایک تھا یعنی یہ جاننا کہ سچائی اور حقیقت کے راستے کی منزل کیا ہے؟ انسان کی مشکلات پر قابو کیسے پایا جاسکتا ہے؟ پوتر روحوں کے بارے میں بھگوت گیتا میں کہا گیا ہے کہ:

ان کا دماغ میری طرف ہی ہے۔ وہ مجھ میں سما گئے ہیں اور میرے بارے میں آگاہی رکھتے ہیں۔ وہ مجھ سے گفتگو کرتے ہیں اور ہمیشہ میرے خیالوں میں ڈوبے رہتے ہیں۔ بھگوان جی سادھوؤں کو دیکھ کر اتنے مسحور ہوتے تھے کہ وہ کبھی کبھی خود اپنے آپ کو بھی بھول جایا کرتے تھے۔ جو سادھو اور سنت پرلوک سدھار گئے تھے ان کی سمادھی پر اکثر جایا کرتے تھے۔ شاید ان جگہوں پر جانے سے انہیں سکونِ قلب حاصل ہوتا تھا اور وہ خود اپنے خیالوں میں مدغم ہوجاتے تھے۔ اسی جذبے کے تحت 1936ء میں جب وہ امرناتھ کی پوتر گھپا سے واپس آرہے تھے تو انہوں نے ہانگل گونڈ میں سوامی مرزا کاک کی سمادھی پر حاضری دی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پوتر جگہوں پر جانے سے ان کے دل میں روحانی اضطرابی کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ انہیں

ایک خاص قسم کا جنون سا محسوس ہوتا تھا۔ بھگوان جی کے بھکت بھی ان کی اس حالت اور کیفیت سے آشنا تھے۔

وادیٔ کشمیر نہ صرف اونچے اونچے پہاڑوں، سرسبز و شاداب میدانوں، رنگ برنگے موسموں، پھلوں اور پھولوں، گھنے جنگلوں، ندی نالوں، اور آبشاروں کے لئے ہی دنیا بھر میں مشہور ہے بلکہ یہاں کے ذرے ذرے سے روحانیت اور ویدانت کی بوباس آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ یہ سادھوؤں اور صوفیوں کی جنم بھومی ہے۔ یہاں کے ہر ایک گاؤں میں کسی نہ کسی سادھو اور صوفی نے جنم لیا ہے۔ ان سادھوؤں نے روحانی علمیت کا خزانہ اپنے بھکتوں کو سونپ دیا ہے۔ اس لیے یہاں کے ماحول اور یہاں کی فضا میں بھی اسی قسم کی تاثیر ملتی ہے۔

بھگوان گوپی ناتھ جی ایک بڑے سنت تھے۔ ان کی سبھاؤں میں بڑی متانت پائی جاتی تھی۔ وہ کم گو واقع ہوئے تھے اور اکثر اشاروں اور کنایوں سے اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے قائل تھے۔ انہوں نے نہ صرف ایک قوم کو درس دیا ہے بلکہ ان کا فلسفہ آفاقی ہے۔

بھگوان جی ہر ایک پر مشفقانہ نظر رکھتے تھے۔ یہاں بہت سی ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ وہ عوام کے ذاتی معاملات میں بھی کتنی دلچسپی لیتے تھے اور ان کی ہر گتھی سلجھانے کی کوشش کرتے تھے۔ شری اے این فوطیدار، جو ریاست کے ڈویژنل فارسٹ آفیسر کے محکمے میں ملازم تھے، کو ایک دفعہ شک کی بنیاد پر نوکری سے برطرف کردیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ بے گناہ تھے۔ مایوس ہوکر وہ اپنی رفیقۂ حیات کے ہم راہ نند بب کے دربار میں حاضر ہوئے۔ بب نے ان کے ماتھے پر تلک لگایا اور ان کے ہاتھ پر ایک کاغذ کا ٹکڑا تھمادیا جس پر اردو زبان میں لکھا تھا کہ انہیں سادھوؤں کے بادشاہ گوپی ناتھ جی کے دربار میں جانا چاہیے، جن کو سات اعزازات سے نوازا گیا ہے اور جو چند پورہ میں رہائش کرتے ہیں۔ اس کے فوراً بعد

شری فوطیدار بھگوان جی کے دربار میں حاضر ہوئے ۔ یہاں انہیں اپنے بے شمار سوالات کے جوابات مل گئے جو ان کی جنم پتری میں لکھے گئے تھے۔ بھگوان جی نے انہیں تسلی دی کہ ان کے دکھوں کا جلد از جلد ازالہ ہوجائے گا۔ اور انہیں بری کردیاجائے گا۔ ان کے سروس ریکارڈ میں مناسب رمارکس لکھے جائیں گے۔ انہیں یہ بات بھی ذہن نشیں کی گئی کہ جب حکومت تبدیل ہوجائے گی تو ان کے سامنے ایک نئی دنیا آجائے گی۔ یہ تمام باتیں سچ نکل گئیں۔ شری فوطیدار کی ملازمت برقرار رکھنے کا حکم نافذ ہوا اور ان کی تمام اپلیں منظور کر لی گئیں۔

شنکر ناتھ زاڈو، بب کے ایک مرید تھے، جن کی رفیقۂ حیات کا 1970ء میں انتقال ہوا تھا۔ اس صدمے سے وہ بہت ہی پریشان تھے۔ ان کا دماغی توازن بھی بگڑ گیا تھا۔ ان کی بیٹی انہیں بمبئی کے ست سائیں بابا کے پاس لے گئیں۔ یہاں آکر ان کی حیرانی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا جب بابا نے کہا کہ ان کے گرو بھگوان گوپی ناتھ جی نے مجھے ان کی طبیعت سازگار کرنے کے لیے کہا ہے۔ انہوں نے تھوڑی سی پوتر راکھ دے دی۔ شری زاڈو نے اس میں سے تھوڑی سی راکھ منہ میں ڈالی اور اس میں سے تھوڑا سا حصہ اپنے ماتھے پر لگادیا۔ اس کے بعد انہیں جسم میں طاقت آنی شروع ہوئی اور چند دنوں کے اندر وہ صحت یاب ہونے لگے۔ سائیں بابا نے بھگوان جی کے بارے میں یہ انکشاف کیا کہ وہ کشمیر کے بہت بڑے سادھو ہیں جو جیون مکت ہیں۔ وہ اپنی ہی زندگی میں آزاد آتما ہیں۔

شری سی ایل موزا کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ شری کنٹھ کول نے ان کو بتایا کہ ان کی بہن کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک شخص ایک بار منہ گام کے سادھو کش کاک کے یہاں آشیرواد پانے کے لیے چلے گئے۔ سادھو نے ان کو فوراً پہنچان لیا اور کہا ''تم میرے پاس کیوں آتے ہو جب کہ تمہارے گھر میں بڑا دربار ہے۔ سچ پوچھئے تو میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے بلکہ وہی سب کچھ ہیں''۔

پنڈت شری دھر جودر بھگوان جی کی شخصیت اور ان کے افکار پر لکھی گئی کتاب کے دیباچے میں رقم طراز ہیں کہ شری ایس این فوطیدار کو سادھو سونہ کاک جی نے بھگوان جی کے پاس روحانی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

وہ بھگوان جی کے قدموں میں گھنٹوں بیٹھا کرتے تھے اور ان کی سادھنا کرتے رہتے تھے۔

بھگوان جی کا ایک اور مشغلہ کشمیر کے مختلف صوفیوں، سنتوں اور سادھوؤں کے آشرموں پر حاضری دینا تھا۔ کشمیر شکتی پوجا اور روحانی تعلیمات کا منبع رہا ہے۔ اس قول کے بارے میں مختلف کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ ایک غیر کشمیری سادھو مقامی سادھو سے اس بات پر تبادلہ خیال کرنے لگا کہ شکتی پوجا کی کیا فوقیت ہے؟ اس کی عظمت کا کیا راز ہے؟ اور یہ باقی پوجا پاٹ سے کس حد تک منفرد حیثیت رکھتی ہے؟ یہ دونوں بحث و مباحثے میں جُٹ گئے تھے کہ اتنے میں راستے سے ایک دودھ فروش گزر رہا تھا۔ مقامی سادھو نے باہر سے آئے ہوئے سادھو سے پوچھا کہ ہم دونوں میں سے کون عمر کے لحاظ سے چھوٹا ہے جو اس دودھ فروش سے دودھ خرید لے۔ جب غیر مقامی سادھو نے دودھ خریدنے کی خواہش ظاہر کی تو دودھ فروش نے اپنے سر سے مٹکا نیچے اتارنے کے لیے امداد طلب کی۔ غیر مقامی سادھو نے انتھک کوشش کی اور اپنی پوری قوتِ بازو کا مٹکے کو نیچے لانے میں استعمال کیا۔ لیکن مٹکا ایک انچ بھی سر سے نہ ہلا۔ دودھ فروش نے اس کا مذاق اڑایا اور کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ تم میں شکتی نہیں ہے۔ شکتی کا لفظ اس کے دل میں نشتر کی طرح اتر گیا اور وہ اس لفظ کی گہرائیوں میں کھو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں کوئی شکتی نہیں ہے کیوں کہ تم شکتی پوجا پر بھروسہ نہیں کرتے ہو۔ سادھو دم بخود ہوگیا۔ اس کو اپنے سوال کا جواب مل گیا اور اس نے مقامی سادھو کے پاؤں چھولئے۔

کشمیر میں بہت سارے ایسے استھاپن ہیں جو شکتی کے نام سے مشہور ہیں۔

ماتا الگ الگ شکلوں میں الگ الگ جگہوں پر براجمان ہیں۔ جیسے ماتا شکاریکا، ہاری پربت میں، ماتا راگینیا تولہ مولہ میں اور ماتا جوالا کھرو میں ہیں۔ بچپن سے ہی بھگوان جی ماتا شاریکا کی پوجا ارچنا میں جٹے رہتے تھے۔ ہاری پربت ان کا اہم مرکز تھا۔ جہاں وہ سب سے پہلے جایا کرتے تھے اور پری کرما لگاتے تھے۔ یہ استھاپن سری نگر کی ایک پہاڑی پر واقع ہے اور وہاں پر بھگوتی شاریکا کا استھاپن دور دور سے نظر آتا ہے۔ اس جگہ ایک مشہور 'شری چکرا' ہے۔ اسی لئے اس استھاپن کو چکری شر کہتے ہیں۔ عظیم مغل بادشاہ اکبر نے اس پہاڑی کے اردگرد ایک بڑی مضبوط فصیل بنائی تھی اور اس میں داخل ہونے کے لیے بڑے بڑے دروازے تعمیر کروائے تھے۔ اس جگہ کے ارد گرد بہت سے دوسرے مندر پائے جاتے ہیں جن میں چکری شر کا استھاپن مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس استھاپن تک پہنچنے کے لئے بہت ساری سیڑھیوں کو سر کرنا پڑتا ہے۔ پہاڑی کے دامن میں ایک بہت بڑا میدان ہے جو دیوی آنگن کے نام سے موسوم ہے۔ یہ بھگوتی کا آنگن ہے۔ باہر جانے کے لئے ایک دروازہ ہے جس کو کاٹھی دروازہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے اندر ایک اور استھاپن ہے جس میں ایک پوتر چشمہ پایا جاتا ہے۔ اس استھاپن کو پکھری بل کہا جاتا ہے۔ بھگوان جی نے یہ چشمہ صاف کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا تھا۔ اس مقدس کام کو انجام دینے کے بعد وہ دیوی آنگن کے ایک جھونپڑے میں بیٹھ کر چلم کا کش لیا کرتے تھے اور اپنے ہی خیالوں میں ڈوب جاتے تھے۔ یہاں ماتا بھگوتی ایک خوب صورت لڑکی کے روپ میں ان کے سامنے آجاتی تھیں جن کو وہ 'ندر مونجہ' اپنے ہاتھوں سے کھلاتے تھے۔ کبھی کبھی ماتا شاریکا کے دربار میں بھی دن کے وقت جایا کرتے تھے اور رات کو مندر کے برہمن شری سالگرام کے گھر میں قیام کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے پنڈت رام جو کے مکان میں بھی رہائش اختیار کی۔ یہاں وہ تقریباً 9 ماہ اقامت پذیر رہے اور رات دن ماتا کی پرارتھنا کرتے رہے۔ ان کے نزدیک ماتا دوبارہ ایک چھوٹی سی لڑکی کی

شکل میں ظاہر ہوئیں اورایک دوسرے شخص نیلہ کول جو پکھری بل کے چشمے کے پاس تھے، انہیں بھی یہ منظر دکھائی دینے لگا۔ پکھری بل ہاری پربت کے باہری دروازے کے تھوڑے سے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ زمانہ 1937ء سے 1946ء کا زمانہ تھا۔ جب بھگوان جی ڈل حسن یار شری نیلہ کول صراف کے گھر میں اقامت پذیر تھے۔ ان کے بعض بھکتوں کا کہنا ہے کہ ماتا شاریکا اکثر اپنی سواری شیر کو بھگوان جی کے پاس بھیجا کرتی تھیں اور وہ شیر پر سوار ہوکر اپنے گھر سے ہاری پربت روانہ ہوجاتے تھے۔ ایسے سادھو اپنی مرضی کے مطابق نرآکار سے ساکار پوجا تک خود بخود سفر کرتے ہیں۔ کشمیر کے ایک گاؤں میں کاشی سے امرت واگھباوا چاری نامی ایک سادھو اس خیال سے آئے تھے کہ وہ ماتا شاردا کے درشن کر کے ہی رہیں گے۔ جب کئی دنوں تک ماتا ظاہر ہی نہیں ہوئیں تو انہیں بہت افسوس ہوا۔ اچانک انکے پاس شاردا زبان میں لکھا ہوا کہیں سے ایک پرانا مسودہ آیا۔ سوامی جی اس مسودے کے بارے میں جاننا چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایک مقامی پنڈت کو بلاکر اس مسودے کو پڑھنے کے لئے کہا۔ اس کے بیچ میں ایک اقتباس لکھا ہوا تھا جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا تھا کہ ماتا شاردا اپنے بھکتوں کے پاس تین پرندوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں۔ سوامی جی اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے اور خوشی سے اچھلنے لگے کہ صبح کی سادھنا ختم کرنے کے بعد میں ہر روز تین پرندوں کو دیکھتا ہوں۔ اگلے دن بھی انہوں نے ان ننھے منھے پرندوں کو دیکھا۔ وہ انکے سامنے بہت ہی احترام سے جھک گئے اور انہیں پرنام کیا۔ اس طرح ان کے من کی مراد پوری ہوئی اور وہ تیرتھ یاترا کے لئے روانہ ہوئے۔

کھیر بھوانی (تولہ مولہ) استھاپن جو سری نگر سے کوئی 28 کیلومیٹر شمال میں واقع ہے، اس جگہ ایک ایل طرز کا چشمہ ہے جس پر سفید سنگ مرمر کا ایک خوب صورت مندر تعمیر کیا گیا ہے۔ اس مندر میں ماتا مہاراگیںیا بھگوتی براجمان ہیں۔ چشمے کا پانی ہر وقت اپنا رنگ بدلتا رہتا ہے۔ اس پوتر جگہ کو لوہے کے جنگلے سے محفوظ کیا

گیا ہے۔ اندر پتھر کے بڑے بڑے تختے بچھائے گئے ہیں۔ چشمے کے قریب ہی بڑے بڑے چنار کے درخت ہیں۔ باہر بہت ساری دھرم شالائیں ہیں جن کے نچلے حصے میں بہت ساری دوکانیں ہیں۔ اس استھاپن کے باہر ایک نہر ہے جو سندھ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ نہر آگے جاکر وتستا سے ملتی ہے۔ اس سنگم کو پریاگ کہتے ہیں۔ اسی لئے اس استھاپن میں لوگ دریا کے راستے سے بھی اور بسوں کے ذریعے بھی پہنچ جاتے ہیں، ایک روایت کے مطابق ماتا نے اپنا آسن شری لنکا میں رکھا تھا۔ وہاں کے لوگ ان کے دربار میں گوشت کا چڑھاوا چڑھاتے تھے۔ ماتا نے ناراض ہوکر یہ خواہش ظاہر کی کہ کسی دوسرے مقام پر ان کا آسن بنایا جائے۔ اس کام کو ہنومان جی نے اپنے ہاتھوں سے انجام دیا۔ انہیں چشمے میں دودھ اور قند (شکر) ارپن کرنے کا حکم دیا گیا۔ اسی لئے ماتا کو کھیر بھوانی یا دودھ کی بھگوتی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ اس استھاپن کے باہر دودھ فروش یہ آواز دیتے ہیں کہ اس چشمے میں دودھ ڈالنے سے آپ کے من کی مراد پوری ہو جائے گی۔ بھگوان جی مسلسل کئی مہینوں تک اس استھاپن میں رہائش پذیر رہے ۔جب کہ عام لوگ ہر آٹھویں شکلہ پکھش کو وہاں جاتے ہیں۔ بھگوان جی اکثر یا تو چشمے کے قریب ہی پوجا ارچنا کرنے کے عادی تھے یا کبھی مندر کے اندر جاکر ماتا کے چرن کملوں میں بیٹھ جاتے تھے۔ وہ زیادہ تر جھونپڑی میں بیٹھ کر چلم کا کش لیتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ اپنا کھانا وہیں پر پکوایا کراتے تھے اور یاتریوں کو بھی کھِلواتے تھے۔ بھگوان جی کے ایک بھکت نے ان کو پوتر چشمے کے پاس نہیں دیکھا تھا۔ جب کہ ان کو ماتا جی کی جھلک ایک نورانی تختے پر بھگوان جی کے ساتھ براجمان ہوتی نظر آئی۔ بھگوان جی چلم کا کش لیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان تمام واقعات سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ماتا کے خیالوں میں مَحو رہتے تھے۔ روایت ہے کہ ایسے واقعات کشمیر کے بڑے بڑے سادھوؤں کے ساتھ ہوتے رہتے تھے۔ بھگوان جی بھی اکثر مہارا گیںیا کے ساتھ بیٹھے

ہوئے دکھائی دیتے تھے اور اپنی روحانیت کا اکثر مظاہرہ کرتے تھے۔

بھگوان گوپی ناتھ کو موسیقی کے ساتھ بھی گہری دل چسپی تھی۔ علم موسیقی کے ایک نامور استاد پنڈت جگت ناتھ شیو پوری اکثر ان کے دولت خانے پر کلاسیکی موسیقی میں بھکتی گیت کا جادو جگاتے رہے۔

کشمیری پنڈت تین مختلف طرح کی دیویوں کی پوجا ارچنا کرتے ہیں۔ بعض لوگ ماتا شاریکا کے اوپاسک ہیں اور بعض مہاراگینیا کے۔ کچھ لوگ ماتا جوالا جی کے بھکت ہیں۔ بھگوان جی کے لئے یہ تینوں دیویاں ایک جیسی تھیں۔ ان کے مطابق یہ تینوں دیویاں شیوجی کی شکتی کے برابر ہیں۔ قدرتی طور پر وہ کھریو میں ماتا جوالا جی کا استھاپن نظرانداز نہیں کرسکتے تھے۔ یہ سری نگر سے 30 کیلومیٹر کے فاصلے پر جنوب میں واقع ہے۔ جوالا جی کا مندر پہاڑی کی چوٹی پر دور سے نظر آتا ہے اور اسی پہاڑی کے دامن میں ایک بہت بڑا چشمہ ہے۔ جہاں دور دور سے بھکت ماتا کا درشن کرنے کے لئے آتے ہیں اور اس چشمے میں سب سے پہلے نہاتے ہیں۔ بھگوان جی ہر سال یہاں آتے تھے۔ اسی استھاپن میں انہوں ل نے کئی کرامات دکھائیں جس طرح ماتا الکھشری نے ایک صدی قبل دکھائی تھیں۔ بھگوان جی بھی اپنی بڑی بہن کے ساتھ اسی مقام پر آیا کرتے تھے۔ اور ڈل حسن یار کے کئی بھکت بھی ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔ انہوں نے تقریباً 50 یاتریوں کو چاول کھلایا۔ جب کہ برتن میں صرف چار یا پانچ آدمیوں کے کھانے کی گنجائش تھی۔ حالاں کہ ان کی بہن نے اُن کو آگاہ کیا تھا لیکن بھگوان جی نے ان کو ہدایت دی کہ ہر ایک آدمی کو چاول کھلاکر دیگچی (برتن) کے اوپر ڈھکن رکھا جائے۔ جلدی میں انہوں نے تمام لوگوں کو ایک ساتھ کھانا پروس دیا لیکن انہیں اس بات سے حیرانی ہوئی کہ سارا کھانا پروسنے کے بعد بھی اس برتن میں کھانا بچا ہوا تھا۔

عیسی مسیح کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بے شمار بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ جب کہ ان کے پاس صرف 5 روٹیاں اور دو مچھلیاں تھیں۔ الکھ

شری روپ بھوانی کے والدین نے بھی اپنی بساط کے مطابق اپنی بیٹی کے سسرال ایک کھیر کی دیگچی بھیجی تھی جو ان کی ساس کو ناکافی لگا۔ جب اس نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا تو بھوانی نے اپنی ساس سے گزارش کی یہ کھیر جتنی مرضی ہو تقسیم کی جائے۔ یہ کبھی ختم نہیں ہو پائے گی۔ ضد میں آ کر اس کی ساس نے زیادہ مقدار میں کھیر بانٹنا شروع کیا۔ لیکن حیرانی کی بات ہے کہ برتن کبھی خالی نہیں ہوا۔ ایک روایت کے مطابق ساس نے بہو سے کہا کہ یہ دیگچی واپس ان کے میکے تک کون پہنچائے گا۔ بھوانی نے نہایت آدر کے ساتھ کہا کہ یہ فرض وہ خود انجام دیں گی۔ اس کے بعد صبح سویرے بھوانی نے اس دیگچی کو خود دریا میں ڈال دیا اور آواز دی کہ یہ دیگچی (برتن) ان کے والد تک پہنچ جائے۔ جو کہ اس وقت دریا کے کنارے پر سندھیا کر رہے ہوں گے۔ برتن حفاظت سے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ گیا۔ اس پر سب لوگوں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ بھگوان گوپی ناتھ جی کا معاملہ ان سے الگ نہیں ہے۔ وہ شکتی میں ہی نہیں ڈوبے تھے بلکہ شیو جی کے ساتھ مدغم رہتے تھے۔ انہوں نے دو بار سوامی امرناتھ جی کی یاترا کی۔ پہلی بار 1936ء میں اور دوسری بار 1946ء میں۔ پہلی بار ان کے ساتھ ایک اور سادھو سوامی آفتاب جو وانگنو اور کئی اور دوسرے بھکت بھی تھے۔ پوتر گھپا سے واپسی پر انہوں نے ہانگل کنڈ اور اومانگری، جو براری آنگن میں واقع ہے، جہاں پر برہما، وشنو اور رودرا کے پوتر چشمے ہیں، جیسے پوتر مقامات کی بھی یاترا کی۔ دوسری بار ان کے ساتھ تیرہ اور اشخاص شامل تھے۔ ان کی بڑی بہن بھی ان کے ہمراہ تھیں۔ یہ سفر سری نگر سے پہلگام تک بس میں طے کیا گیا۔ اس کے بعد وہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ خود بھگوان جی پیدل ہی چلے۔ ان کی بہن پہلے پہل ان کی مرضی کے خلاف گھوڑے پر سوار ہوئیں لیکن کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد وہ گھوڑے سے نیچے اتر گئیں اور پیدل چلنے لگیں۔ درشن کے دن انہوں نے اور ان کے باقی ساتھیوں نے برف کا لنگ دیکھا۔ بھگوان جی اوپر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے شیو پاروتی اور گنیش کی

مورتیاں دیکھیں اور ان کو ناریل بھینٹ کیا۔ یہ تینوں مورتیاں بعد میں غائب ہوگئیں۔ شری بی ایل ہنڈو کے مطابق اس سفر کے دوران انہوں نے کئی کرامات دکھائے۔ایک اور مشہور یاترا کا مرکز زیشٹھا بھگوتی کا استھاپن ہے۔ یہ استھاپن زیٹھیار سری نگر کے جنوب میں 5 کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ یہ استھاپن کنونمنٹ اور گلاب بھون پیلس کے حدود میں ہے۔ بھگوان گوپی ناتھ جی اکثر وہاں جایا کرتے تھے اور دو تین راتیں وہاں پر ٹھہرتے تھے۔ اس استھاپن کا ایک اور راستہ پیلس کی طرف سے جاتا تھا۔ مہاراجہ ہری سنگھ کے حکم سے یہ راستہ بند کردیا گیا تھا۔ ایک رات جب برف باری ہورہی تھی بھگوان جی اپنے بھکتوں کے ساتھ دیوی کا درشن کرنے کے لئے اسی راستے سے وہاں پہنچ گئے، تو وہاں انہوں نے وہ راستہ بند پایا۔ انہوں نے تار کے نیچے سے جاکر استھاپن تک اپنا راستہ بنایا۔ اِس مقام سے گزرتے ہوئے انہیں بہت تکلیف ہوئی۔ وہ بے ساختہ کہہ اٹھے کہ مہاراجہ کو دست بردار ہونا پڑے گا۔ اس کے بعد جلد ہی مہاراجہ کو کشمیر چھوڑ کر جانا پڑا۔ اسی زمانے میں پاکستان نے ہماری ریاست پر حملہ کیا۔ بھگوان جی اور ان کے بھکتوں نے ساری رات پنچستوی پڑھی۔ پنچستوی ایک مقبول دھارمک کتاب ہے۔ اس میں بھگوتی ترپورا سندری کی تعریف کی گئی ہے۔ یہاں پہلے بھکتوں نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ وہ جیشٹھا ماتا کی جھلک دیکھنا چاہتے ہیں۔ تقریباً صبح کے چار بجے جب وہ پنچستوی کا چوتھا بھاگ امبس توا پڑھ رہے تھے تب بھگوان جی نے اپنے بھکتوں کو اس پوتر چشمے کی طرف دیکھنے کو کہا۔ جونہی انہوں نے بھگوان جی کے حکم کی تعمیل کی تو انہیں اس چشمے میں سے نہایت ہی تیز روشنی اپنی طرف کھینچتی ہوئی نظر آئی۔ ان کو جلدی سے ہی یہ ہدایت دی گئی کہ نیچے بیٹھا جائے نہیں تو یہ تیز روشنی آنکھوں پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ اور آدمی اندھا ہوسکتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس استھاپن میں پیلے چاول اور بھیڑوں کے جگر کا چڑھاوا جاتا ہے۔ ایسے میں ایک دن بعض یاتریوں نے اسی قسم کے چڑھاوے بڑی شردھا

کے ساتھ لائے۔ پوجا سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے ماتا کے دربار میں بھی پرشاد چڑھایا۔ جونہی سب لوگ پرشاد کھانے لگے عین اسی وقت ایک سادھو ظاہر ہوا۔اس نے گوشت کھانے والوں کو جھنجھوڑا۔ان پر بھگوان جی سخت ناراض ہوگئے۔ انہوں نے سادھو کو شراپ دیا۔ اُس کے فوراً بعد سادھو کو بخار ہوا اور وہ واقعی بیماری میں مبتلا ہوا۔ وہ بہت پچھتایا اور بھگوان جی کے آگے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ بھگوان جی نے اس کو یہ استھاپن خالی کرنے کا حکم دیا۔ لیکن ساتھ میں یہ یقین دلایا کہ وہ چند دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا۔

سرینگر سے نو کلو میٹر کی دوری پر اور نشاط باغ کے نزدیک جھیل ڈل کے کنارے پر ایک مقدس جگہ گپت گنگا کا استھاپن ہے۔ بھگوان جی نے اس مقام پر 1949 میں نو ماہ گزار دئے۔ جبکہ وہ معمول کے مطابق دو یا تین دن وہاں جایا کرتے تھے۔ اس موقع پر وہ دھونی جلا کر تپسیا کرتے تھے ۔ شاید یہ ان کی سادھنا کا موقع ہوتا تھا۔ جب کہ انہوں نے شِو کے روپ میں خود کو نمایاں کیا۔ کیونکہ گنگا کا نام شِو جی کے نام کے ساتھ منسلک ہے۔ اسی لئے انہوں نے گپت گنگا کو اپنی روحانی مشقت کا مرکز بنایا۔ وہ کمرہ جہاں وہ اقامت پذیر تھے خود ہی ایک یاترا استھل بن گیا تھا ۔ شری سنجے نہرو نے یہ ریکارڈ کیا ہے کہ وہ 1999 میں بیساکھی کے دن اس مقام پر آئے تھے اور بھگوان جی کے چند رشتہ داروں کے ہمراہ اُس دن وہاں گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کمرے کی ابھی بھی مٹی سے لپائی کی گئی تھی ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی ہم عمر سادھو رادھا دیوی بھی اس جگہ آئی تھیں ۔ انہیں بھگوان جی نے حکم دیا تھا کہ وہ ادھر ادھر نہ بھٹکیں بلکہ ایک ہی جگہ پر قیام کر کے سچائی کو سمجھ لیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ایسا ہی کیا تھا اور اپنے آخری وقت تک اپنے کمرے کو نہیں چھوڑا۔

سری نگر کے تقریباً سو کلو میٹر شمال میں ایک مشہور استھاپن بھدر کالی تحصیل ہندواڑہ میں واقع ہے۔ انہوں نے اس استھاپن کی یاترا اپنے بھکتوں کے ساتھ کی۔

ان کی بہن اور سوامی امرتا نند بھی اس یاترا میں شامل تھے۔ 1962ء میں کچھ وقت تولہ مولہ میں گزارنے کے بعد بھگوان جی بھدر کالی گئے۔ انہوں نے استھاپن کے نزدیک ہی ایک دھونی جلائی اور پیشین گوئی کی تھی کہ ایک بہت بڑا طوفان شمال کی طرف سے آنے والا ہے۔ انہوں نے اپنے بھکتوں کو وہاں سے چلے جانے کے لیے کہا۔ کیوں کہ یہ طوفان ان کو اپنے ساتھ لے جاسکتا تھا۔ صرف اپنی بہن اور امرتا نند کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت دی تھی۔ اسی دوران چین نے بھارت کی سرحد پر لداخ کے راستے سے حملہ کیا۔ یہ وہی راستہ تھا جس کی طرف بھگوان جی نے اشارہ کیا تھا۔

کشمیر میں آٹھ بیروں کے نام آٹھ استھاپن ہیں۔ ان میں سے ایک استھاپن تشک راج بیرو، ہے جو کرن نگر کے نرسنگ گڈھ کے علاقے میں واقع ہے، بھگوان جی نے اس جگہ کو بھی اپنے موافق پایا۔ کیوں کہ یہ روحانی مشق یوگا اور اعترافِ گناہ کے لئے خوش گوار جگہ ہے۔ تنہائی میں اسی جگہ وہ مسلسل تین یا چار دن گزارتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق یہ جگہ زمانہ قدیم سے سادھوؤں کا مرکز رہی ہے۔ وہ بیرو ترکش کا شہنشاہ مانا جاتا تھا جب کشمیر میں ترکشوں کا راج تھا۔

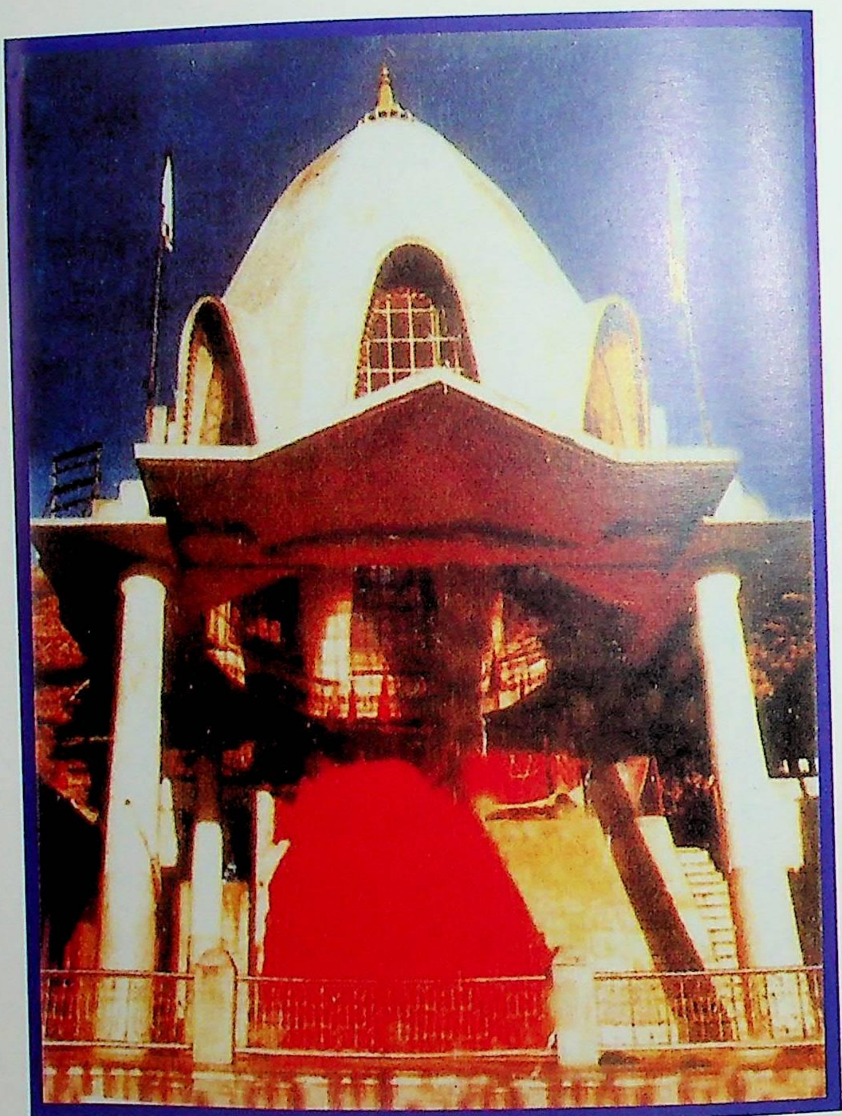
ایک دفعہ وہ اپنے ساتھی بھولا ناتھ جی اور ان کی بیٹی کے خاندان کے ساتھ گوتم ناتھ کے استھاپن پر گئے۔ اس جگہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہاں گوشت کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن اس گروہ نے اپنے ساتھ گوشت، مچھلی بنا کے لایا تھا۔ درشن کرنے کے بعد وہ تمام افراد اس پوتر چشمے کے پاس بیٹھے اور انہوں نے اپنا کھانا پکی ہوئی مچھلیوں کے ساتھ کھایا۔ سوامی گاش کاک جی اس استھاپن کے روح رواں تھے ۔وہ ان پر سخت ناراض ہوئے اور ان کو اس پوتر استھاپن پر مچھلی کھانے پر بُرا بھلا کہا۔ کیوں کہ اس جگہ گوشت مچھلی کھانا منع تھا۔ خاص طور پر وہ بھگوان جی پر سخت ناراض ہوئے کیوں کہ خود ایک مہان سادھو ہونے کے باوجود انہوں نے قانون کا پالن نہیں کیا۔ بھگوان جی نے اس الزام کو چیلنج سمجھا۔ انہوں نے اپنے منہ میں دو انگلیاں

ڈال دیں۔ حیرت کی بات ہے کہ اسی وقت ان کے منہ سے دو زندہ مچھلیاں باہر آ گئیں اور پھر اچھلتی ہوئی پاس ہی کے صاف اور شفاف پانی کے چشمے میں کود پڑیں۔ گاش کاک جی شرمندہ ہوئے اور ان سے معافی مانگی۔

بھگوان جی ایک دفعہ 'تری سند دھیا' کی یاترا پر چلے گئے جو ایک گپھا کے اندر ہے۔ یہ چشمہ عام طور پر سوکھا رہتا تھا۔ یہ چشمہ دن میں صرف ایک دو بار سیراب ہوتا ہے۔ جب بھگوان جی وہاں پہنچے، اُس دن اس چشمے میں آٹھ بار پانی ظاہر ہوا۔ اچانک ایک خاتون کہیں سے ظاہر ہوئی جو اس پوتر چشمے میں نہانا چاہتی تھی۔ جب بھی وہ بیچ میں جاتی تھی تو چشمہ سوکھ جاتا تھا۔ اُس نے پرارتھنا کی لیکن بھگوان گوپی ناتھ نے غصے میں آ کر یاد دلایا کہ جب ایک دفعہ اس کے گھر میں آگ لگی تھی تو اُس نے گائیوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کا گاؤ شالہ گائیوں کے سمیت جل کے راکھ ہو گیا۔ اس طرح سے اس نے گئوہتیا کا بڑا پاپ کیا۔ اس لیے تری سند دھیا کے پوتر پانی سے نہانے کی اجازت نہیں تھی۔ جوں ہی وہ خاتون چلی گئی تو چشمے میں دوبارہ پانی ظاہر ہوا۔ کشمیر میں بہت سارے استھاپن ہیں جہاں بھگوان گوپی ناتھ جی جایا کرتے تھے۔ ان میں سے وچارناگ اور مہادیو کا بھی ذکر ہے۔ چیترا ماوس جس دن نئے سال کا دن ہوتا ہے، وچارناگ میں یاترا کرتے تھے۔ وہ پہلے پوتر چشمے میں نہاتے ہیں۔ پھر مندر میں پوجا ارچنا کرتے ہیں۔ جو لوگ تُلہ مولہ میں یاترا کرنے جاتے ہیں، روایت کے مطابق وہ پہلے وچارناگ کے استھاپن میں پوجا ارچنا کرتے ہیں۔

چھٹا باب

بھگوان گوپی ناتھ جی ایک بہت بڑے سادھو تھے۔ ان کی طبیعت انہیں ایک مقام پر رہنے نہیں دیتی تھی۔ وہ عمر بھر گردش کرتے رہے۔ اور پر بھو کا نام جپتے رہے۔ اپنی زندگی کے دوران وہ کم از کم دس جگہوں پر قیام پذیر رہے۔ ان مختلف مقامات پر وہ اپنی پوجا ارچنا اور روحانی مشقت کے طریقے بھی الگ الگ اختیار کرتے رہے۔ اس میں کون سا راز پوشیدہ تھا؟ یہ کوئی نہیں جانتا۔ انہوں نے بچپن کے نو سال اپنے گھر میں گزار دیئے۔ وہ تقریباً ڈیڑھ سال پنڈت شیو جی خیبری کے گھر، تین سال کیشو جی نگری میں اور ڈیڑھ سال کیلاش جو بھان کے گھر پر رہائش کرتے رہے۔ اسی دور میں ان کی ماتا سورگباش ہوئیں۔ اس وقت بھگوان جی کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ اس دور تک آتے آتے انہیں اپنے دھرم اور شاستروں کا گیان بھی ہونے لگا تھا۔ وہ اپنی بساط کے مطابق دنیوی تعلیم بھی مکمل کر چکے تھے۔ انہوں نے اپنی نوجوانی کے سات سال اپنے نانا پنڈت پرشاد جو پارمو کی آغوش میں گزارے۔ تین سال کیشو جی کے اور چھ سال دینا ناتھ بوٹا کے گھر پر گزارے تھے۔ یہ سارا دور ان کی روحانی جدوجہد کا دور تھا۔ جب انکے پتا سورگباش ہوئے تھے وہ رنگ ٹینگ میں شری بوٹا کے گھر رہائش کرتے رہے۔ اُن کے اندر سچائی کو جاننے کی تڑپ



لارڈ گوپی ناتھ جی نے ہاری پربت (سری نگر) میں دیوی شاریکا کے درشن کیئے

تھی۔ وہ اگرچہ جگہ جگہ گھومتے رہتے تھے لیکن ان کی توجہ کا مرکز صرف سچائی کی شناخت تھی۔ عمر کے اس موڑ پر ان کی روحانی زندگی میں تبدیلی آنی شروع ہوئی اور انہوں نے پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جن کے یہاں وہ وقتاً فوقتاً قیام کرتے تھے ان میں تین جگہوں کو چھوڑ کر باقی جگہوں کا ان کے خاندان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ مکانات اکثر ان کے عقیدت مندوں کے مکانات تھے۔ جنہوں نے ان سے روحانی تعلیم حاصل کی تھی۔ یہ سارے بھکت بھگوان جی کو اپنے گھروں میں رکھنے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ وہ گوکل کے نندرائے اور یشودھا سے کم اہم نہیں۔ جن کے گھر میں کرشن جی نے اپنا لڑکپن گزارا تھا۔

بھگوان گوپی ناتھ جی سادھنا کی مختلف منزلوں کا زبردست گیان رکھتے تھے۔ وہ شاردھا لپی سے واقفیت رکھتے تھے۔ آدیہ دیو گنیش جی کی آرادھنا کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی دستاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی کبھی اپنے خیالات کے بہاؤ میں سے تھوڑا سا حصہ قلم بند بھی کرتے تھے۔ ماتا، نارائن اور شیو جی انہوں نے بڑے سلیقے سے کاغذ پر تحریر کیے ہیں۔ انہوں نے شاردا لپی میں دو بڑے اوم کار بھی بنائے ہیں۔ جن میں سے ایک میں انہوں نے رام رام اور دوسرے میں شوا شوا تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے بھگوان و گرو کی پرارتھنا بھی لکھی ہے۔ ان کاغذات میں سے بعض ایسے کاغذات بھی ملتے ہیں جن میں تانترک منتر بھی شاردھا لپی میں لکھے گئے ہیں۔ ان مسودات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آد دیو گنیش جی، اپنے گرو، ماتا بھگوتی، ویشنو اور بھگوان شیو کی بھی پوجا کرتے تھے۔ پھر بھی انہیں تسلی نہیں ہوتی تھی۔ وہ پہلے ماتا کی اور پھر شیو جی کی پوجا ارچنا کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیالوں میں ماتا آتی رہتی تھیں۔ حالانکہ بھکتی مارگ یا بھکتی کا راستہ ان کے فلسفے سے دور تھا۔ جب کہ ماتا ان کے سامنے بہ نفسِ نفیس ایک لڑکی کی شکل میں آتی تھیں۔ بھگوان گوپی ناتھ کا راستہ تلاش کا راستہ تھا۔ اپنے اندر کھوجنا اور

اپنی حس پر قابو پانا وہ اچھی طرح سے جانتے تھے۔ وہ ان آٹھ چیزوں کا گیان رکھتے تھے۔پانی، پرتھوی، آگ، ہوا، دماغ،خلا، بدھی، خودی۔ یہ آٹھ چیزیں انہیں آٹھ طریقوں سے الہام میں آتی تھیں۔ بھگوت گیتا کے مطابق یہ ''اپراپرکرتی'' ہے۔اس کے برعکس الہام کا قدرت میں اونچا مقام ہے۔جس کو''پراپرکرتی'' کہتے ہیں۔اس طاقت سے وہ ساری کائنات میں جاندار اور بے جان چیزوں کا جائزہ لیا کرتے تھے۔

1930ء کا زمانہ بھگوان جی کی روحانی زندگی کا امتحان کا زمانہ تھا۔اس زمانے میں وہ رنگہ ٹینگ کے ٹیکہ لال کے مکان میں منتقل ہوئے اور تقریباً 6 سال تک وہاں قیام کیا۔ یہاں انہوں نے یوگ سادھنا کے مختلف مراحل طے کئے۔ دیوار کی طرف منہ کرکے اپنے بستر پر بیٹھنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ ان کے کمرے میں 24 گھنٹے چراغ جلتا رہتا تھا۔اس کمرے میں چند گنے چنے لوگوں کے علاوہ ان کی بڑی بہن کی بیٹی چاندا جی کو جانے کی اجازت تھی۔ کمرے میں ان کے بستر پر دھول ہی دھول تھی۔ چھت پر مکڑیوں نے جالا بنادیا تھا۔ اور ہر ایک کونے میں بہت دھول جمع ہوگئی تھی۔ لیکن وہ کسی کو بھی اپنا کمرہ صاف کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ وہ دتورا کے بیج، چرس اور بھنگ جیسی نشلی چیزیں تپسیا کے دوران لیتے تھے اور اپنے روحانی علم میں کھوئے ہوئے رہتے تھے۔ وہ اپنی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے تھے اور اپنے اندرونی اور روحانی خیالات میں کسی اور کی مداخلت برداشت نہیں کرتے تھے۔ باہری دنیا میں وہ مہینوں یا تو فاقہ مستی کرتے تھے یا پھر اس طرح کھاتے تھے کہ عقل حیران ہوجاتی تھی۔ سات سال تک یہی سلسلہ چلتا رہا۔ اس گھور تپسیا میں مصروفیت کی وجہ سے ان کی طبیعت مضمحل رہنے لگی۔ لیکن وشواس کبھی ٹھنڈا نہیں پڑا۔ انہوں نے ماضی، حال اور مستقبل، جس کو ترکال درشٹی کہتے ہیں، پر قابو پالیا تھا۔ اور وہ مکمل سادھو بن چکے تھے۔ وہ اب ذہنی طور پر تیار تھے۔انہوں نے جو بھی روحانی طاقت حاصل کی تھی، وہ اپنے شاگردوں میں بانٹ دینا چاہتے تھے۔ وہ لوگوں کی مشکلات کا ازالہ کرنے میں

پیش پیش رہتے تھے۔ بھگوان جی ایک ایسی لہر کی مانند تھے جو خاموش سمندر میں حرکت پیدا کرنے کے درپے تھی۔

وہ ایک ایسی چنگاری تھے جو چاروں طرف پھیل کر اپنی شناخت برقرار رکھنے پر سرگرم عمل تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ ایک آدمی میں پوری کائنات سما گئی تھی۔ اسی طرح سے وہ ایک فرد سے پوری کائنات کی آتما بن گئے تھے۔ ان کا پیغام آفاقی بن گیا۔ اور انہیں ساری دنیا میں گرو کا درجہ عطا ہوا تھا۔ اس تپسیا سے ان کو ہر قسم کی کامیابی ملی، جس کے لئے انہوں نے انسان کے روپ میں جنم لیا تھا۔ آتما اور سچائی کو رشتے میں باندھ کر وہ آگے بڑھ چکے تھے۔ انہیں سچائی کی منزل مل گئی تھی۔ بھگوان جی نے اپنے اندر کی آتما کو پہنچان لیا تھا۔ کشمیر کے شیودرشن میں ایسا مقام پانے والے کو 'شامبوی' اوستھا، کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو ایک ایسا مقام ہے جہاں صرف حق کی تلاش ہے۔

اب بھگوان جی کی زندگی میں ایک ایسی منزل آگئی جب 1937ء میں وہ اپنے بھائی اور بہن کے ساتھ ڈل حسن یار کے پنڈت نیل کول صراف کے مکان میں رہائش کرنے لگے۔ یہاں انہوں نے پورے 10 سال گزارے۔ اس مکان کی دوسری منزل میں وہ اکثر اس کھڑکی پر بیٹھتے تھے جہاں سے شنکر آچاریہ اور ہاری پربت صاف طور پر نظر آتے تھے۔ وہ ہر وقت اندر ہی اندر پربھو کا نام جپتے تھے۔ شنکر آچاریہ کے مندر میں ایک لنگ ہے جو نظامِ کائنات کی علامت ہے اور ہاری پربت کا شکتی پیٹھ ماتا کی قیام گاہ ہے۔ جس کے اندر شری چکر نظر آتا ہے وہ بھی نظامِ کائنات کی علامت ہے۔ اس کا جائزہ لینے سے کائنات کی پوری تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ جس کو کشمیر کے شیو فلسفے میں پرکاش روپ شیوا اور ویمرش روپ شکتی کا نام دیا گیا ہے۔ اور اس طرح سے پوری کائنات کی تشکیل ہوتی ہے جس کو شیو جی کی لیلا کہتے ہیں۔ منوسمرتی کے مطابق ایک انسان کی زندگی چار حصوں میں بٹ گئی ہے۔ جن کو آشرم کہتے ہیں۔ ان میں سے پہلا حصہ برھم چریہ ہے۔ جس کو کنوارا پن یعنی وقفہ کہتے

ہیں۔ دوسرا گرہست ہے، جس کو گرہست پالنے کا کام دیا گیا ہے۔ تیسرا تپسیا کرنا اور چوتھے حصے کو نفس کشی کا نام دیا گیا ہے۔ بھگوان جی نے اپنی زندگی میں ان میں سے صرف تین حصوں کو ہی اپنایا تھا۔ پہلا حصہ سادھنا کا ہے، جس میں انہوں نے روحانی طاقت حاصل کی تھی۔ دوسرا حصہ تکمیل کا، تیسرا 'انوگرہ'۔ یہ وہ حصہ ہے جب دوسروں کو آشیرواد دیا جاتا ہے۔

انوگرہ کا حصہ انہوں نے 1937ء سے شروع کیا تھا۔ اور 30 سال تک وہ لوگوں کو اپنے آشیرواد سے نوازتے رہے۔ اس دوران وہ اپنے آپ میں ہی کھوئے ہوئے تھے۔ پھر بھی وہ ضرورت مند لوگوں کی مرادیں پوری کیا کرتے تھے۔ انہوں نے لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرنا اپنی زندگی کا شعار بنا رکھا تھا۔

بھگوان جی نے اپنے شاگردوں کو روحانی پیاس سے سرشار کیا تھا۔ ان کے پاس ایک سِکھ سادھو بھی آیا کرتے تھے جو باہر سے آئے تھے۔ انہیں بھی بھگوان جی بڑی عزت دیتے تھے۔ ملہ پورہ کے مہشر ناتھ کو ماتا درگا کے اشارے پر بھگوان جی کا پیغام چلم کے کش کے ذریعے سے ہی پہنچ گیا۔ بھگوان جی سے بہت پہلے ایک سادھو کرشنہ کار، جس کو ماتا نے یہ ہدایت دی تھی کہ وہ پنڈت ریشہ پیر کو اپنے گھر بلائے۔ ان کو وہاں نہ پا کر کرشنہ کار نے ان کے حقے میں سے ایک کش لیا اور لوٹنے سے پہلے کچھ ہدایت رکھی۔ جب ریشہ پیر لوٹے تو انہوں نے اسی حقے سے کش لیا اور اسی طرح سے انہیں روحانی پیغام مل گیا۔ بھگوان جی نے بھی اپنے شاگردوں کو سمجھانے کے لئے ایسی ہی راہ چن لی تھی۔ کبھی کبھار وہ خود کلامی کیا کرتے تھے یا کسی وقت وہ سوال کا جواب بالواسطہ طور پر دیتے تھے۔ تولہ مولہ بھی جاتے تھے اور وہاں پر پوتر چشمے میں دودھ اور پھول چڑھانا ان کا معمول بن گیا تھا۔ پھر اپنی چلم کا کش لیا کرتے تھے۔ ایک اور دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ وہ سردیوں میں کانگڑی کا استعمال بھی کرتے تھے۔ اور اس میں پوتر آگ جلا کر گھنٹوں آہوتیاں دیا کرتے تھے۔ 1947ء میں وہ ڈل حسن یار سے

ریشی محلّہ پنڈت مادھو جو ستھو کے یہاں منتقل ہو گئے۔ انہوں نے یہاں 10 سال کا عرصہ گزارا۔ اس دوران وہ لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کرتے رہے۔ مختلف تیرتھ استھاپنوں میں جانا ان کا معمول بن گیا تھا۔ ان کا جنم دن بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا تھا۔ جیسا کہ انکے عقیدت مندوں نے، جو وہاں موجود ہوتے تھے، بتایا ہے انکے گھر کا پروہت ''گرو جی'' کے جنم دن کی پوجا کیا کرتا تھا۔ لیکن وہ خود بھی اپنی دھونی میں چڑھاوا چڑھاتے تھے۔ اس دن موسیقی کے پروگرام کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا اور سنتورِوادن کا بھی صبح سے ہی پروگرام جاری رہتا تھا۔ وہ ہر ایک کے ماتھے پر تلک لگاتے تھے۔ وہ پرشاد بھی بانٹ دیتے تھے اور پوتر راکھ بھی تقسیم کیا کرتے تھے۔ بھگوان جی کی چھوٹی بھتیجی کا شوہر 1957ء میں انتقال کر گیا۔ اس کی چھوٹی لڑکی کشنی جی اپنے ماتا پتا کے بغیر اکیلی ہو گئی تھیں۔ ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بھگوان جی اُسی وقت اپنے ہاتھ میں چلم اور کندھے پر اپنی چادر ڈال کر اس کے گھر واقع چندہ پورہ اپنی بڑی بہن کے ہمراہ چلے گئے۔ یہ گھر ان کے لئے زندگی کا آخری پڑاؤ ثابت ہوا۔ وہ یہاں تقریباً 11 سال اقامت پذیر رہے، جب تک کہ وہ 1968ء میں اس دنیا سے چلے نہ گئے۔ یہاں وہ لوہے کی سگڑی میں دھونی جلا کر صبح سے شام تک بیٹھا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے پاس ایک پانی کا مٹکا بھی رکھ دیا تھا۔ اس کے اوپر پیتل کا ڈھکن اور ایک گلاس دونوں پانی سے بھر کر رکھ دیتے تھے اور وہ ان تینوں چیزوں یعنی پانی، زمین اور آگ کو ٹکٹکی لگا کر دیکھتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ زمین پر ہر ایک چیز پانی سے پھلتی پھولتی ہے اور پنپتی ہے اور زمین بھی پانی پر ہی کھڑی ہے۔

بھگوان جی کے پاس اکثر سادھوؤں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ ان میں سے کچھ چھوٹے موٹے سادھو بھی ہوتے تھے۔ لیکن بھگوان جی دکھشنا کے طور پر سب کو ایک روپیہ دیتے تھے۔ بعض سادھو روحانی طور سے پہنچے ہوئے ہوتے تھے اور وہ بھگوان جی کو 'سدھ' کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے جس نے سچائی حاصل کی ہے

وہ یوگی ہے۔ بھگوت گیتا کے مطابق یوگا چار قسم کے ہیں۔ راج یوگا، گیان یوگا، کرم یوگا، اور بھکتی یوگا۔ نشٹھا کی دو قسمیں ہیں۔ گیان اور کرما۔ اگر کوئی بھگوان جی کی زندگی کی طرف دیکھے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے یوگا کے چاروں طریقے اپنائے تھے اور وہ پابندی کے ساتھ ان پر کاربند رہتے تھے۔ عبادت گاہوں میں جاکر پوجا پاٹ کرنا اور ماں درگا کو ایک لڑکی کے روپ میں دیکھنا ان کی بھکتی کی علمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دھونی جلانا اور یگیہ میں آہوتیاں دینا ان کے کرم یوگ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ چلم کے کش لے کر کھوجانا اور تپسیا کرنا انکے گیان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ آخر میں ان کا اپنی کرامات دکھانا، دوسروں کی بھلائی کرنا اور کائنات کی مختلف منزلوں میں کھوجانا راج یوگا کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

بھگوان جی نے مایا کے پانچوں اصولوں پر قابو پالیا تھا۔ یہ پانچ اصول اس طرح سے ہیں:

(1) ودیا یعنی علم (2) کلا یعنی ہنر یا فن (3) راگ یعنی آواز
(4) نیتی یعنی ارادہ (5) گیان یعنی علم

بھگوان جی ہر وقت روحانی دنیا میں کھوئے رہتے تھے۔ ایک روحانی علم رکھنے والے انسان کے لئے دو راستوں میں سے ایک راستہ انتخاب کرنا لازمی بن جاتا ہے۔ ایک راستہ بالکل دنیا سے الگ تھلگ رکھتا ہے جس کا نام نیورتی مارگ ہے۔ دوسرا راستہ گرہستی ہے، جس کو پرورتی مارگ کہتے ہیں۔ لیکن بھگوان گوپی ناتھ نے ان میں سے ایک الگ اور انفرادی راستہ چن لیا تھا۔ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ گرہست میں رہتے تھے۔ اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر پرورتی مارگ کا بھی اثر تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ نیورتی مارگ کو ہی اپنا راہِ عمل قرار دیتے تھے۔



کھیر بھوانی مندر

لارڈ گوپی ناتھ جی کا ''ماتا مال''

ساتواں باب

فارسی کے ایک معروف کشمیری نژاد شاعر نے کہا ہے:

''چوں شمع منزلے ما با پائے ما''

یعنی جلتی ہوئی شمع کی طرح میرا مقصد میرے قریب ہے اس لئے ایک آدمی کو منزلِ مقصود حاصل کرنے کے لئے زیادہ محنت اور لگن سے کام کرنا چاہیے۔

اس خیال کی آچاریہ ابھنو گپت نے یوں تشریح کی ہے:

زندگی کا مقصد حاصل کرنے کے لئے کوئی خاص جگہ مقرر نہیں۔

چین کے ایک مشہور عالم لوٹزو نے اسی خیال کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔

دروازے سے باہر نکلے بغیر ہی میں کائنات کے بارے میں جانتا ہوں۔ کھڑکی سے باہر جھانکے بغیر ہی میں سڑک کی مختلف منزلوں سے آشنا ہوتا ہوں۔ اس لئے ایک انسان کو دنیا کے بارے میں جانکاری حاصل کرنے کے لئے اپنے ذاتی مفاد کا تیاگ کرنا چاہیے۔

سادھو بھی بغیر سفر کے منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں اور وہ من کی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتے ہیں۔ وہ بغیر کچھ کرتے ہوئے بھی سب کچھ کر گذرتے ہیں۔ یہی

حقائق ہمارے بڑے سادھوؤں میں پائے جاتے ہیں۔ سچائی پر چلنا ہی تو ان کا دھرم ہے۔ یہی ان کی منزل اور یہی ان کا مقصد ہے۔ بھگوان جی بھی اپنے آسن پر بیٹھ کر ہی سب کچھ دیکھتے اور جانتے تھے۔ اصل میں ان کا آسن انکے دائیں اور پیچھے سرہانوں اور تکیوں کے سہارے بندتھا اور بائیں طرف ان کی جگہ خالی تھی، جہاں وہ ضرورت کے مطابق اپنی ٹانگوں کو پھیلایا کرتے تھے۔ اور آرام سے بیٹھتے تھے۔ مہا نروان ہونے سے تقریباً دوسال قبل انہوں نے اپنے تکیوں کی جگہ بائیں طرف بھی رکھی تھی۔ سامنے لوہے کی سکڑی سلگتی تھی۔ دھونی جلانے کا سارا سامان بھی انہوں نے وہاں رکھاتھا۔ وہ پورے دن دھونی میں آہوتیاں دیتے تھے۔ اُنکا اپنی ٹانگیں پھلانے اور سوجانے کا وقت مقرر نہیں ہوتا تھا۔ اس وجہ سے ان کی ٹانگیں لکڑی کے کھمبے کی مانند ہوگئی تھیں۔ جب بھی کوئی ان کی ٹانگیں دباتھا ان کے منہ سے یہ معنی خیز جملہ نکلتا تھا ''آپ کیوں لکڑی کے کھمبوں کو دباتے ہیں؟'' وہ اپنے آسن پر ہی بیٹھے رہتے تھے کیوں کہ انہیں ٹانگوں پر کھڑے رہنے سے تکلیف ہوتی تھی۔ ان کے گھٹنے جیسے جم گئے تھے۔ شاید انہوں نے یہ تہیہ کیا تھا کہ وہ اپنی باقی ماندہ زندگی بھگوان بدھ کی طرح گزاریں گے۔

یعنی اس جگہ پر پرایشچت کرنے کے لئے میرا شریر اگر سوکھ جائے، میری چمڑی، میری ہڈیاں اور ماس (گوشت) اگر سڑ بھی جائیں تو میرا دماغ اور میرا جسم اسی جگہ پر قائم رہے گا۔ میں تب تک یہاں سے نہیں ہلوں گا جب تک کہ میں وہ علم حاصل نہ کرلوں جس کو پانے کے لئے بہت سے جنم لینے پڑتے ہیں۔

ایک بار انہوں نے ایک خاتون سادھو رادھا دیوی کو یہ مشورہ دیا کہ وہ بھی ایک ہی جگہ پر بیٹھ کر تپسیا کریں۔ انہوں نے ایک بار مذاق میں کہا کہ وہ اب بوڑھے ہوگئے ہیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنا شریر تیاگ کرنے کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔

سادھوؤں کے لئے اپنا آخری وقت بتانا مشکل نہیں ہے اور کئی سادھوؤں کا نروان ہوجانے کا بالکل پتہ ہی نہیں چلتا ہے۔ ایک مدت ہوئی جب ایک نوجوان

سادھو پرتھوی ناتھ تھے جو 'پرتھ موت' کے نام سے جانے جاتے تھے۔ جب انہوں نے اپنے شریر کو تیاگ دیا تو ان کے عقیدت مند ان کے شریر کو شمشان بھومی لے گئے۔ وہاں کے لوگ حیران ہو گئے کہ چند گھنٹے پہلے ہی وہ خود اس جگہ کو دیکھنے آئے تھے جہاں پر ان کے جسم کو نذرِ آتش کیا گیا۔ انہوں نے خود ہی یہ جگہ مٹی اور پانی سے صاف کی تھی اور لوگوں کو ہدایت دی تھی کہ ان کا انتم سنسکار اسی جگہ پر کیا جائے۔

جب کہ ریشہ پیر کے ہندو اور مسلمان عقیدت مند اپنے آپ میں بحث میں پڑ گئے کہ ان کو نذرِ آتش کیا جائے یا سپردِ خاک کیا جائے۔ آخر کار جس تختے میں ان کے جسدِ خاکی کو رکھا گیا تھا وہ خالی پایا گیا تھا۔ اس میں ان کی جگہ پھول نکلے جو بعد میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے آپس میں بانٹ لئے۔ الکھ شری (روپ بھوانی) کی کہانی بھی عجیب و غریب ہے۔ وہ واسہ کور کے گاؤں میں تھیں جبکہ انہوں نے اپنے ایک بھکت کو صفا کدل سری نگر اپنے میکے بھیج دیا تھا۔ جب وہ وہاں پہنچ گیا تو اس کی حیرانی کی انتہا نہیں رہی کہ لوگ بھوانی کے شریر کو انتم سنسکار کے لئے لے جا رہے تھے۔ اس نے ان سے کہا کہ بھوانی ابھی واسہ کور میں تھیں اور میں ان کا ہی پیغام لے کر یہاں آیا ہوں۔ اس آدمی کے اصرار پر جب ان کے شریر سے کپڑا ہٹایا گیا تو وہاں صرف انکے سر کے بال پائے گئے جن کو پھر لوگوں نے چاندی کے برتن میں واسہ کور میں درشن کے لئے رکھا۔ بھگوان جی کا جب نروان کا وقت آیا تو انہوں نے بھی کشمیر کے سادھو اور سنتوں کی روایت برقرار رکھی۔ ان کے عقیدت مند بھی ان کے جانے کا ابھی تصور ہی نہیں کرتے تھے۔ وہ ان کو کسی بھی حالت میں اپنے سے دور نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ کیوں کہ بھگوان جی ہر دل عزیز تھے۔ اس وجہ سے ان کی دوری کسی کو برداشت نہیں ہو سکتی تھی۔

یہاں ایک اور اشارہ دیا گیا ہے جو اس وقت ہمیں سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ مئی 1968ء میں ان کی خواہش یہ تھی کہ ان کے جو بغیر استعمال شدہ کپڑے ہیں، ان کو

باہر نکالا جائے اور ترتیب وار رکھا جائے۔ جن میں قمیص، بغیر بازو کے کوٹ، فرن اور پوشاک وغیرہ تمام چیزوں کو ترتیب وار رکھا گیا اور بھگوان جی ہر دن ایک ایک کر کے یہ تمام چیزیں استعمال کرتے گئے۔ صرف ایک سفید رنگ کی پگڑی تھی جس کو انہوں نے زندگی کے آخری دن میں استعمال کیا۔ اس طرح سے انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کے تئیں اپنا بھرپور پیار دکھایا۔

بھگوان جی جیسے اونچے پایہ کے سادھو اپنے جسم کو ایک گاڑی کی طرح تصور کرتے تھے یا اپنی روحانی کرامات برقرار رکھنے کا ذریعہ مانتے تھے۔ جب ان کے کام پورے ہو جاتے تھے تب اُن کو شریر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی وہ اس کی طرف بہت ہی کم توجہ دیتے تھے۔ بلکہ وہ خود شریر کو چھوڑ کر بھگوان کے ساتھ مل جاتے تھے۔ ایک عام انسان شریر تب ہی تیاگ دیتا ہے جب وہ سڑ جاتا ہے۔ شریر سے متعلق ایک سنسکرت کا مقولہ ہے:

''روحانیت میں غرق ہونے ولا شخص اپنے شریر کو تیاگ دیتا ہے۔ جب یہ سڑ جاتا ہے تو دوسرا شریر حاصل کرتا ہے۔ جیسے پرانے پھٹے کپڑے ترک کر کے نئے کپڑے پہن لئے جائیں۔ سادھو سنت شریر کے سڑنے تک انتظار نہیں کرتے بلکہ وہ دوسرا جنم لیتے ہیں تا کہ ان کا مقصد پورا ہو جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے بعد انہیں شریر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے''۔ اسی لئے وہ اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ یوں تو ایک آدمی پانچ غلافوں میں بند ہوتا ہے:

.(1) انیہ مایا کوش

(2) پران مایا کوش

(3) منو مایا کوش

(4) ویگیان مایا کوش

(5) آنند مایا کوش

بھگوان گوپی ناتھ جی نے ان پانچ غلافوں کو اپنے قابو میں لایا تھا۔

بھگوان گوپی ناتھ جی تیرتھ استھاپنوں کی یاترا کرنے کے دل دادہ تھے۔ اس لئے اپنی اوائل عمر سے ہی وہ اپنے بھکتوں کو جمع کرتے تھے اور مختلف سادھوؤں کے درشن کرنے اور یاترا کرنے کے لئے کمر بستہ ہو جاتے تھے۔ وہ اپنا دماغ اندر اور باہر کی دنیا کو تلاش کرنے کی کوشش میں استعمال کرتے تھے۔ وہ اپنا ہر لمحہ تیاگ اور تپسیا کے علاوہ یوگا کی مشقت کرنے میں استعمال کرتے تھے اور اپنی خداداد قابلیت اور ذہانت سے اپنے دیوتا کی شناخت میں مدغم رہتے تھے۔ مسلسل فاقہ کشی میں اپنا وقت گزارتے تھے اور کسی وقت وہ بھرپور غذا لینے کے قائل تھے۔ وہ شریر کی طرف بالکل کم دھیان دیتے تھے۔ منہ دھونا کپڑے تبدیل کرنا، پگڑی باندھنا اور اپنے ماتھے پر تلک لگانا ان کا روز مرہ کا کام تھا۔ کبھی کبھی ان کے جسم کا کوئی حصہ پھولا ہوا نظر آتا تھا اور چند لمحوں کے بعد یہ سارا پھولا پن اچانک غائب ہو جاتا تھا۔ کبھی کبھی ان کا جسم کمزور لگتا تھا۔ لیکن ان کے چہرے پر وہی رونق ہوتی تھی۔ لوگ ان کے جسم کو مالش کرتے تھے اور ہمیشہ قائم و دائم رہنے والا شباب ان کے ماتھے پر نظر آتا تھا۔

بھگوان جی کو بعض اوقات بخار، پیشاب کی بیماری اور ان کے چہرے پر سوجن ہوتی تھی۔ وہ کسی بھی حالت میں کبھی بھی دوائی لینے سے انکار کرتے تھے۔ ان کی بہترین دوائی یہی تھی کہ وہ تپسیا میں ہر وقت کھوئے رہتے تھے۔ کسی وقت وہ اپنی دھونی میں سے اُبلتا ہوا گرم پانی لیتے تھے یا یونانی ادویات جڑی بوٹی ''کاہ زبان'' لیتے تھے۔ شاید وہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ۔

جب انسان جسمانی طور پر بالکل معذور ہو جاتا ہے یا مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے تو اسے پوتر گنگا جل دوائی کے طور پر لینا چاہیے اور نارائن کا نام لینا چاہیے۔ اس سے ساری بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

ایک دفعہ جب بھگوان جی نے بڑی مدت تک کھانا ترک کر دیا تو بھکتوں

نے انہیں غذا لینے کے لئے اصرار کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کی چلم کا ہی کش ان کا بھر پور کھانا ہے۔ وہ حشیش کے گولے اپنے سامنے رکھتے تھے۔ اس طرح سے ان کے سامنے دنیا کے تمام راز آشکار ہوجاتے تھے۔ انتقال سے دو سال قبل انہوں نے حشیش کی گولیوں کا استعمال بھی ترک کردیا تھا۔ موسیقی جو ان کی زندگی کا اہم حصہ بن گئی تھی، اس سے بھی وہ کنارہ کش ہوگئے تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو بالکل تیاگ دیا تھا۔ دھونی جو ان کے جسم کا ایک حصہ تھی، اس سے بھی وہ دور رہتے تھے۔ ان تمام چیزوں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہر ایک چیز کو جو انہیں عزیز تھی، آہستہ آہستہ ترک کرتے رہے۔ باہر کی ساری دنیا کو چھوڑ کر وہ اپنے اندر کی دُنیا 'چت' میں کھونے لگے۔ آخر جیٹھ کرشنہ پکھ یعنی 28 مئی 1968ء کا سوگوار دن آہی گیا جب وادئ کشمیر کے اس سادھو نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی آنکھیں موند لیں۔ ان کا پیغام آفاقی ہے اور اسی پیغام کے سہارے اب ہم انہیں محسوس کرتے ہیں۔

وہ دن بھی معمول کے مطابق شروع ہوا۔ بھگوان جی نے بھی اپنا روزمرہ کا کام شروع کیا۔ لوگ درشن کرنے کے لئے حاضر ہوتے رہے اور ان سے آشیرواد لیتے رہے۔ بھگوان جی پرشاد کے طور پر مقدس راکھ تقسیم کرتے رہے۔ دوپہر کے تین بجے تک دور دور سے سادھو بھی آگئے اور انہوں نے ایک ایک روپیہ دکھشنا کے طور پر بھگوان جی سے لے لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے چلم کا کش لیا۔ اسی وقت ایک بھکت نے چائے پیش کی۔ لیکن بھگوان جی نے چائے لینے سے صاف انکار کیا۔ اس کے بدلے پانی میں چینی ملاکر پانی کا ایک گلاس پی لیا۔ بعض خواتین بڑی نرمی سے پاس ہی کھڑی ہوئی بھگوان جی سے پرشاد لینے کے لئے منتظر تھیں۔ وہ کسی اور کے ہاتھ سے پرشاد لینے کے لئے تیار نہیں تھیں۔ آخر خود بھگوان جی نے اپنی جیب سے پھل (سوکھا میوہ) نکال کر ان کو پرشاد کے طور پر بانٹ دیا۔ تقریباً شام کے پانچ بج کر 45 منٹ پر انہوں نے یہ چند الفاظ بولے:

''اوم نمہ شوائے''

اس کے بعد انھوں نے ہمیشہ کے لئے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

شریمد بھگوت گیتا میں کہا گیا ہے:

''نروان ہونے سے پہلے اگر 'اوم' کا لفظ بولا جائے تو انسان پرم گتی حاصل کرسکتا ہے''۔ بھگوان جی اس لفظ پر زندگی بھر غور کرتے رہے۔ ان کے مطابق اس لفظ میں اتنی توانائی ہے کہ اگر انسان اس کی گہرائی میں جائے تو ایک نئی دنیا سامنے آتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ وہ یہی کہتے تھے کہ اس لفظ کی ماہیت اور افادیت پر غور کرنے سے ہی انسان کے تمام دُکھ دور ہوجاتے ہیں۔ اور یہی ان کا آخری پیغام ہے۔ لفظ 'اوم' میں ہی زندگی کے تمام راز پوشیدہ ہیں۔ یہ لفظ مکمل طور پر پربھو کی ترجمانی کرتا ہے اور انسان کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور کرتا ہے۔ جب ڈاکٹر نے بھگوان جی کے سورگباش ہونے کا اعلان کیا تو یہ خبر آگ کی طرح دور دور تک پھیل گئی۔ لوگ کونے کونے سے جوق در جوق آگئے اور وہ بھگوان جی کے منہ میں پانی کا ایک ایک چمچا ڈالنے لگے۔ بعض عقیدت مندوں نے ایسا کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ پھر بھی وہ بھگوان جی کا آخری درشن کرنے کے لئے گھنٹوں کھڑے رہے۔ بعض لوگ زار وقطار رونے لگے۔ ان کا کریہ کرم شریمتی جانکی دیوی کے فرزند ترلوکی ناتھ کا چرو اور شریمتی چاندا جی کے فرزند پُشکر ناتھ کول نے انجام دیا۔ دوسری دوپہر کو اُن کی ارتھی کو بڑے احترام کے ساتھ کرن نگر کے شمشان گھاٹ پر لے جایا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ارتھی کے پیچھے پیچھے بھگوان جی کی آخری قیام گاہ تک شامل ہوتے گئے۔ یہ شمشان گھاٹ دودھ گنگا کے کنارے پر تُرشوکاراز بھیرو مندر کے پاس واقع ہے، جہاں بھگوان جی اکثر سادھنا کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس موقع پر بھجن گائے جانے لگے اور بعد میں اشلوک، گیتا پاٹھ اور منتر پڑھتے ہوئے ان کے شریر کو نذر آتش کیا گیا۔ اور اس طرح سے ایک آتما، پرم آتما میں مدغم ہوگئی۔ ان کے شریر کے پانچوں

بندھ کائنات میں جذب ہو گئے۔ بس ایک ہی رات میں سارا کچھ اختتام پذیر ہوا اور شریمتی کملاجی کے بیٹے جواہر لال ملا، یعنی شریمتی دیو کی دیوی کے پوتے، کو سال بھر کی رسومات انجام دینے کو کہا گیا۔ بھگوان جی کے پھول شادی پورہ کے سنگم میں دریا کی نذر کیئے گئے۔ اس جگہ کو کشمیری پنڈت وہی درجہ دیتے ہیں جو الٰہ آباد کے سنگم کو ہندو دیتے ہیں۔ باقی پھول جو بچائے گئے تھے ان کو چند مہینوں بعد ہری دوار لے جایا گیا اور دریائے گنگا میں بہا دیا گیا۔

بھگوان جی اگر چہ ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن ان کی آتما ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ وہ ان کے دلوں میں ہمیشہ رہیں گے جو ان کو دل و جان سے چاہتے ہیں۔ وہ ان کی رگ رگ میں بسے ہوئے ہیں جن کو انہوں نے مصائب سے آزاد کیا اور دکھ درد سے نجات دلائی۔ وہ ان کی آتما میں رہتے ہیں جنہوں نے ان کو پرماتما سے ملنے کے لئے رہنمائی کی۔ وہ ان جگہوں پر رہتے ہیں جہاں ان کی یاد میں بھجن اور کیرتن کیئے جاتے ہیں، پوتر آگ پر آہوتیاں دی جاتی ہیں اور جہاں ان کے بھکت پیار محبت اور لگن سے ''اوم نمو بھگوتے گوپی ناتھائے'' کا منتر جپتے ہیں۔ ان کی تصویر اور مورتی میں ان کی آنکھوں سے جو نور ٹپکتا ہوا دکھائی دیتا ہے، ہم انہیں وہیں پر محسوس کرتے ہیں۔ اس کی عکاسی مختلف جگہوں پر ان کی یاد میں بنائے گئے آشرم صاف طور پر کرتے ہیں۔ ان تمام مقامات پر نصب کی گئی مورتیاں اور ان کی تصویریں اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ ان مقامات پر بھگوان جی بہ نفسِ نفیس موجود ہیں اور وہ اپنے بھکتوں سے محو گفت گو ہیں۔ بھگوان جی اپنے بھکتوں کے خیالوں، انکے سپنوں اور ان کے احساسات میں بسے رہتے ہیں۔ وہ اس کائنات میں اپنا مشن پورا کرنے کے لئے آئے تھے۔ ان کا اولین مقصد اپنا روحانی سفر تھا۔ اور اسی سفر سے انہوں نے عوام کے دکھ درد کا ازالہ کیا۔ انہوں نے اپنی سادھنا سے سب سے پہلے اپنے آپ کو پہچان لیا تھا۔ اور اسی پہچان نے ان کو پربھو سے ملا دیا۔ انہوں نے اپنی سادھنا کی

دوسری منزل متعین کی تھی۔ مصیبت زدوں کی مدد کرنا، بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہ دکھانا اور روحانی درس دینا، ان کی اسی منزل کی نشاندہی کرتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف اپنے ملک کے عوام کو ہی بلکہ بیرون ممالک میں بھی مصیبت زدگان کی پریشانیوں کو سرے سے ہی نیست و نابود کیا۔ جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ لوگوں نے ان کو اپنے اپنے خیالوں میں دیکھا ہے۔ اس لئے یوں کہا جائے کہ ایسے مہان لوگ کبھی نہیں مرتے ہیں بلکہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ شریمد بھگوت گیتا میں کہا گیا ہے:

''ہم ہی ماضی میں اور ہم ہی مستقبل میں رہیں گے۔ ہم آنے اور جانے والے ہیں۔ کیا شیو کبھی آنا جانا بند کرے گا؟ کیا سورج کبھی چڑھنا اور غروب ہونا منقطع کرے گا''۔

اس کا نام ہمیشہ رہنے والا ہے۔ نہ میں رہوں گا اور نہ تم، نہ کوئی بادشاہ رہے گا اور نہ کوئی محکوم۔ ماضی میں بھی کوئی نہیں رہا ہے اور نہ مستقبل میں رہے گا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس کا نام جپتے رہیں اور کائنات کے ذرے ذرے میں اپنی بساط کے مطابق رنگ بھر دیں۔ اپنے ذہنوں کی کھڑکیاں کھول دیں اور اس کائنات کی پوری تصویر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

بھگوان جی انسان کی بھلائی کے کام کرتے تھے۔ ہر ایک کی مدد کرنا اور انکی تکالیف دور کرنا ہی وہ اپنا دھرم مانتے تھے۔ وہ ہر ایک کی رہنمائی کرتے تھے اور سب کی کشتی کو صحیح سمت میں لے جاتے تھے۔ وہ انسانیت اور امن و آشتی پر زور دیتے تھے۔ وہ سچے دل سے اپنے پربھو کو یاد کرنے کا درس دیتے تھے۔ سچائی کا پیغام پھیلانے کے لئے وہ ہر دم کوشاں تھے۔ اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم ان کا مقصد کس حد تک پورا کر سکیں گے۔ اسی کام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے فاؤنڈیشن ان کے نام پر بنائی گئی۔ تاکہ ان کا پیغام دنیا کے کونے کونے میں پھیلایا جائے۔ بھگوان جی کے مشن میں دو اہم چیزیں ہیں۔

(1) سادھنا　　　(2) ضرورت مندوں کی مدد کرنا

یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم ان کو کسی ایک نام سے یاد کریں۔ ان کے بے شمار نام ہیں۔ سنیاسی، یوگی، سوامی، بب مہاراج، سادھو، تپسوی اور ماسٹر وغیرہ کے ناموں سے بھی بھگوان گوپی ناتھ جی جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ لیکن عوام میں وہ بب بھگوان جی کے نام سے یاد کیئے جاتے ہیں۔ عام طور پر ایک روایت کے مطابق راما کرشن، اروبندو، اور رمن مہرشی کو ہم ''شری'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بعض سادھوؤں، جیسے دیا نند سرسوتی، وویکانند، شوا آنند کو'' سوامی'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعض سادھوؤں کو گرو دیو کا لقب دیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارے لئے بب مہاراج صرف بھگوان ہیں۔ جس کے معانی جزمیں'' کل'' کے ہیں۔ وہ انتریامی ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ پر ماتما سے ملنے کا راستہ بتایا ہے۔ وہ ہمارے لئے بب بھی ہیں اور پتا بھی، جس کی تمام عمر ہم پر مہربانیاں رہیں گی۔ وہ ہمیں حقیقی راستے پر گامزن کرتے رہیں گے۔



بھگوان گوپی ناتھ جی ژیٹھ یار کے مندر کے اس مکان میں رہتے تھے

آٹھواں باب

بھگوان جی کم گو تھے وہ جو کچھ بولتے تھے، براہ راست نہیں بولتے تھے۔ بلکہ اشاروں میں گفتگو کرنا ان کا معمول بن گیا تھا۔ سنسکرت کے ایک دانش ور نے کیا خوب کہا ہے:

''جن کے پاس علمیت کا خزانہ ہوتا ہے وہ بالکل کم بولتے ہیں۔ ان کے منہ سے الگ الگ وقت پر تاثرات ظاہر ہوتے ہیں''۔ بھگوان جی کے معتمدین اور ان کے عقیدت مندوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ وہ ان کی بھاشا آسانی سے سمجھ سکتے تھے۔ بھگوان جی کے اشاروں سے بخوبی واقف تھے۔ مثلاً ان کا ایک اشارہ اس طرح بھی ہوتا تھا۔

''سیزر، پزر، شوزر''

بھگوان جی نے ان تین لفظوں کو اپنا تکیہ کلام بنایا تھا۔ وہ اپنے عقیدت مندوں کو بھی ان لفظوں کی اہمیت اور افادیت کا احساس دلاتے تھے۔ اردو زبان میں ان لفظوں کا سادگی، سچائی اور پاکیزگی کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ شری کرشن نے ان کو دیوی سمپدا یا بھگوت گیتا کے سولہویں باب میں دو درجن سے زائد لفظوں کو دیوتاؤں کے گن کے بارے میں لکھا ہے۔ دراصل یہ تینوں چیزیں شاستروں اور پرانوں میں خاص طور پر اہمیت کے حامل ہیں۔

بھگوان جی نے ان تینوں چیزوں کو بڑی اہمیت دی تھی۔ کیوں کہ یہ تین باتیں ایک دوسرے سے گہرا رشتہ رکھتی ہیں اور انسانی زندگی میں بہت ہی مددگار ثابت ہوسکتی ہیں۔ اس لئے ان تینوں چیزوں کی اہمیت اور افادیت سے آشنا ہونا لازمی بنتا ہے تاکہ ہم اپنی منزل مقصود پر آسانی سے پہنچ سکیں۔ ''سینز'' کشمیری میں سادگی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ علامت ہماری اخلاقی زندگی اور ہمارے چال چلن کی رہنمائی کرتی ہے۔ انسان کو تصنع، نمائش و زیبائش کو ترک کرنے پر کاربند کرتی ہے۔ انسان میں سادگی اور حقائق پیش کرنے کی صلاحیت ہو تو نفرت، کدورت اور جہالت اپنے آپ دور ہوسکتی ہے۔ بھگوان ہمیں اچھا سوچنے، سچ بولنے اور سچائی پر عمل کرنے کی توفیق عطا کریں۔ ہم اسی لئے ہر وقت پربھو سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے خیالات صاف ستھرے ہوں اور ہم ضرورت مند لوگوں کی بھلائی کے لئے کام کریں۔ ایک ہندوستانی ناگرک سے اس سے زیادہ اور کیا ہونا چاہیے۔ تہذیب، تمدن اور کلچر سے ہی ہم تمام کائنات کو ایک ہی خاندان مانتے ہیں۔ کائنات کے تمام انسانوں کے لئے ہم دعا کرتے ہیں۔

''سروے بونتو سکھنا''

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ہم نہ صرف اپنی بھلائی چاہتے ہیں بلکہ ساری دنیا کی بھلائی کے لئے رطب اللسان ہیں۔ سادگی اور پاکیزگی ہماری رگ رگ میں ہے۔ ہم عدل و انصاف، حقیقت پسندی اور امن واشتی کے قائل ہیں۔ ہم میں خود اعتمادی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اسی لئے ہم نڈر سپاہی کی طرح اپنی محنت لگن اور صلاحیت سے مختلف دشوار گزار منزلوں کو سر کرنے کے قابل ہیں۔ الغرض سینز ہمیں سادگی عطا کرتا ہے اور انسان کو سچا یوگی بنادیتا ہے۔

''پزر'' سچائی یا حقیقت پسندی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ انسانی زندگی کا بنیادی پڑاؤ ہے۔ سنسکرت میں اس کے معنی موجود ہونے کے بتائے جاتے

ہیں۔ حقیقت یا موجودگی کے بیان کو" ستیہ" یا سچائی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ جو حقیقت نہ ہو اور جو موجود نہ ہو، وہ کبھی بھی کسی بھی حالت میں سچ نہیں ہوسکتا ہے۔

'شوزز' ایک انسان کو پاکیزگی کی طرف راغب کرتا ہے۔ تاکہ ہم اپنی منزل مقصود پر آسانی سے پہنچ پائیں۔ ہمیں اپنے خیالوں، بول چال اور کام کاج میں پاکیزگی برتنی چاہیے۔ ہمارے خیالات صاف ستھرے ہوں۔ ہم اپنی بول چال سے کسی کو دکھی نہ کر پائیں اور ہمارے کام کا انجام اپنے لئے اور دوسروں کے واسطے فائدہ مند ہو۔

ہم میں سے ہزاروں لوگوں کو بھگوان گوپی ناتھ جی کے درشن نصیب ہوئے ہوں گے۔ ایسے بھی بہت سارے بھکت ہیں جو مختلف آشرموں سے بھگوان جی کے خیالوں اور کلپناؤں میں درشن کرتے ہوں گے اور ان کی قدآدم مورتیوں اور مختلف تصاویر کے سامنے دعائیں مانگتے ہونگے۔ بعض لوگوں نے اپنے گھروں کو بھگوان جی کی مورتیوں اور تصاویر سے مزین کیا ہے۔ وہ اس روحانی شخصیت کے روبرو بھجن پیش کرتے ہیں۔اور بب جی کی مورتیوں کے سامنے سربہ سجود ہوتے ہیں۔ بعض عقیدت مند ایسے بھی ہیں جو ان کے بنائے ہوئے راستوں کی سادھنا میں مصروف رہتے ہیں۔ بعض خوش قسمت لوگ ایسے بھی ہیں جو ابھی بھی ان کو اصلی روپ میں دیکھتے ہیں اور انکے بتائے ہوئے اصولوں اور آدرشوں پر چل کر کامیابی کی منزلوں کو حاصل کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کائنات میں انسان کو پرکھنے کے لئے تین مراحل متعین کئے گئے ہیں۔

(1) نام (2) شکل وصورت (3) گن

بھگوان گوپی ناتھ جی کو ان کے والدین نے بچپن سے ہی گوپی ناتھ کے نام سے سرفراز کیا تھا۔ گوپی ناتھ یعنی گوپیوں کا دل جیتنے والا۔

بھگوان گوپی ناتھ جی نے جب جنم لیا تو ساری کائنات منور ہوگئی۔ بچپن

سے ہی وہ نٹ کھٹ تھے۔ جب جوان ہوئے تو اٹکھیلیاں کرنے لگے۔ پھر وہ زمانہ آگیا جب ان کا شعور پختہ ہوگیا اور وہ ایک باشعور آدمی بن گئے۔ اس لئے اگر صرف یہ کہا جائے کہ بھگوان جی بھی خود قدرت کے بنائے گئے اصولوں پر قائم تھے تو بے جا نہیں ہوگا۔ انہوں نے یہ تینوں منزلیں سر کر کے ساری کائنات کو سچائی کا پیغام دیا اور ظلم وستم کا قلع قمع کرنے میں پیش پیش رہے۔

بھگوان گوپی ناتھ جی ایک سچے گیانی تھے۔ ان کی طرف دیکھنے سے جو چیز سب سے پہلے ایک انسان کو متوجہ کرتی ہے وہ ان کی سفید رنگ کی پگڑی تھی۔ جب صبح سویرے وہ نیند سے بیدار ہوجاتے تھے تو سب سے پہلے اپنی سفید رنگ کی پگڑی باندھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے آخری دنوں میں ان کے پاس پگڑیوں کا کافی اسٹاک موجود تھا۔ 28 مئی 1968ء کو جب بھگوان جی خالق حقیقی سے جا ملے تو اس دن بھی انہوں نے اپنے سر پر خود ہی پگڑی باندھ لی تھی۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سچے لوگوں کی نشانی ان کی پگڑی ہی ہوتی ہے۔

بھگوان گوپی ناتھ جی شروع سے ہی اپنے بھکتوں اور گھر کے تمام افراد پر گہری نظر رکھتے تھے۔ ان کا پیغام آفاقی تھا۔ اس لئے کہ ان کو خاص و عام سے محبت تھی۔ اصل میں سفید رنگ کی پگڑی ہی ان کی سچائی 'دھرم' نفاست پسندی اور پاکیزگی کی نشانی تھی۔ سرسوتی ماتا کا آسن بھی سفید، کپڑے، سفید رنگ کا راج ہنس اور سفید رنگ کا کمل کا پھول ہے۔ بھگوان جی کا پسندیدہ رنگ بھی سفید ہی تھا۔ وہ اپنے پسندیدہ رنگ سے ہی منزلِ مقصود تک پہنچنا چاہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ:

"وہ لوگ جو کنول کے سفید اور ملائم پھولوں سے پیار کرتے ہیں وہ کائنات کے اسرار و رموز سے واقف ہوتے ہیں"۔ بھگوان گوپی ناتھ خود رنگوں کے امتزاج سے آشنا تھے۔ سفید رنگ سے وہ ہر ایک کا درد جان سکتے تھے۔ نفاست پسندی ان کے رگ رگ میں پائی جاتی تھی۔ ان کا پیغام آفاقی ہے۔ اس میں اتنی کشش ہے کہ یہ خود

بہ خود خاص و عام میں مقبول ہوگیا۔ یہ پیغام اکثر امن و آشتی کے خوش نما پھولوں سے شروع ہوتا تھا اور اس کی مہک سے ساری دنیا سرشار ہوجاتی تھی۔

ان کی طرف متوجہ ہونے میں ایک اور چیز کارگر تھی۔ بھگوان جی کی کشمیری پوشاک، رنگ دار فرن اور پوڑ۔ ان کی ڈھیلی ڈھالی پوشاک میں اتنی جگہ ہوتی تھی کہ یہ ان کا سارا بدن ڈھانپ لیتی تھی۔ فرن کے اندر کانگڑی بھی سما سکتی تھی جو ان کے شریر کو گرمی پہنچادیتی تھی۔ ایک دفعہ وہ ایک بڑا ناریل اپنے فرن کی جیب میں رکھ کر سوامی امر ناتھ جی کی گپھا پر لے آئے تھے۔ اس طرح سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا فرن کتنا ڈھیلا تھا۔ ان کی ڈھیلی پوشاک اس بات کی نشان دہی کرتی ہے ان کے پاس جذب کرنے کی اتنی جگہ تھی کہ وہ اپنے بھکتوں کو اس میں پناہ دیتے تھے۔ ان کا باہر والا کپڑا رنگ دار اور صاف و شفاف ہوتا تھا۔ اور اندر والا اکثر برف کی طرح سفید ہوتا تھا۔ جو کہ دل کی صفائی اور سچائی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یودشٹر نے مہابھارت میں کہا ہے کہ "سچائی کا راستہ ہمیشہ پوشیدہ ہوتا ہے"۔

اگرچہ شاستروں اور کتابوں میں اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لیکن حق بات تو یہ ہے کہ سچائی ہمیشہ نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔ بھگوان جی کے ماتھے پر جو تلک تھا، وہ ہر ایک کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا۔ اس تلک کو مہادیو کی تیسری آنکھ کے برابر تصور کیا جاتا ہے اور اس کا آکار شاریکا شلا (چکری شر) سے ملتا جلتا ہے۔ اس لال رنگ کے تلک کے بیچ میں تھوڑی سی راکھ ماضی، حال اور مستقبل کے گیان کی گواہی دیتی ہے۔ جس سے وہ آگے آنے والے واقعات اور آفات کے بارے میں پیشین گوئی کرتے تھے۔ بھگوان جی شیو کی پوجا میں مصروف رہتے تھے اور جب انہوں نے اپنے پران تیاگ دئے تو اس وقت انہوں نے فقط شیو کا نام ہی لیا تھا۔ اس لئے اس بات میں کوئی حیرانی نہیں ہے کہ شیو کی تیسری آنکھ ان کے ماتھے پر تلک کے روپ میں چمکتی تھی۔ یہ تلک بیضوی شکل کی چیز سے ملتا جلتا تھا۔ جو انسانی

زندگی میں ربط وضبط پیدا کرتی ہے۔

چلم اور دھونی ان کی دو اہم چیزیں تھیں۔ ان کا نام لینے سے ہی فوراً ہمارے ذہن میں یہ دونوں چیزیں آجاتی ہیں۔ جب ہم ان کو یاد کرتے ہیں یا ان کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو دونوں چیزوں میں آگ سی نمودار ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک چیز ان کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور دوسری ان کے سامنے۔ ان کے ہاتھ میں جو چیز ہوتی تھی وہ اس بات کی گواہی دیتی تھی کہ بھگوان جی کے دل میں ہمیشہ آگ سی سلگتی رہتی تھی اور وہ ایک عالم کو اس آگ سے حرکت وحرارت دیتے تھے۔ جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ وہ معمولی آگ نہیں تھی بلکہ علم اور روشنی کی جیوتی تھی۔ جو انکے اردگرد چمکتی تھی۔ وہ ہمیشہ آگ جلا کر رکھتے تھے تاکہ اس آگ سے ایک عالم کو روشنی کا گیان مل سکے۔ ویدوں اور شاستروں میں اس کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

دنیا میں ہر ایک کے لب پر دعا ہوتی ہے کہ اندھیرے سے اجالے کی طرف اس کا قدم بڑھے۔ بھگوان جی کے سامنے ہمیشہ جیوتی رہتی تھی۔ وہ شکر اور سوکھے میوے کو دھونی میں ڈھال کر الگ الگ دیوتاؤں کی عبادت کرتے تھے۔ ان کی تپسیا انسان کی بھلائی کے لئے ہوتی تھی۔ اس طرح سے ماحول بھی صاف ہوجاتا تھا اور دھونی کی عطر اور خوشبو پورے کائنات کو معطر کرتی تھی۔ بھگوان جی اپنی روحانی طاقت سے ایک دُنیا کو منور کرتے تھے۔ اس لئے یقین کیا جاسکتا ہے کہ جب وہ اپنی دھونی کو بہت دنوں تک لگاتار جلا کر رکھتے تھے تو وہ اسے کسی کو بھی چھونے نہیں دیتے تھے۔ وہ کسی کی بے جا مداخلت بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ شری پران ناتھ کول کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ انہیں سامگری لانے کے لئے رام باغ بھیج دیا گیا۔ دھونی کئی دنوں تک سلگتی رہی اور ترکوٹی دیوتاؤں یعنی تین کروڑ الگ الگ دیوتاؤں کے ناموں کی آہوتیاں دی گئیں۔

بھگوان جی کے پاس جو چیزیں رہتی تھیں ان میں چمٹا ایک خاص اہمیت کا حامل تھا۔ یہ آگ کی تمازت میں اضافہ کرنے کے کام بھی آتا تھا اور لکڑیاں توڑنے کے

لئے بھی استعمال ہوتا تھا۔ کہاجاتا ہے کہ جب بھگوان جی اپنے پورے جوش میں ہوتے تھے تو وہ دیوانہ وار ایک چمٹا پھینک دیتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہاتھ میں چمٹا لے کر لوگوں کے جم غفیر کو پیچھے بھگا دیتے تھے۔ ان کے بھکت بھی کبھی کبھی اس چمٹے کا استعمال کرتے تھے۔ چمٹا بھگوان جی کی ایک اہم علامت بن گئی تھی۔ جس کے ایک طرف دونوں سرے کھلے رہتے تھے۔ اور دوسری طرف دونوں سرے جڑے ہوتے تھے۔ جس طرف کھلے ہوتے تھے، وہ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ یہ ایک انسان کی روح ہے جس کو جیوآتما کہتے ہیں۔ اور دوسرا سرا آفاقی ہے جس کو پرماتما کہتے ہیں۔ اس کا دوسرا سرا جڑا ہوا تھا۔ جواس کی شہادت دیتا ہے کہ یہ سادھنا کا اونچا مقام ہے۔ چمٹے کے کڑا سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ ساری کائنات کو قابو کرسکتا ہے۔ یہ انسان کو سچا اور حقیقی راستہ دکھاتا ہے۔ یہ پاپ اور پُنیہ میں فرق کرسکتا ہے۔ سام وید میں کیا خوب کہا گیا ہے:

''پل پار کر کے منزل کی طرف بڑھنا چاہیے۔ غصے کو شانتی سے فتح کرنا چاہیے۔ جھوٹ کو سچائی سے قابو میں لانا چاہیے''۔

بھگوان جی نے بھی یہی راستہ اختیار کیا تھا اور وہ ہر ایک کو شانتی، سچائی اور سُکھ کے راستے پر گامزن کرنا چاہتے تھے۔ اسی لئے ان کے سامنے اکثر دھونی سلگتی رہتی تھی۔ دھونی کی پوتر راکھ پرشاد کے طور پر حاصل کرنے کے لئے اکثر لوگوں کو گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس پوتر راکھ کو وہ روحانی علاج کے طور پر بھی استعمال کرتے تھے۔ اس راکھ کو جسم پر ملنے سے کئی موذی بیماریوں کا ازالہ ہوجاتا تھا۔ بعض لوگ اس کو ماتھے پر لگاتے تھے اور بعض اپنے پورے جسم پر ملتے تھے اور یہ سلسلہ اب بھی برابر جاری ہے۔ کچھ لوگ اس راکھ کو چکھتے ہیں اور کچھ اس کا تھوڑا سا حصہ پانی کے ساتھ پی لیتے ہیں۔ یہ شیو کی وبھوتی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

جیوتی اندرونی روشنی کی علامت ہے۔ یا پرکاش پرم شیو کا خاکہ کھینچتی ہے۔ کہاجاتا ہے کہ بھگوان جی کو دھوپ اور اگربتی الگ الگ جلانا پسند نہیں تھا۔ وہ ان کو

آگ پر رکھتے تھے۔ ان کے سامنے جو دھونی جلتی تھی چاہے وہ لوہے کی سگڑھی ہو یا کانگڑی اس سے جو چمک نکلتی تھی اسی سے دھوپ اور اگر بتی کو جلاتے تھے۔ اس طرح سے وہ پرکاش کو ہی فوقیت دیتے تھے۔

سنسکرت میں آگ کو ہُتو واہا کہتے ہیں۔ جس کا مطلب دھرم کے کاموں کے لئے نذرانہ لینے والے کے ہیں۔ جو بھی انسان اس پوتر آگ میں الگ الگ دیوتاؤں کے نام جو آہوتیاں ڈالتے ہیں وہ ان دیوتاؤں کے پاس براہِ راست پہنچ جاتے ہیں۔ بشرطیکہ یہ آہوتیاں عقیدت سے دھونی میں ڈال دی جائے۔ جیوتی اندر کی آواز پہچاننے والے کی علامت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان کو سچائی تک پہنچنے کے لئے بے پناہ محنت کرنی چاہیے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ جیوتی سادھنا کا مرکز ہے تو بے جا نہیں ہوگا۔ بھگوان جی کے کمرے میں گرونانک، رام کرشن پرم ہنس، سوامی بالک جی کاؤ کی تصویریں دیواروں پر ٹنگی ہوئی ہوتی تھیں، جہاں پر بھگوان جی کا آسن تھا۔ یہ نہ صرف ان کے پوتر ماحول کی عکاسی کرتا ہے، بلکہ ساری انسانیت کو یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ تمام راستوں کا مرکز ایک ہی ہے۔ چاہے وہ شیوائٹ ہو یا ویشنو وائٹ یا شکتی پوجنے والا، ہر ایک کا مقصد اُس پر ماتما میں مدغم ہونا ہے۔ بھگوت گیتا میں کہا گیا ہے کہ "جب بھی کوئی عقیدت مند اپنی شردا سے کسی کو پوجتا ہے تو وہ اس کا پھل بھی پاتا ہے"۔

ان کے ہاتھوں میں ایک 'لگ نائٹ' کا مستطیل یا اس سے ملتا جلتا ٹکڑا ہوتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے اس پر مہا کالی کی تصویر بنائی تھی اور بعد میں اس پر سندور لگایا تھا۔ ان کے کمرے میں ایک چھڑی ہوا کرتی تھی جس کا سر سینگ کی مانند تھا۔ وہ اس چھڑی کے سرے کے اوپر رُودراکش کی مالا رکھتے تھے۔ بھگوان جی خاص موقعوں پر یہ مالا خود بھی پہنتے تھے۔ ان کی چند تصاویر ایسی ہیں جن میں وہ یہ مالا لگا کر دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں معنی خیز ہیں۔ چھڑی نظم وضبط کی علامت ہے۔ بھگوان جی ہر ایک معاملے میں نظم وضبط کے قائل تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ جو

لوگ نظم وضبط کے قائل نہیں ہیں ان کو سہی سمت میں لانے کی کوشش ہونی چاہیے۔ وہ اکثر اشاروں کنایوں میں کہا کرتے تھے کہ اگر ہم نظم وضبط کے قابل بن جائیں تو دنیا میں اپنی منزل آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس قول کی وضاحت کچھ اس طرح سے بھی ہو سکتی ہے یعنی برہما۔ ویشنو اور شیو۔ برہما پیدا کرنے والا، ویشنو رکھوالی کرنے والا اور شیو تباہ کرنے والا۔ یہ ہمیں ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں آگاہ کرتا ہے۔ شیو کے ہاتھ میں چھڑی نما ترشول اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ اس کائنات میں پیدا کرنے والا اور نظام چلانے والا کوئی نہ کوئی موجود ہے۔ یہ ترشول نما چھڑی شیو جی کے ہاتھ میں ہے۔ رام جی کا تیر کمان، ویشنو کی چرخی، کرشن کی مرلی، ہنومان کا گرزہ، گنیش کے لڈو، سرسوتی کا ستار اور شیو جی کا ترشول۔ یہ سب ہمیں کائنات کے نظام میں گردش سے آگاہ کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ ہماری دیوی دیوتاؤں کے ہاتھوں کے رُخ بھی الگ الگ علامتیں رکھتے ہیں۔ وہ سیدھا اور اوپر کی طرف ہو اس کو ابھئے ہستا کہتے ہیں۔ جو ہمیں خوف سے بچاتا ہے اور ہماری حفاظت کرتا ہے۔ دوسرا ہاتھ نیچے کی طرف ہے جس کو ورد ہستا کہتے ہیں۔ یہ ہاتھ ہماری ساری ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

رودراکش کی مالا دھیان دھارن یا سادھنا کی نشانی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ رودراکش کی مالا کا ایک ایک دانہ ہمارے سانس کے چڑھنے اور چھوڑنے کے ساتھ ہمیں دیوتاؤں کے ناموں کا گیان کراتا ہے۔ اس سے ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ بھگوان جی ہمارے آس پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ چھڑی پر رودراکش کی مالا اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ یہ ہمیں نظم وضبط اور سادھنا کی طرف لے جاتی ہے۔ اور ہمیں سچائی کا راستہ دکھاتی ہے۔ پہلے بھی اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ بھگوان جی اپنے عقیدت مندوں کو پوتر راکھ دیتے تھے۔ یہ راکھ اس دھوپ کی ہوتی تھی جو ہمیشہ ان کے سامنے جلتی رہتی تھی۔ یہ پوتر راکھ چاندی کے ورق میں تقسیم کی جاتی تھی۔ بھگوان جی اس کاغذ کو 'آسمانی سونا' کہتے تھے۔ یہ پوتر راکھ چاندی کے رنگ جیسی ہوتی

تھی اور جس قسم کے کاغذ میں بھی اس کو رکھا جاتا تھا وہ بھی چاندی کے رنگ کا ہوتا تھا۔شاید اس پوتر راکھ کو چاندی کے کاغذ میں رکھنے سے زیادہ تاثیر پیدا ہوجاتی تھی جو مختلف بیماریوں اور درد سے نجات دلا دیتی تھی۔ یا پھر یہ کہ ہمیں اس بات کی تلقین دیتی ہے کہ ہمیں اپنی زندگی میں پوتر، پاک، سچا، خداترس اور پارسا ہونا چاہیے۔

پادوکا یعنی کھڑاؤں دروازے پر بھگوان جی کا انتظار کرتی تھی۔ جب وہ کہیں بھی جاتے تھے وہ وہی کھڑاؤں پہن کر جاتے تھے۔ آخری برسوں میں وہ کنواس کے جوتے پہننے کے عادی تھے۔ ان کی کھڑاؤں پمپوش آشرم (نئی دہلی) میں عقیدت مندوں کے درشن اور پوجا کے لئے محفوظ رکھی گئی ہے۔ ان کے کپڑوں سے بھی ہمیں ایک خاص قسم کی تحریک ملتی ہے۔ روایتی طور پر عقیدت مند سادھوؤں کے جوتوں کی پوجا کرتے ہیں جس کو عرف عام میں ''پادوکا پوجن'' کہتے ہیں۔ اس طرح سے ہمیں اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ بھگوان جی ہماری رکھوالی کرتے ہیں۔ حوصلہ دیتے ہیں اور ہمیں سچا راستہ دکھاتے ہیں۔ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے آشیرواد دیتے آئے ہیں۔ شری مکھن لال کوکلو ایک معروف سنسکرت اسکالر اور بھگوان جی کے حقیقی بھکت ہیں۔انہوں نے سنسکرت میں بھگوان جی کے پادوکا پر ''پادوکا ستوتی'' اشلوک لکھے ہیں۔

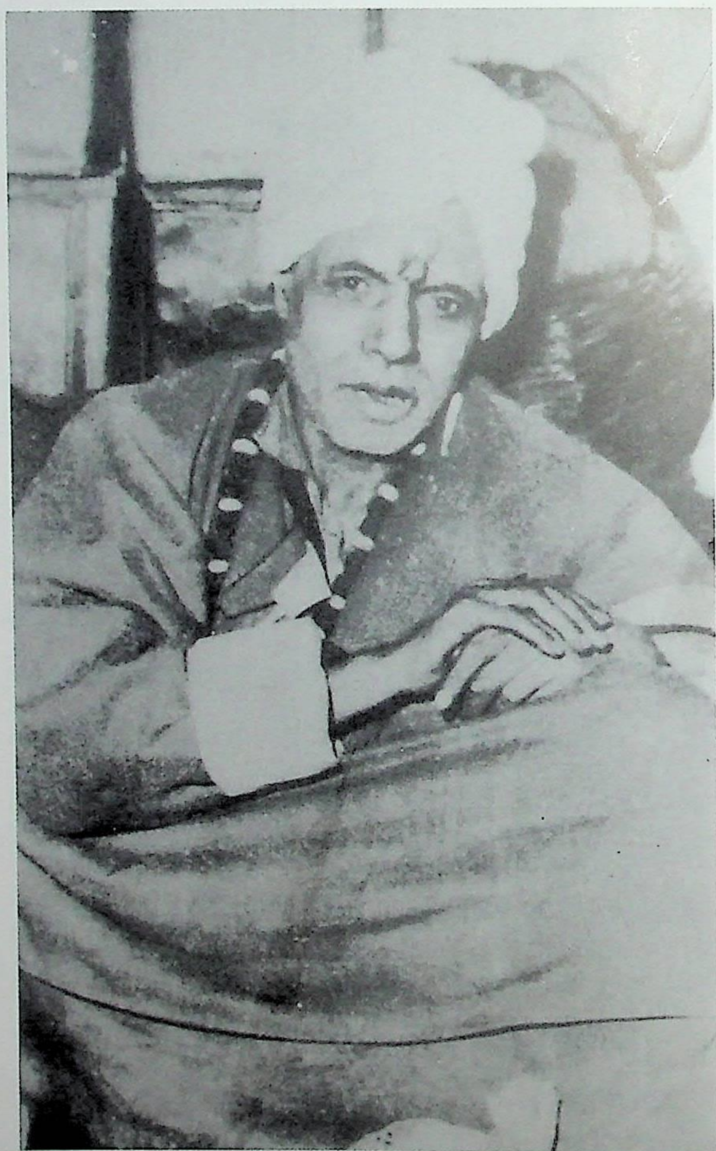
شری سی ایل موزا ایک جگہ لکھتے ہیں کہ شری ایس این فوطیدار نے بب جی کی سوانح لکھی ہے جس میں انہوں نے گئی کو حلقۂ نور سے منور کیا ہے۔ انہوں نے یہ سوچتے ہوئے کہ ہر ایک پہنچے ہوئے سادھو کے اپنے اپنے حلقے ہوتے ہیں، انہوں نے بھگوان جی کے اوپر ایک نیلے رنگ کا دائرہ بھی دیکھا۔ یہ دائرہ پہلے صاف نظر آتا تھا اور پھر آہستہ آہستہ معدوم ہوگیا۔ ہوسکتا ہے کہ بہت سارے عقیدت مندوں نے بھی بھگوان جی کے اس دائرے کی جھلک دیکھی ہوگی۔ جب ہم ان کی تصویر کے سامنے سادھنا میں بیٹھتے ہیں تو ہم اُس پوتر دائرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ ان کے شریر سے بہت ہی تیز روشنی آتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ نشانیاں بھگتوں کے لئے بہت ہی فائدہ مند اور ضروری ہیں۔ پوجا کے وقت ہم اپنے سامنے یا تو تصویر یا مورتی یا کوئی پوتر چیز رکھتے ہیں۔ ان چیزوں

کو اپنے سامنے رکھنے سے یک سوئی محسوس ہوتی ہے اور یہ ہمیں وحدانیت کے اونچے مقام پر پہنچا دیتی ہیں۔ ان نشانیوں سے ہمیں بھکتی ملتی ہے اور ہم گانے سے اور رقص کرنے سے اپنے آپ میں سکون پاتے ہیں۔ ہم اپنے آس پاس صرف اپنے مالک کو دیکھتے ہیں۔ صوفیوں کے الفاظ میں یہ نشانیاں ہمیں عشق مجازی سے عشق حقیقی تک پہنچادیتی ہیں۔ یہ بہت ہی قابل تعریف بات ہے کہ بھکتوں نے بھگوان جی کے کپڑے اور کھڑاؤں محفوظ رکھے ہیں تا کہ سبھی عقیدت مند ان کے سامنے سربسجود ہوجائیں۔ بھگتوں نے اپنی تکالیف کو نظر انداز کر کے یہ ساری چیزیں سری نگر سے لائے اور اس وقت لائے جب 1990ء میں مِلٹنسی کا دور دورہ تھا اور پنڈتوں کو اپنے گھروں سے نکالا گیا تھا۔ یہ ساری چیزیں انہوں نے الگ الگ آشرموں میں رکھی ہیں اور عقیدت مند ان سے سادھنا اور روحانی کی اونچائی حاصل کرتے ہیں۔ یہ نشانیاں بھگتوں پر ایسی اثر انداز ہوچکی ہیں کہ بھکت کہتا ہے میں اپنے بھگوان کی ہر ایک چیز کو اپنی آنکھوں کے سامنے محسوس کرتا ہوں جیسے چلم، دھونی، چمٹہ، فرن، پگڑی اور قیمتی کھڑاؤں جو چاروں طرف نظر آتی ہیں۔ میرے خیالوں میں یہ تمام چیزیں اس طرح سے آتی ہیں جیسے بارش کے بعد قوس قزح چھا جاتی ہے۔ یہ چیزیں دیکھ کر میں خود بخود پوجا پاٹ کے لئے تیار ہوجاتا ہوں اور بھگوان جی میری نگرانی اور رہنمائی کرتے ہیں۔ میں ان کے سر کے آس پاس رنگ کا دائرہ دیکھتا ہوں اور ان کی سفید رنگ کی پگڑی پر پھولوں کا تاج نظر آتا ہے۔ وہ تنہائی میں مجھ سے گفتگو کرتے ہیں اور میری راہوں کو روشن کرتے ہیں۔ میں ان کے ہاتھوں میں اپنے آپ کو محفوظ پاتا ہوں۔ میں ان کے سامنے اپنا سر عقیدت سے جھکاتا ہوں۔ ہاتھوں کو جوڑ کر پرنام کرتا ہوں اور اپنی آنکھیں بند کر کے ان کی بھکتی میں کھوجاتا ہوں۔ میں ان کو دیکھ کر مسحور ہوجاتا ہوں۔ میں اپنے آپ کو ایک ایسی ندی کے برابر سمجھتا ہوں جس کی راہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی تکتا رہتا ہے۔ میں ایک چنگاری سے جیوتی بن جاتا ہوں۔ ایک پیڑ سے جنگل میں تبدیل ہوجاتا ہوں۔ میں ایک ذرہ ہوں جو بھگوان جی کے آشیرواد سے چمکتے ہوئے تاروں کو کائنات میں تبدیل کرتا ہوں۔

نواں باب

سنسکرت میں ایک کہاوت ہے: جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ:

''بھگوان کرشن ملاح ہیں جو ہماری کشتی پار کرتے ہیں''۔ حالاں کہ پربھو خود وہاں اصلی روپ میں موجود نہیں ہوتے ہیں۔اس طرح سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہرایک کام دوسروں سے کرواتے ہیں۔ جب بھی ہم کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو ہم پربھو کو یاد کرتے ہیں اور کسی نہ کسی سادھو یا سنت کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں جس پر ہمیں پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ہم ان سے آشیرواد لیتے ہیں۔ ایسے سادھو پربھو کے ساتھ ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسطرح سے وہ بھگوان کا نام لیکر کوئی بھی مشکل حل کرنے میں تاخیر نہیں کرتے اور ہرایک کی خواہش پوری کر سکتے ہیں۔ یہ تمام چیزیں اچانک ہو جاتی ہیں۔لیکن ہمیں یہ چیزیں کرشمہ لگتی ہیں۔ بھگوان گوپی ناتھ جی کی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات رونما ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنے طور سے بہت سے کرشمے دکھائے۔ بعض اوقات اپنی خواہش سے اور بعض اوقات اپنے عقیدت مندوں کی وجہ سے۔ ابھی بھی بے خوابی میں ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں۔جب کہ بھگوان جی اس دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ ایسے بھی بعض خوش نصیب لوگ ہیں جنہوں نے بھگوان جی کی عدم



لارڈ گوپی ناتھ جی مجھے دیکھ رہے ہیں

موجودگی میں یہ کرامات دیکھی ہیں اور وہ اس بات کی پوری پوری نہ صرف شہادت دیتے ہیں بلکہ اسکی تفصیل بھی پیش کرتے ہیں۔ ایسے بھی بعض لوگ ہیں جو اس تفصیل کو بیان کرنے میں خوف محسوس کرتے ہیں۔ بہت سے اب بھی بھگوان جی کو یا تو تصویروں میں دیکھتے ہیں یا ان کی مورتی سرینگر، جموں یا دہلی کے آشرموں میں دیکھتے ہیں۔ سائنس بھلے ہی اس چیز کو مانے یا نہ مانے لیکن سچائی، وجوہات اور محرکات کی بنا پر یہ بات تسلیم کرنی ہوگی کہ بھگوان جی بھکتوں کے چاروں طرف گھومتے رہتے ہیں۔ ان سب چیزوں کو چھوڑ کر جس جگہ بھروسہ ماننا اور روحانی چیزوں کا جائزہ لینا چند اہم چیزیں بن جاتی ہیں اس جگہ پر وجوہات ختم ہوجاتے ہیں اور بھروسے کی فتح ہوجاتی ہے۔ سائنس نے اگرچہ ہماری چھوٹی چھوٹی ضروریات کو پورا کیا ہے۔ روحانی طاقت سب سے بڑی ضروریات میں سے ہے۔ جو ہمیں اپنی آتما کو پہچاننے میں مدد کرتی ہے۔ بہت سارے لوگ ان واقعات کو دیکھنے میں اور ہونے میں شہادت دیتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ سارے ناممکن واقعات کو بھگوان جی نے ہی ممکن بنادیا ہے۔ کسی وقت یہ واقعات رونما ہوئے اور انہوں نے ذہن نشین کیئے اور کسی وقت ان واقعات کی طرف ان کا دھیان نہیں گیا۔ جب وہ واقعات پیش ہوئے تو ہر ایک نے جان لیا اور جب ان واقعات کا اثر مرتب ہوا تب انہوں نے وہ واقعات دوسروں کو سنائے۔

بھولا ناتھ ہنڈوان کے بچپن کا ساتھی تھا اور وہ بھی روحانی طاقت والا آدمی تھا۔ ایک دفعہ اس کی فیملی بھگوان جی کے ساتھ سوامی امرناتھ یاترا پر چلی گئی۔ اس کے پوتے بی این ہنڈو نے بہت ساری ایسی کرامات بتائیں جو بھگوان جی میں اس سفر کے دوران دیکھی تھیں ان میں سے چند واقعات اس طرح ہیں:

چندواڑی میں:

بھگوان جی کی یاترا کے ساتھ بہت سارے لوگ شامل تھے۔ ان میں سے ایک یاتری موتی لال تیز بخار میں مبتلا ہوگیا۔ بھولا ناتھ اور اس کی ماں چاہتے تھے کہ وہ

سری نگر واپس چلاجائے ۔اس بات پر بھگوان جی متفق نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی بچی ہوئی چائے اس لڑکے کو پلادی۔ کچھ دیر کے بعد بچے کا بخار اتر گیا اور وہ پھر سے چلنے پھرنے لگا۔ آدھی رات کے بعد جب بھگوان جی جاگ اٹھے تو انہوں نے بھولا ناتھ کو اپنے ساتھ ہی سفر کرنے کے لئے کہا۔ یہ دونوں یاتریوں کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے جو ایک خطرناک اور غلط راستے سے جا رہے تھے۔ انہوں نے یاتریوں کو آواز دی اور واپس بلا کر صحیح سمت میں چلنے کا مشورہ دیا۔ اس طرح سے وہ لوگ گمراہ ہونے سے بچ گئے۔

اتھواجن:

یاتری جب اتھواجن پہنچ گئے تو انہوں نے رات کو وہیں پر ٹھہرنے کا پروگرام بنایا۔ آسمان پر اچانک بادل چھا گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ ابھی تیز بارش ہو جائے گی اور شہر میں کافی تباہی ہوگی۔ بھگوان جی کی بہن نے اپنے بھائی سے گزارش کی کہ وہ شہر کو تباہی سے بچانے کا انتظام کریں۔ بھگوان جی نے چلم کا کش لگایا۔ پھر آسمان کی طرف نظر ڈالی اور بادلوں سے کہنے لگے۔ ''جدھر سے آیا ہے ادھر چلا جا''! اس طرح سے فوراً بادلوں کا رخ بدل گیا اور پورا مطلع صاف ہوگیا۔ جب یاتری پنچ ترنی پہنچ گئے تو بھگوان جی بھی ان کے ہمراہ تھے۔ گرمی کا موسم تھا وہ بھولا ناتھ سے کہنے لگا کہ میں بارش کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ جانتے تھے کہ بارش سے تباہی ہوسکتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے ہر ایک یاتری کو تسلی دی کہ بارش سے ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوسکتا ہے۔ اس طرح سے بارش ہوگئی، اور یاتری اپنی منزل مقصود کی طرف چلے گئے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی۔

گپھا کے اندر:

گپھا کے اندر بھگوان گوپی ناتھ جی پوتر شیولنگم سے تین سیڑھیاں پیچھے کھڑے رہے۔ انہوں نے ناریل نکالا۔ پھر اس ناریل کو فرن کے اندر دائیں جیب میں رکھ دیا اور شیو جی کی مورتی کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے۔ ناریل کی یہ

بھینٹ شیو جی کے لئے تھی۔

بھگوان جی کے ایک اور بھکت شری ہنڈو نے بھی کئی عجیب وغریب واقعات بیان کئے ہیں۔ ان کے پتا جی نارائن جو کا اننت ناگ سے بارہمولہ تبادلہ ہوا تھا۔ یہ 1947ء کی بات ہے۔ انہوں نے بھگوان جی سے یہ گزارش کی کہ ان کا تبادلہ جلد از جلد روک دیا جائے کیوں کہ دوسرا آدمی جو بہت ہی اثر ورسوخ والا تھا ان کی جگہ اننت ناگ میں بہت جلد چارج سنبھالنے والا تھا۔ انہوں نے بھگوان جی کا آشیرواد لیا۔ بھگوان جی نے انہیں یقین دلایا کہ ان کا تبادلہ کوئی بھی نہیں کرسکتا ہے۔ اس شخص کو گھاس کی رسی سے باندھ دیا جائے گا جو تمہاری تبدیلی کرے گا۔ دوسرے دن جب وہ اننت ناگ اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہوئے تو ان کے آفیسر نے ان سے کہا کہ آپ کے تبادلے کے احکامات واپس لے لئے گئے۔ اس لئے آپ کو اپنی پوسٹ پر واپس لایا گیا ہے۔ کیوں کہ ان دنوں ہمارے ملک میں ایمرجنسی نافذ تھی۔ اس لئے ہر ایک کے لئے یہ بات لازمی بن جاتی ہے کہ وہ اپنی ہی نشست پر کام کرتا رہے۔

1948-1949ء کو بھولا ناتھ کے خاندان کے افراد نے بھگوان جی کو مغل باغات کی سیر کرانے کے لئے ایک شکارے کا انتظام کیا۔ انہوں نے کچھ مچھلیاں خریدیں۔ ان کو صاف کرواکے پکانے کے لئے تیار کیں۔ بھگوان گوپی ناتھ چلم کا کش پاس ہی لینے میں مصروف تھے۔ اچانک ایک مچھلی صاف کرتے کرتے ہاتھ سے نکل کر بھگوان جی کی گود میں گر گئی۔ بھگوان جی نے اس مچھلی کو جلدی ہی جھیل ڈل کے پانی میں پھینک دیا۔ حیرانی کی بات ہے کہ یہ مچھلی پانی میں زندہ ہوگئی اور تیرنے لگی۔

1954ء میں بھولا ناتھ نے اپنے انتقال سے پہلے بھگوان گوپی ناتھ جی کو اپنے گھر بلایا۔ انہوں نے چلم تیار رکھی تھی۔ جب بھگوان جی نے چلم کا کش لیا تو اچانک اس میں سے جیوتی نمودار ہوئی۔ ایسے میں انہوں نے بھولا ناتھ کو کہا کہ پاس ہی پانی سے بھرے ہوئے برتن کی طرف دیکھ لیا جائے۔ جوں ہی بھگوان جی نے اس

برتن کی طرف اشارہ کیا تو اس میں سے آدھا پانی باہر نکل گیا۔ اسی لمحہ ان کے آنگن میں شدید بارش ہوگئی۔ جب تک برتن میں سے باقی پانی گرتا رہا تب تک بارش ہوتی رہی۔ پھر اچانک ان کے آنگن میں دھوپ نکل آئی۔ کچھ دنوں کے بعد بھولا ناتھ کا انتقال ہوگیا۔

ان ہی دنوں میں بھگوان جی اپنی رہائش گاہ ریشی محلّہ چھوڑ کر پنڈت رام جو کے گھر ہاری پربت میں رہنے لگے۔

بھگوان گوپی ناتھ کے والد نارائن جو بھان تھے۔ اپنے والد کا وہ زبردست احترام کرتے تھے اور اکثر پربھو سے یہی دعا کرتے تھے کہ ان کو کسی بھی گناہ کی سزا نہیں ملے۔ اصل میں یہاں اس وقت یہ تاثرات بھولا ناتھ کے لئے تھے جو چند دن پہلے انتقال کر گئے تھے۔ لیکن بھگوان جی وہاں اس موقع پر موجود نہ ہونے پر بھی موجود تھے۔

یہاں ایک اور واقعہ یاد آرہا ہے۔ ایک دن بھگوان جی اور بھولا ناتھ مہارا گینا کا درشن کرنے کے لئے تولہ مولہ چلے گئے۔ راستے میں بھولا ناتھ سے بھگوان گوپی ناتھ نے اچانک اس بات کا اظہار کیا کہ ان کا دائیں بازو ٹوٹ گیا ہے۔ بعد میں اس بات کا انکشاف ہوا کہ ان کے چھوٹے بھائی ایک حادثے میں جان بحق ہوگئے تھے۔

شری ایس این فوطیدار جو کہ بھگوان جی کے شاگرد اور تواریخ نگار تھے انہوں نے بھگوان جی کی شخصیت اور کارناموں کے بارے میں بہت ساری باتوں کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے چند واقعات وہ از خود دیکھ چکے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ 1947ء میں جب پاکستان نے کشمیر پر حملہ کیا تب انہوں نے ایک عقیدت مند کو پہلے ہی سے بارہمولہ سے سری نگر منتقل ہونے کے لئے کہا تھا۔ بعد میں یہ جگہ دشمنوں نے شدید طور پر تباہ کی تھی۔ انہوں نے اپنے اس عقیدت مند کا پہلے ہی سے سری نگر تبادلہ کروادیا تھا۔ کشمیری پنڈتوں نے ایک بار ہاری پربت میں اپنے بچاؤ کے لئے چنڈی کا یکیہ کیا۔ جس میں شانتی کے لئے دعا کی گئی۔ بھگوان گوپی ناتھ جی بھی وہاں چلے

گئے۔ انہوں نے وہاں لوگوں کے اژدہام میں کہا کہ اب کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ انہوں نے کہا وہ خود میدان جنگ میں موجود تھے۔ بعد میں انہوں نے گُنگنایا۔

فوج کیا کر رہی ہے۔ وہ اتنا غلہ لیتے ہیں لیکن لداخ کے لاماؤں کے لئے سیدھا راستہ نہیں کھولتے۔ اِس گفتگو کے بعد ہماری فوج نے زوجیلہ واپس لیا اور ساتھ میں کرگل کا ایک بڑا حصہ بھی جیت لیا اور لداخ کے لئے سیدھا راستہ حاصل ہوگیا۔ ان تمام واقعات کے دوران بھگوان جی اس زمانے میں ریشی محلّہ میں قیام کرتے تھے۔ وہ اپنے آسن پر بیٹھ کر تمام اطراف و جوانب کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ کرگل کے ایک فوجی افسر نے کہا کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا جو ہماری فوجوں کو مناسب رہنمائی کرتے ہوئے پائے گئے۔ اس بات کا اظہار رینہ واری کے ٹی این در کے سامنے کسی نے کیا اور جنہوں نے اس بات کا اظہار کیا تھا وہ بھگوان گوپی ناتھ جی سے اکثر ملتے جلتے تھے۔ وہ فوجی افسر بعد میں بھگوان جی کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ انہوں نے عقیدت سے اپنے سر کو ان کے سامنے جھکادیا اور کہا کہ یہ بھگوان جی کا ہی کمال ہے۔ جنہوں نے اس نازک دور میں ملک کو بچالیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان دنوں بھگوان جی نے فاقہ کشی اختیار کی تھی۔ جب انہوں نے اپنی داڑھی بنوائی اور فاقہ توڑ دیا تو اسی شام اعلان ہوگیا کہ ہندوستان نے زوجیلہ پر فتح پائی ہے۔

شری ایس این بخشی نے بھی اس دور کے چند واقعات بیان کئے ہیں۔ انہوں نے کہاہے کہ ایک بار شنکر ناتھ ژاڑو بھگوان جی کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے بھگوان گوپی ناتھ جی سے یہ گزارش کی کہ وہ کشمیری پنڈتوں کو بچائیں جو پاکستانی حملہ آوروں کے بھنور میں پھنس گئے ہیں۔ ان کا پہلا ردِعمل یہ تھا کہ کیا وہاں کوئی کشمیری پنڈت بھی پاکستان کی عتاب کا نشانہ بن گیا ہے۔ شاید ان کا خیال تھا کہ جو وہاں کشمیری پنڈت تھا کیا وہ صحیح معنوں میں پنڈت تھا۔ زاڑو نے مزید اس بات کی وضاحت کی کہ بھگوان جی اکثر کہا کرتے تھے کہ ہمیں اپنی قوم کے لئے اپنی زندگی

قربان کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

بھگوان جی نے زاڑو سے کہا کہ وہ اپنی نگاہیں اس کمرے کی کھڑکی کی جانب ڈال دیں اور شرط یہ بھی ہے کہ وہ مسلسل ایک گھنٹے تک اسی طرح سے قیام کریں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کشمیری پنڈت جو بھی اس عتاب کا نشانہ بن گئے تھے وہ بچ گئے۔ لیکن زاڑو کا دماغی توازن بگڑ گیا۔ اس طرح سے انہوں نے اپنی قوم کے لئے اپنے آپ کو قربان کردیا۔

جب بھگوان جی بدر کالی استھاپن یاترا کے لئے نکل پڑے تو انہوں نے 1962ء میں چینی حملے کی پیشین گوئی کر لی تھی۔ اپنی بہن اور ایک بھگت کے سوا باقی سبھوں کو اپنے گھر بھیج دیا۔ تبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا کیا تم دیکھ رہے ہو کہ پہاڑ کے اس طرف کیا ہو رہا ہے؟ ابھی وہاں سے ایک آندھی کا جھونکا آجائے گا اور تمہارے پاؤں کو چھونے کے بعد دور چلا جائے گا۔ اسی وقت حملہ شروع ہوگیا یہ ان ہی دنوں کی بات ہے جب وہ رات کے وقت ایک گھنٹے کے لئے گھر سے نکل گئے تھے۔ جب واپس آگئے تو بھگتوں نے ان سے یہ سوال کیا کہ وہ اچانک کہاں گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ تبت کا معاملہ حل کرنے کے لئے کہیں گئے تھے۔ ان کا کندھا اور پیٹھ سردی سے ٹھٹھر رہا تھا۔ معلوم کرنے پر یہ پتا چلا کہ وہ سرحد پر جہاں جنگ ہو رہی تھی وہاں سے واپس آرہے تھے۔ چند دنوں کے بعد جنگ بند ہوگئی۔

1965ء میں جب ہندوستان اور پاکستان کی جنگ چھڑ گئی تو بھگوان جی نے سرحد کی طرف اشارہ کرکے یہ معنی خیز جملہ کہا کہ کالی ماتا آئی ہے۔ جنگ کے دوران ایک دن وہ اچانک اپنے آسن سے کھڑے ہوگئے اور زور سے چیخنے لگ گئے۔ ''میں سری نگر یا دہلی دونوں میں سے ایک کی حفاظت کرسکتا ہوں اور بچا سکتا ہوں''۔ انہوں نے اپنے ہاتھ میں تھوڑی سی شکر لے لی اس میں تھوڑا سا پانی ملا کر وہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں کو دے دیا۔ اسی وقت دشمنوں نے سری نگر کے ہوائی اڈے پر دھاوا

بول دیا۔ اور تھوڑی دیر کے لئے بمباری بھی کی۔ لیکن ایشور کی مہربانی سے وہاں زیادہ نقصان نہیں ہوا۔ دہلی کے ہوائی اڈے پر بھی دشمنوں نے حملہ کرنے کی کوشش کی جس میں ہماری فوج نے ان کا بمبار جہاز تباہ کردیا اور اس کو میرٹھ کے ایک دور دراز علاقے میں گرادیا۔ دراصل بھگوان گوپی ناتھ جی نے اس ملک کی راجدھانی کو بچانے کو اولین اہمیت دی۔ جب کہ انہوں نے سری نگر ہوائی اڈے کو بھی تباہ ہونے سے بچالیا۔

جئے کشوری نے کہا ہے کہ وہ 1967ء میں یاترا کے لئے ہری دوار جارہی تھی۔ جب وہ وہاں سے واپس آگئی تو بانہال میں شدید برف باری ہوچکی تھی۔ حکومت نے گاڑیوں کی آمد و رفت پر پابندی لگائی تھی۔ ایسے میں جئے کشوری نے بھگوان جی کو دل ہی دل میں یاد کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں ایسا ماحول پیدا ہوا کہ صرف اسی بس کو جانے کی اجازت دی گئی جس میں وہ سفر کررہی تھی۔ یہ بھگوان جی ہی کی مہربانی سے ہوگیا۔ سری نگر پہنچتے ہی وہ بھگوان جی کے چرن کملوں میں حاضر ہوئی۔ بھگوان جی نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور مسکراتے ہوئے اور اپنے کندھوں کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ ''میں نے تمہاری بس کو اپنے کندھوں پر پار کروایا''۔ یہ وہی کرسکتا ہے جس نے روحانی بلندیوں کو چھولیا ہو۔ بھگوان جی درویش صفت انسان تھے۔ انکی پوری کائنات پر بھرپور نظر تھی۔ انہوں نے اپنے روحانی کارناموں سے کئی لوگوں کا بھلا کیا اور انہیں اطمینان کی سانس عطا کیا۔

سری نگر کے ایک تاجر مکھن لال ٹِنو تھے۔ وہ دوکان کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹک رہے تھے۔ لیکن بسیار کوشش کے باوجود انہیں موزوں جگہ دوکان نہ مل سکی۔ وہ پریشان ہوگئے اور اسی عالم میں بھگوان گوپی ناتھ جی کے پاس چلے گئے۔ بھگوان جی ان کی پریشانی سمجھ گئے۔ انہوں نے مکھن لال کو آشیرواد دیا۔ جب وہ آشیرواد لینے کے بعد چلے گئے تو کسی نے انہیں بتایا کہ بھگوان جی سورگباش ہوگئے۔ وہ مایوس ہوگئے

اور اسی حال میں واپس بھگوان جی کی ارتھی میں شامل ہونے کے لئے چلے گئے۔ مرگھٹ پر پہنچتے ہی انہیں بھگوان جی کی جھلک دکھائی دی۔ جو انہیں لیمبرٹ لین میں ایک دوکان کے پاس لے گئے۔ انہیں معلوم ہوا کہ دوکان کرایہ کے لئے خالی ہے۔ اس طرح سے انہوں نے دوکان کے مالک سے بات چیت کر کے دوکان کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہ سارا کچھ بھگوان جی کی مہربانی اور آشیرواد سے ہوا۔

بھگوان جی کے ایک اور بھگت سومناتھ کاک کے بھائی شری جواہر لال کاک ان دنوں بمبئ میں رہائش کرتے تھے۔ ان کے گُردے میں شدید تکلیف ہوئی اور یہ پتہ چلا کہ اس میں پتھری موجود ہے۔ جب ان کے گھر والوں نے بھگوان جی کے سامنے ان کی تکلیف بیان کی تو انہوں نے اپنے دائیں طرف کو زور سے مسل دیا۔ وہاں بمبئ میں جواہر لال کی عین اسی وقت پیشاب کے ساتھ پتھری باہر نکل آئی۔ لیکن دوسری دفعہ انہیں آپریشن کرنا پڑا۔ جب وہ ہوش میں آگئے تو انہوں نے اپنے پاس ہی بھگوان گوپی ناتھ جی کو فرن او رصاف و شفاف پگڑی پہنے ہوئے دیکھا تھا۔ انہوں نے اس بات کا انکشاف بھی کیا کہ آپریشن کے دوران بھگوان جی میرے آس پاس ہی تھے۔ اس کے بعد اِن کی ماتا جی نے ڈھائی سیر آٹے کی پوڑی بنائی اور تحفے کے طور پر سری نگر میں بھگوان جی کے گھر بھیج دیا۔ بھگوان جی بہت ہی خوش ہوئے۔ انہوں نے اسے حاضر لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

شری سوم ناتھ کاک نے بھی ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ یہ واقعہ 1960ء کا ہے۔ وہ اپنے خاندان کے ساتھ یاترا کرنے کے لئے ہری دوار جانا چاہتے تھے۔ وہ سب سے پہلے بھگوان گوپی ناتھ جی کے دروازے پر آشیرواد کے لئے چلے گئے۔ جہاں بھگوان جی نے مانگے بغیر ہی پوتر راکھ کا پاکٹ دے دیا۔ یہ لوگ چند دنوں کے لئے شری ایس این زالپوری کے دولت خانے واقع دلی میں ٹھہرے۔ وہ یاترا کے لیے تیار ہی ہو رہے تھے کہ اچانک زالپوری کی بیٹی کی طبیعت کافی ناساز

ہوگئی۔ شری کاک کو اپنے پاس بھگوان جی کا دیا ہوا پوتر راکھ کا پاکٹ یاد آ گیا۔ انہوں نے تھوڑی سی راکھ پانی میں ملا کر لڑکی کو پلا دی۔ اس طرح سے لڑکی جلد از جلد صحت یاب ہوگئی اور اپنی سہیلیوں سے کھیلنے لگی۔

پنڈت مہیشر ناتھ قصبہ، بھگوان گوپی ناتھ جی کے ایک اور بھکت تھے۔ وہ بڑے دیندار اور مذہب پرست انسان تھے۔ 1966ء کی ایک دوپہر کو وہ بھگوان جی کے چرن کملوں میں بیٹھے خیالوں کے اتھاہ سمندر میں گم تھے۔ اچانک ان کے دل میں خیال آیا کہ وہ چکریشر استھاپن میں شام کی آرتی میں حصہ لینے کے لئے ہاری پربت کا رخ کریں۔ بھگوان جی اپنی روحانی طاقت سے قصبہ صاحب کے اس خیال سے پہلے ہی آگاہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے ایسی کرامات دکھائیں کہ اسی وقت بھگوان جی کے کمرے کی دیواروں پر اس استھاپن کا سارا منظر اچانک ہی نمودار ہوا۔ اس پر پنڈت مہشیر ناتھ قصبہ حیران ہوگئے۔ انہوں نے کمرے میں ہی رتن دیپ جلانے کا نظارہ اور آرتی اُتارنے کا سارا منظر دیکھا۔

پروفیسر کاشی ناتھ در جو ٹرسٹ کے صدر بھی تھے، ان کو کبھی بھی بھگوان جی سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔ ایک دفعہ وہ چھتہ بل سری نگر کے اپنے رشتے داروں کے ہاں گئے تھے۔ جہاں ایک دن وہ دودھ لانے کے لئے بازار گئے۔ واپسی پر انہیں گھر کا صحیح راستہ تلاش کرنے میں دشواری پیش آئی۔ وہ پاس ہی دریا کے راستے سے گھر کا راستہ تلاش کرنے لگے۔ راستے میں انہیں فرن پہنے اور سفید پگڑی باندھے ہوئے ایک بزرگ کشمیری پنڈت سے ملاقات ہوئی۔ وہ پنڈت انہیں گالیاں برسانے لگا کہ وہ اپنا راستہ کیوں بھول گئے ہیں۔ پھر چند لمحوں کے بعد ان کے گھر کا راستہ تلاش کرنے میں راہ نمائی کی۔ اسکے چند سالوں کے بعد جب وہ ٹرسٹ کے صدر چنے گئے اور اس طرح سے انہیں کھریار بھگوان جی کے آشرم میں جانے کا موقع مل گیا تو وہ بھگوان جی کی مورتی دیکھ کر حیران ہوگئے اور انہیں وہ چھتہ بل کا واقعہ یاد آ گیا۔

1947ء میں جب سندھ وادی کے راستے سے قبائلی دراندازکشمیر پرحملہ آور ہوئے۔ تب وہاں حفاظتی تدابیر کے لئے بے شمار لوگوں کے ساتھ ساتھ ایک کشمیری پنڈت بھی تعینات ہواتھا۔ جب قبائیلیوں نے اپنی مُہم تیزتر کی تو پنڈت کی بیوی پریشان ہوکر بھگوان جی کے دربار میں حاضر ہوئی اوران سے اپنے شوہر کی سلامتی کے لئے بار بار گزارش کرتی رہی۔ بھگوان جی اشاروں، کنایوں سے اس بات کوواضح کرچکے تھے کہ پنڈت کی زندگی خطرے سے خالی نہیں۔ لیکن پنڈت کی بیوی نے بھگوان جی کا دامن نہیں چھوڑا۔ وہ بار بار اپنی سہاگ کی حفاظت کے لئے التجا کرتی رہی۔ یہ بھگوان جی کا ہی کرشمہ ہے کہ پنڈت وہاں سے بھاگنے میں کام یاب ہوا اور وایل پہنچ گیا۔ وائل میں ٹرانسپورٹ کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے انہیں ایک بھری ہوئی بس کے چھت پرسری نگر کے لئے سوار ہونا پڑا۔ راستے میں گاڑی کے جھٹکے سے پنڈت جی چھت سے گرگئے۔ لیکن کسی قسم کی چوٹ نہیں آئی۔ بلکہ انہیں لگا کہ کسی نے انہیں اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیا ہے۔ ان کی بیوی کو پورا یقین ہوگیا کہ بھگوان جی نے ان کی سہاگ کی پوری پوری حفاظت کی ہے۔

ڈاکٹرکوشلیا ولی نے بھی ایک ایسا ہی واقعہ بیان کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک اچھا کھاتا پیتا گھرانا تھا جو دماغی پریشانیوں میں مبتلا تھا۔ گھر کے چند افراد بھگوان جی کے دربار میں آشیرواد حاصل کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ بھگوان جی اس وقت آہوتیاں دینے میں مصروف تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب بھگوان جی نے اپنا کام ختم کیا اور وہ چلم کا کش لینے لگے تو ان کی پریشانی سن کر بھگوان جی نے انہیں بتایا کہ ان کی تمام تکالیف سوموار تک دور ہوجائیں گی۔ اسی دن ان کے کمرے میں بجلی کے تاروں میں کچھ نقص پیدا ہوگیا تھا۔ وہ جب بجلی ٹھیک کرنے لگے تو اچانک کاغذ کا ٹکڑا زمین پر گر پڑا۔ اس میں دیکھا گیا کہ کسی نے ان کے خاندان پر جادوٹونا کردیا تھا۔ اس کاغذ کو جب پھینک دیا گیا تو ان کی ساری مشکلات دور ہوگئیں۔

بھگوان جی نہ صرف لوگوں کا دکھ درد دور کرتے تھے بلکہ وہ ہونے والے واقعات کی بھی پیشین گوئی کرتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ کس وقت کیا ہونے والا تھا۔ ایک بار اچانک انہوں نے زور سے چلایا کہ ایک خطرناک بھونچال آنے والا ہے۔ جو زبردست تباہی مچادے گا۔ جو لوگ اس وقت وہاں موجود تھے، انہوں نے ان سے گزارش کی کہ کشمیر کو اس بھونچال سے بچایا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ خبر آگئی کہ ایران میں خطرناک بھونچال آگیا۔

ایک صبح کھریار آشرم میں شری سی ایل موزا بھگوان جی کی مورتی کے سامنے بیٹھ کر سادھنا میں مصروف تھے۔ اچانک انہیں لگا کہ جیسے بھگوان جی کی بائیں آنکھ جھپکنے لگی ہو۔ یہ آہستہ سے کھلنے لگی اور پھر بند ہوگئی۔ شری ٹی این کول نے بھی اس کی تصدیق کی۔ وہ بھی سادھنا میں مصروف تھے۔ یہ بھگوان گوپی ناتھ جی کی تصویر کا ایک اہم کرشمہ تھا۔

شری ننا جی پنڈتا نے بھی ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے جو کھریار میں پیش آیا۔ یہ سال 2001ء کی بات ہے۔ جب بھگوان جی ایک مسلمان کے خیالوں میں اچانک آگئے جو کہ درگا مندر کھریار محلے میں اقامت پذیر تھا۔ انہوں نے پاس ہی دریا کے کنارے بھگوان جی کو حقہ دھوتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ انہوں نے وتستا کے پانی میں ایک غوطہ مارا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے آشرم کا رخ کیا۔ دوسرے دن ان کے بیٹے نے ایک اور بار ایسا ہی دیکھا۔ جب انہوں نے سچائی جاننے کے لیے آشرم میں پتہ کیا تو وہ یہ جان کر حیران ہوگئے کہ تین دن سے آشرم کا دروازہ کسی نے نہیں کھولا تھا۔ کہا گیا ہے کہ دیوتا کہیں بھی کسی بھی روپ میں آجاتے ہیں۔ بھگوان جی بھی ایسے ہی ظاہر ہوتے ہیں اور اپنے چاہنے والوں کو حیران کر دیتے ہیں۔

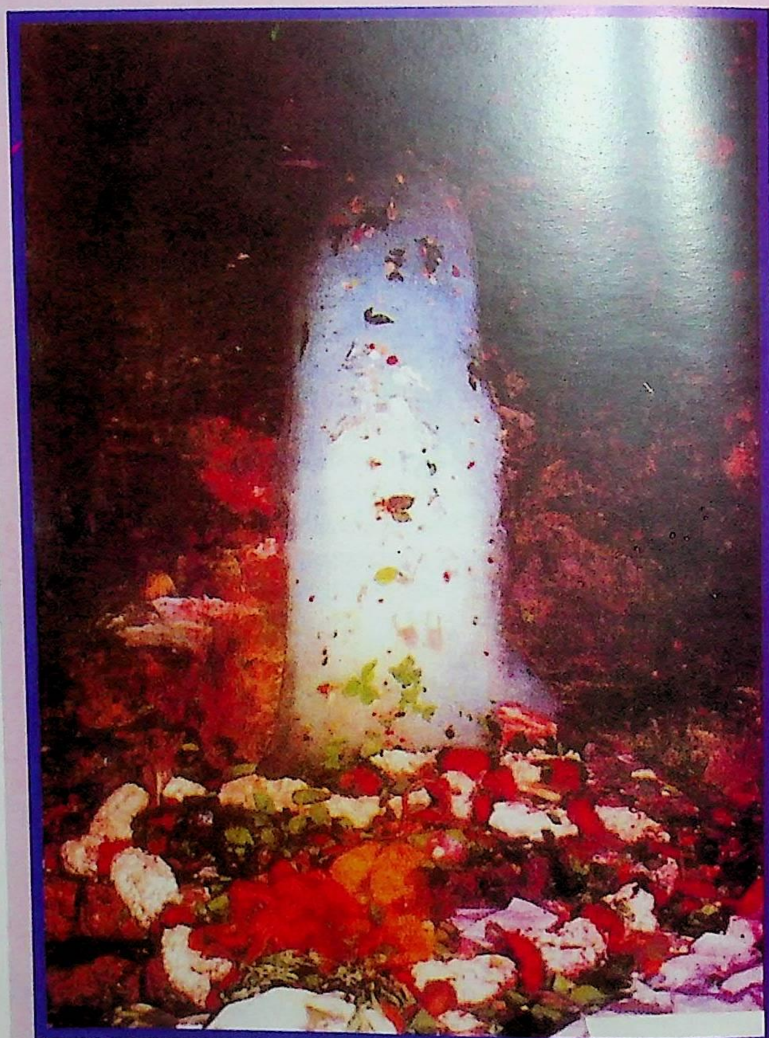
سوامی ابیدا نند جی مہاراج نے بھی کلکتہ کے ویدانت مٹھ میں ایسا ہی ایک دلچسپ واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ اپنے گرو شری رام کرشن کو سونے کا تختہ پیش کرنا چاہتے

تھے۔ وہ سونے کی ٹوکری لے کر دوکان پر چلے گئے اور تخت بنانے کا آڈر دیا۔ جب وہ سیڑھیوں سے نیچے آرہے تھے تو کسی کی آواز گونج اٹھی۔

''ارے یہ تم کیا کر رہے ہو۔ ٹھہر جاؤ۔ تم بھول گئے ہو کہ میں دھات چھوتا نہیں ہوں۔ کیا تم میرے لئے سونے کا تخت بنا رہے ہو۔ یہ سلسلہ بند کردو''۔ انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو پیچھے ان کے گرو ان کا تعاقب کر رہے تھے۔

وہ دوبارہ سیڑھیوں سے واپس چلے گئے اور اپنا سونا واپس لائے، پھر انہوں نے میسور سے چندن کی لکڑی کا تخت بنوایا۔ جو آج تک کلکتہ کے ویدانت مٹھ میں موجود ہے۔

اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ پہونچے ہوئے سادھو اپنے بھکتوں کا خاص خیال رکھتے ہیں اور کسی بھی وقت ان کے سامنے آجاتے ہیں۔ پہونچے ہوئے سادھو کے سامنے تمام لوگ بے بس ہیں۔ وہ اپنی روحانی طاقت سے کہیں پر بھی خود کو ظاہر کرتے ہیں۔



امرناتھ کے گپھا میں برف کا لنگم جس کی بھگوان گوپی ناتھ جی نے یاترا کی تھی

دسواں باب

بھگوان جی کے پیغامات کا ردعمل

شریمد بھگوت گیتا میں ایک انسان کے تین روپ وضع کئے گئے ہیں۔

(1) یعنی برق رفتار آدمی

(2) بھگوان کا پیارا انسان

(3) وہ منش جس میں دیوتاؤں کے گُن پوشیدہ ہیں۔

انسان پاک، پوتر، سادہ، متوازن اور سچا ہو۔ اس کے دل میں خوف، ہنسا، نفرت اور بغض نہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ جس آدمی میں یہ عیب نہ ہوں وہ پربھو کا پیارا ہوتا ہے۔ جو لوگ غریب اور مصیبت زدہ لوگوں کی مشکلات میں کام آتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ آنے والے واقعات کی نہ صرف پیشین گوئی کرسکتے ہیں، بلکہ کبھی کبھی وہ زندگی کا رخ بھی بدل سکتے ہیں۔ بھگوان جی ایک صوفی منش تھے۔ ان میں روحانی طاقت تھی۔ اس طاقت سے انہوں نے متعدد بار لوگوں کی زندگی کا رخ بدل دیا۔ وہ حالات پر فوراً قابو پاسکتے تھے اور ان کو ایک نئی سمت عطا کرسکتے تھے۔

انہوں نے روحانی دنیا میں بہت بڑا نام پیدا کیا تھا۔ وہ 1968ء میں مہانروان کر گئے۔

بھگوان جی صوفی منش تھے۔ آپ ان کو کہیں بھی دیکھ سکتے تھے۔ لیکن جسمانی طور پر وہ سری نگر میں ہی ہوتے تھے۔ یہ ان کی گھور تپسیا کا کمال تھا۔ ایک دفعہ وہ ایک خاتون سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ وہ تولہ مولہ میں ان کی لڑکی کی شادی پر موجود تھے۔ جب کہ وہ بنفسِ نفیس سری نگر میں اپنی رہائش گاہ پر ہی موجود تھے۔

ایک دفعہ جب وہ اپنے بھکتوں کے ساتھ سوامی امرناتھ جی کی یاترا پر روانہ ہوئے۔ راستے میں یہ گروپ دو گروپوں میں بٹ گیا۔ ایک گروپ بھگوان جی کے آگے چلتا گیا جب کہ دوسرا گروپ انکے بہت پیچھے رہ گیا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ دونوں گروپوں نے بھگوان جی کو رہنمائی کرتے ہوئے دیکھا۔ شریمد بھاگوت میں یہ بات درج ہے کہ ایک دفعہ اکرور بھگوان شری کرشن کو گوکل سے متھرا لے گئے۔ راستے میں انہوں نے اپنے رتھ کو روک دیا۔ وہ خود یمنا میں نہانے لگے اور کرشن جی کو انہوں نے رتھ پر بٹھا دیا۔ جب انہوں نے پانی میں ڈُبکی لگائی تو وہ حیران ہو گئے کہ ان کے پاس ہی کرشن جی بھی نہا رہے تھے۔ وہ یکا یک پانی سے باہر آ کر رتھ کے پاس چلے گئے تو وہاں کرشن جی مہاراج کو براجمان پایا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔

کرشن جی سے ایک دن کسی دوست نے فرمائش کی کہ انہیں بھی ایک گوپی دل بہلانے کے لئے مل جانی چاہیے۔ وہ اس دوست کے ہمراہ باغ میں چلے گئے اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ ان گوپیوں میں سے کسی کا بھی انتخاب کر سکتے ہیں جو مجھ سے الگ تھلگ رہنے لگے گی۔ انہوں نے غور سے دیکھا تو باغ میں ہر ایک گوپی کرشن کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی دکھائی دی۔ اس پر انہیں بڑی حیرت ہوئی۔

آسٹریلیا کے ایک بھکت فلپ سمفنڈ ارفر کی بیٹی ہیلن پیٹر کی آسٹریلیا میں 1975ء کی سنیچر وار کو شادی خانہ آبادی تھی۔ آسمان بادلوں سے گھرا ہوا تھا اور بجلیاں چمک رہی تھیں۔ شادی سے ایک دن پہلے زبردست بارش ہونے لگی۔ وہ اپنے کمرے

میں بھگوان جی کی تصویر کے سامنے التجا کرنے لگے کہ ان کے بچوں کی خوشیوں کا خیال رکھا جائے کیوں کہ شادی کھلے میدان میں ہو رہی تھی۔ اتنے میں بھگوان جی کی مہربانی سے آسمان سے سارے بادل یکا یک غائب ہوگئے اور سورج شادی کے رسم کے انجام تک زور سے چمکنے لگا۔ اس طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لاچار اور بے بس لوگوں کو کس طرح سے سہارا دیتے رہے۔

بھگوان گوپی ناتھ جی ان لوگون کی ضرور حوصلہ افزائی کرتے ہیں جن میں انسانیت کی خدمت کرنے کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہو۔

بھگوان گوپی ناتھ جی کے بھکت دنیا کے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ آسٹریلیا، یوکے، سویٹزرلینڈ، گریٹ برٹن، کینڈا اور یو ایس اے میں ان کے کافی تعداد میں بھکت تھے اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ حالاں کہ بھگوان جی کبھی بھی اپنی حیات میں کشمیر سے باہر نہیں گئے۔ لیکن اپنی سادھنا، روحانی طاقت اور اپنے اخلاق سے وہ دور تک جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عالم انسانیت کے گرو ہیں۔ ان کو جگت گرو کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی کائنات کو سر کرنے والے سنت۔ وہ ایک اعلیٰ پایہ کے گیانی تھے۔

فلپ (ایک انگریز) نے اپنے ایک مقالے میں بھگوان جی کے بارے میں ایک جگہ لکھا ہے:

”رات کی تنہائی میں جب میں گہری نیند میں سویا ہوا ہوتا ہوں، میں بھگوان جی کو اپنی چاروں طرف محسوس کرتا ہوں۔ اگر چہ وہ انسان کی شکل میں موجود نہیں ہوتے ہیں لیکن پھر بھی مجھے ان کی موجودگی کا احساس ہر پل ہوتا ہے۔ شاید ان کا جسم بہت ہی پھیلا ہوا ہے۔ ان کی روشنی میرے جسم کو چھو کر جاتی ہے۔ مجھے شک ہو رہا ہے کہ وہ پرتھوی کو چھو رہے ہیں۔ کیوں کہ جہاں میں رہائش کرتا ہوں وہاں دشت زار کے سوا کچھ بھی نہیں۔ میں پہلے سے ہی ان کا نورانی چہرہ دیکھا کرتا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ وہ حقیقت

میں کیا ہیں تو انہوں نے جو جواب دیا وہ آج تک میرے دماغ میں گونج رہا ہے۔"

"کوئی بھی شخص طوفانی لہروں کو روک نہیں سکتا ہے۔ ہر ایک قدرت کے کرشمے کی حقیقت سے باخبر ہے"۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے۔ "میں شکتی کے گول دائروں میں ہوں۔" یہ جواب بھی میرے دل و دماغ میں اب بھی گونج رہا ہے۔ ایک انسان دوسروں کی بھلائی کے لئے کام کرتا ہے۔ دراصل یہ ایک لامتناہی طاقت ہے۔

آگے چل کر انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ اگر ساری انسانیت بھگوان جی کے شعور میں رہے گی تو تمام کائنات کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھل جائے گا۔ انہیں پورا یقین ہے کہ بھگوان گوپی ناتھ جی اپنے تمام تجربے ہمارے اندر سمو دیں گے۔ تو اسی طرح تمام معاملوں کیگھتیاں کھل جائیں گی اس سے بڑھ کر کوئی دھرم نہیں ہوگا۔

اس تفصیل سے تمام لوگ آشنا ہیں کہ ہندوستانی فوج کے نوجوان جنہوں نے کبھی بھی بھگوان جی کے بارے میں کچھ بھی نہیں سنا تھا لیکن انہوں نے ان کو کرگل کی سرحد پر گھومتے ہوئے دیکھا تھا۔ انہوں نے ہی ٹائیگر ہلز کو فتح کرنے میں فوج کی رہنمائی کی تھی جب پاکستانی افواج ہندوستانی علاقے پر قابض ہوگئی تھی۔ ۱۸ ویں گرین ڈیرس کے ایک فوجی افسر نے کشمیر کے اس سادھو کے بارے میں اس بات کا انکشاف کیا اور بتایا کہ اس سادھو نے آپریشن کے دوران ہمارے کمانڈروں کو صحیح راستہ دکھایا اور ہم دشمنوں کے ہاتھوں سے ایک اہم چوکی ٹائیگر ہلز واپس حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ اس افسر نے ایک کشمیری فوجی کے گلے میں ایک لاکٹ دیکھا تھا جس میں بھگوان جی کی فوٹو لگی ہوئی تھی۔ اس طرح سے انہوں نے بھگوان جی کو پہچان لیا جو اپنے مخصوص پوشاک، سفید رنگ کی پگڑی، اور فرن پہنے ہوئے تھے اور ان کے ماتھے پر لال رنگ کا تلک نظر آرہا تھا۔ پہلے پہل تو ہندوستانی فوج کو بہت ہی مشکل اور دشوار گزار مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ لیکن بعد میں پراسرار طریقے سے سادھو مہاراج نے سامنے آکر ہماری مشکلات کا ازالہ کیا۔ اس تمام کارروائی کا سہرا ایک معتبر صحافی شری

بی ایل کاک کے سر باندھا جا سکتا ہے جنہوں نے معتبر ذرائع سے جنگِ کرگل کا سارا منظر اپنے اخبار کے ذریعے عام لوگوں تک پہنچا دیا۔

اسی دوران کرگل کے ایک فوجی افسر کا کہنا ہے کہ انہیں بھگوان جی کے بارے میں کوئی واقفیت نہیں تھی۔ بلکہ ان کے ایک کشمیری دوست جو خود بھی فوج میں ایک بہت بڑے افسر ہیں، نے ان کے لئے ایک بار بھگوان جی کی تصویر بھیجی تھی۔ اس طرح سے کرگل میں بھگوان جی کی شناخت ہوئی۔ پاکستانی ہائی کمیشن کے افسران نے بہت بار یہ جاننے کی کوشش کی تھی کہ ہندوستانی فوج کا یہ افسر کون تھا اور یہ پراسرار سادھو کون تھے! جنہوں نے اپنی روحانی طاقت سے کرگل وار کے دوران پاکستانی پروگرام کو تہس نہس کر دیا۔ انہوں نے بھگوان گوپی ناتھ جی کے آشرم میں، جو پمپوش انکلیو میں واقع ہے، کئی بھکتوں سے پوچھ تاچھ بھی کی تھی۔ لیکن وہ اپنے عزم میں کامیاب نہ ہو سکے۔

بھکتوں کا کہنا ہے کہ 1962ء میں جب ہندوستانی فوج چین کے ساتھ لڑ رہی تھی، ایک دن بھگوان جی اپنی رہائش گاہ سے نکل کر کہیں گئے اور دوسرے دن واپس آ گئے۔ ان کی طبیعت ناساز تھی اور ان کا جسم تھرتھراہٹ سے کانپ رہا تھا۔ ان کو زکام بھی ہو گیا تھا اور سانس پھولنے کی تکلیف کے آثار بھی دکھائی دے رہے تھے۔ جب اس کے بارے میں معلوم کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تبت کی سرحد پر معاملہ حل کرنے کے لئے گیا تھا۔ چند دنوں کے بعد اچانک سرحد پر جنگ بند ہو گئی۔

1971ء کی لڑائی میں جب بنگلہ دیش ایک ملک قرار دیا گیا تھا۔ بھگوان جی کے کئی بھکت ان کے آشرم واقع کھریار میں دن بھر ان سے پرارتھنا کرنے لگے کہ ملک کو جنگ کی تباہی سے بچا لیا جائے۔ بھگوان جی ان میں سے ایک بھکت کے نزدیک رک گئے اور ان سے مخاطب ہوئے کہ آرتی کے وقت ایک خاص چیز کی آہوتی دی جائے۔ مسلسل چار دن تک اس چیز کی آہوتی دی گئی تو چوتھے دن اچانک ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے اس وقت کی وزیراعظم شریمتی اندرا گاندھی نے خبر دی کہ پاکستان

کے جنرل نیازی نے ہندوستانی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔

شری دلیپ لنگو سرزمین کشمیر کے ایک جانے پہچانے گلوکار ہیں۔ انہیں ایک دن بھگوان جی خواب میں آگئے اور کہا کہ میں دلی جانا چاہتا ہوں اور اس جگہ پر رہائش کرنا چاہتا ہوں جہاں پر پانی کا منبع ہو۔ جب 1990 میں کشمیری پنڈت المناک حالات میں کشمیر چھوڑنے پر مجبور ہوگئے تو لنگو صاحب نے پمپوش انکلیو میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں پناہ لی۔ وہ حیران ہوگئے جب کچھ عرصہ کے بعد بھگوان گوپی ناتھ جی کا نیا آشرم بنا ہوا دیکھا۔ لیکن وہاں پر پانی کا منبع نہیں تھا۔ پاس ہی ایک ٹوٹی پھوٹی ٹنکی تھی جس میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ حکومت نے فوراً وہ ٹنکی گرا کر ایک نئی ٹنکی زمین دوز تعمیر کروائی۔ تو اس طرح سے وہ خواب پورا ہوگیا۔ شری اِوناش پنڈتا پیشے سے ایک انجنیر ہیں اور ان کی دھرم پتنی بھی ملازم ہیں۔ وہ ایسٹ دلّی میں رہائش کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے تمام زیورات اپنے فلیٹ کے لاکر میں رکھ دئے تھے۔ اور وہ کسی چھٹی کے دن کا انتظار کر رہے تھے تاکہ ان زیورات کو بینک میں محفوظ رکھ سکیں۔ وہ بھی بھگوان جی کے سچے بھکت ہیں اور انہوں نے بھگوان جی کی ایک تصویر بھی لاکر میں رکھی تھی تاکہ ان چیزوں کی حفاظت ہو۔ اسی دوران ایک چور انکے پروگرام سے آگاہ تھا۔ جب پنڈتا اور ان کی بیوی اپنا فلیٹ بند کر کے دفتر چلے گئے تو یہ چور گھر کے اندر گھس کر سارے زیورات لے کر باہر آگیا۔ اچانک اسی وقت ان کا کوئی رشتہ دار ان سے ملنے کے لئے آگیا تو اس نے چور کو مشکوک حالت میں دیکھ لیا۔ پھر شور مچنے پر چور کو دبوچ لیا گیا اور اس کو پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ پنڈتا کو یہ اطلاع دی گئی تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سمائے۔ یہ واقعہ 12 اکتوبر 2001ء کا ہے۔ انہوں نے بھگوان جی کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے ان کو ایک بڑے نقصان سے نجات دلادی۔

شری اوتارتکو، بھگوان گوپی ناتھ کے بارے میں بہت ساری جانکاری فراہم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ بھگوان گوپی ناتھ جی نہ صرف ایک اونچے پائے کے سنت

تھے بلکہ وہ وقتاً فوقتاً انسان کو مشورہ بھی دیا کرتے تھے اور ایک بہترین دوست اور رہنما ثابت ہوتے تھے۔ وہ اس زمانے میں خود جینوا میں تھے جب انہوں نے بھگوان جی کو خواب میں دیکھا تھا۔ انہوں نے اس خواب کے بارے میں اپنے ایک یورپی دوست کو آگاہ کیا۔ پاس ہی ایک خاتون ان کی تمام باتیں سُن رہی تھیں۔ خواب میں بھگوان جی نے یہ کہا تھا کہ وہ ضرورت مندوں کی امداد کریں۔ یہ خاتون بھی اسی مشن پر جارہی تھیں۔ لہذا ان دونوں نے مل کر غریب بچوں کی فلاح و بہبود کے لئے سوامی جی کے نام سے ایک انجمن بنائی۔ ایک ہفتے کے اندر ہی اس انجمن کے 10 ممبران بن گئے۔ چنانچہ غریب اور لاچار بچوں کی جانچ کرلی گئی اور فوراً 140 بچوں کو امداد عطا کی گئی۔

بھگوان گوپی ناتھ جی اپنے بھکتوں سے بے حد پیار کرتے تھے۔ اور وہ انکے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال کر ان پر مہربانی کرتے تھے۔شری تکو جب ایک بار جموں آگئے تو وہ اپنے ایک عزیز دوست کی تلاش میں نکلے۔ ان کے پاس اس دوست کا کوئی اتہ پتہ نہیں تھا۔ وہ سیدھے بھگوان جی کے آشرم واقع بوڑھی چلے گئے۔ لیکن شومئی قسمت اس وقت آشرم بند تھا۔ وہ پریشان ہوئے۔ لیکن انہوں نے دل ہی دل میں بھگوان جی کو یاد کیا تو اسی وقت ایک ایسے آدمی سے ان کی ملاقات ہوئی جنہوں نے اس معاملے میں ان کی رہنمائی کی۔

شری ایچ این کول نے بھگوان گوپی ناتھ جی کے بارے میں اپنے ایک سیر حاصل تبصرے میں لکھا ہے کہ وہ اپنی رفیقۂ حیات کے مرہون منت ہیں جو انکے لئے بھگوان جی کی ملاقات کا سبب بن گئی۔ شروع میں انکو اس باکمال سنت کے بارے میں کوئی بھی علم نہیں تھا۔ لیکن این دن ایک عجیب واقعہ درپیش آگیا کہ ان کے بہت ہی لاڈلے بیٹے کی طبیعت اچانک ناساز ہوگئی۔ اسکے زندہ رہنے کی کوئی بھی صورت نہیں رہی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ بیماری سنگین صورت اختیار کرگئی۔ گھر کے تمام افراد پریشان ہوگئے اور آہ وزاری کرنے لگے۔ رات کا وقت تھا سب لوگ بے بس ہوگئے۔

ڈاکٹر کو تلاش کرنے کی ان تھک کوشش کی گئی لیکن بے سود۔ ان حالات میں ان کو یاد آ گیا کہ انہوں نے کسی صندوق میں بھگوان جی سے ملی ہوئی پوتر راکھ سنبھال کر رکھی تھی۔ چناں چہ اس راکھ کا تھوڑا سا حصہ بچے کے منہ میں ڈال دیا گیا۔ کسی کو اس بات پر یقین نہیں ہوگا کہ بچے کی تکلیف فوراً دور ہوگئی اور چند لمحوں میں بچہ اچھلنے کودنے لگا۔ کول صاحب اور ان کے خاندان کے لئے یہ سارا کرشمہ ایک عجوبے سے کم نہیں تھا۔ جس کو وہ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکے۔

ادھر ایک اور واقعہ ان کے یہاں پیش آیا جو قابلِ ذکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک دن خود کول صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ شراب و سگریٹ کے لئے ڈاکٹر نے منع کیا۔ بہت علاج کے بعد بھی ان کی طبیعت میں سدھار نہیں آیا۔ مختلف دواؤں کا استعمال کیا گیا۔ کھانے پینے میں پرہیز کی۔ لیکن افاقہ نہیں ہوسکا۔ اچانک ایک دن ان کی دھرم پتنی نے چار مینار کا ایک ٹکڑا لاکر ان کے ہاتھ میں تھما دیا اور اس کا کش لینے کے لئے اصرار کیا۔ مجبور ہوکر کول صاحب نے اس سگریٹ کے ٹکڑے کا کش لگالیا۔ فوراً ان کی تکلیف دور ہوگئی۔ آخر ان کی بیوی نے یہ راز افشا کیا کہ سگریٹ کا بٹ بھگوان جی کے سگریٹ میں سے بچا ہوا تھا۔ یہ ایک معجزہ نہیں تو اور کیا تھا۔ بھگوان گوپی ناتھ جی اپنی زندگی میں ایسے ایسے معجزے اور کرامات کرتے رہے کہ عقل حیران ہوجاتی ہے۔

ان کے متعدد کشف و کرامات میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ دو بہت ہی قریبی سہیلیاں بی اے کے امتحان میں شامل ہوگئی تھیں اور اب وہ دونوں اپنے اپنے نتیجے کا انتظار کر رہی تھیں۔ دونوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ بی اے میں کامیاب ہونے کے بعد بی ایڈ کے تربیتی کورس میں داخلہ لے کر اپنی تعلیم کو مزید آگے بڑھائیں گی۔ لیکن جب فارم داخل کرنے کا وقت آ گیا تو ان میں سے ایک لڑکی کے دل میں کھوٹ پیدا ہوگیا۔ اس نے اپنی سہیلی کو فارم داخل کرنے کی آخری تاریخ سے آگاہ نہیں کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس لڑکی کو بہت دکھ ہوا کہ اس کی سہیلی نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا۔ اس کا بھائی

بھگوان جی کا سچا بھکت تھا۔ وہ بے بس ہو کر اپنی بہن کے ہمراہ بھگوان جی کے قدموں میں حاضر ہو گیا۔ اور انہیں عاجزی کے ساتھ اپنا ماجرا سنایا۔ بھگوان جی نے ان کو ان الفاظ میں تسلی دے کر ہمت نہ ہارنے کی تلقین کی :

''مت رو۔ تم اُس کی جگہ ضرور لوگی اور وہ تمہاری جگہ پر آجائے گی''۔ کچھ عرصہ بعد جب بی اے کا نتیجہ آگیا تو وہ لڑکی امتحان میں پاس ہوگئی اور اس کی سہیلی جس نے اُس کے ساتھ دھوکا کیا تھا، اس کو کمپارٹمنٹ آگیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بھگوان جی نے اُن کو جو بات کہی تھی وہ سچ نکلی۔

میں ایک زمانے میں بنگلور میں رہائش کرتا تھا۔ تبھی سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا بت نئی دہلی پمپوش آشرم میں نصب کیا گیا۔ اس کی انتظامی کمیٹی نے مجھے بھی دعوت نامہ بھجوادیا تھا۔ دہلی سے یہ تین دن پہلے روانہ کیا گیا تھا۔ جب کہ سکورٹی والوں نے مجھے اسی دن اپنے مکان میں پہنچادیا۔ جوں ہی میں نے یہ دعوت نامہ کھول کر دیا تو اس میں سے وبھوتی کی پوتر راکھ کی خوشبو آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میں حیران ہوگیا اور جلدی سے دوسری منزل میں پہنچ کر اپنی رفیقۂ حیات کو اس بات سے آگاہ کیا۔ اس کا بھی فوری تاثر یہی تھا کہ یہ خوشبو وبھوتی کی ہے۔ اس نے دعوت نامے کو اپنی بہو کو دکھایا تو اُس کو بھی وبھوتی کی خوشبو آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کا فوری تاثر یہ تھا کہ یہ دعوت نامہ ہمارے لئے بھگوان جی کی طرف سے پرشاد سے کم اہم نہیں ہے۔

وبھوتی کی خوشبو کے بارے میں مجھے ایک اور تجربہ اس وقت ہوا جب میں چارٹرڈ بس میں اکثر سوار ہو کر صبح دفتر چلا جاتا تھا۔ اس بس میں ڈرائیور فلمی گیت بھجن اور غزلوں کا ٹیپ بجایا کرتا تھا۔ بھجن میں اکثر شریڈی کے سائیں بابا کی پرارتھنا ہوتی تھی۔ جب بس میں دُھن بجنے لگتی تھی تو مجھے وبھوتی کی خوشبو آتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔

گھر میں میں نے بھگوت گیتا کی کئی جلدیں رکھی ہیں، جن میں میرے سورگیہ پِتا جی کی ایک کپڑے کی جلد میں لپٹی ہوئی بھگوت گیتا بھی تھی۔ عجیب اتفاق ہے کہ

ان میں سے ایک چھوٹی سی بھگوت گیتا ہے، جو گیتا پریس، گھورکھپور، والوں نے شائع کی ہے۔ اس میں سے بھی وبھوتی کی خوشبو آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس وبھوتی کی خوشبو ویسی ہی ہے جیسی میں نے دلی کے آشرم سے آئے ہوئے دعوت نامے سے محسوس کی تھی۔ کیا میں اسکو کرشمہ نہیں کہوں گا؟ میں اس کو اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ بھگوان جی مجھے ہر لمحہ یاد دہانی کراتے ہیں کہ ہمیشہ سچائی اور حقیقت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

شری نیلہ کنٹھ کلہ، شری ہرنام سنگھ پٹھانیا کے نئے پرائیوٹ سکریڑی تھے۔ دونوں بھگوان جی کے بھکت تھے۔ ایک دن شری کلہ بھگوان جی کے دربار میں حاضر ہوئے تھے، تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ آیا اس کا صاحب صحیح سلامت ہے اور کیا وہ جموں جارہا ہے؟ شری کلہ نے بھگوان جی کے جواب میں کہا کہ وہ اچھے ہیں اور سوموار کو جموں جارہے ہیں۔ بھگوان جی نے ان کو پرشاد کے طور پر چینی دے دی اور کہا کہ یہ صاحب کو دورے پر جانے سے پہلے ہی کھلائی جائے۔ بھگوان جی کے اس حکم پر عمل کیا گیا۔ اگلی سوموار کو دفتر کی جیپ میں وہ جموں کے لئے روانہ ہوگئے۔ خود ہی گاڑی چلانے لگے۔ اس گاڑی میں ان کا ڈرائیور اور دو چپراسی بھی تھے۔ جوں ہی وہ ایک نہر کے چھوٹے سے پل پر سے گزر رہے تھے، ان کی جیپ ایک آرمی جیپ کے ساتھ ٹکرا گئی۔ لیکن اس خطرناک حادثے کے باوجود بھگوان جی نے ایسا کرشمہ دکھادیا کہ نہ جیپ کو نقصان پہنچا اور نہ کسی کو کوئی چوٹ آئی۔ فوراً اس جیپ کو آرمی والوں نے سنبھال کر حفاظت سے رکھا اور ان کو دوسری گاڑی میں سوار کر کے واپس سری نگر بھیج دیا۔ سری نگر پہنچتے ہی افسر ہرنام سنگھ بھگوان جی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے اور ان سے آشیرواد لیا۔

ایک خاتون بھکت نے ایک دفعہ بھگوان جی کی تصویر سے متعلق بحث چھیڑی۔ اس نے بھگوان گوپی ناتھ جی کی تصویر سے کہا کہ پربھو آپ میرے سامنے کیوں نہیں آرہے ہیں؟ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ سونے لگی تو اس نے خواب میں

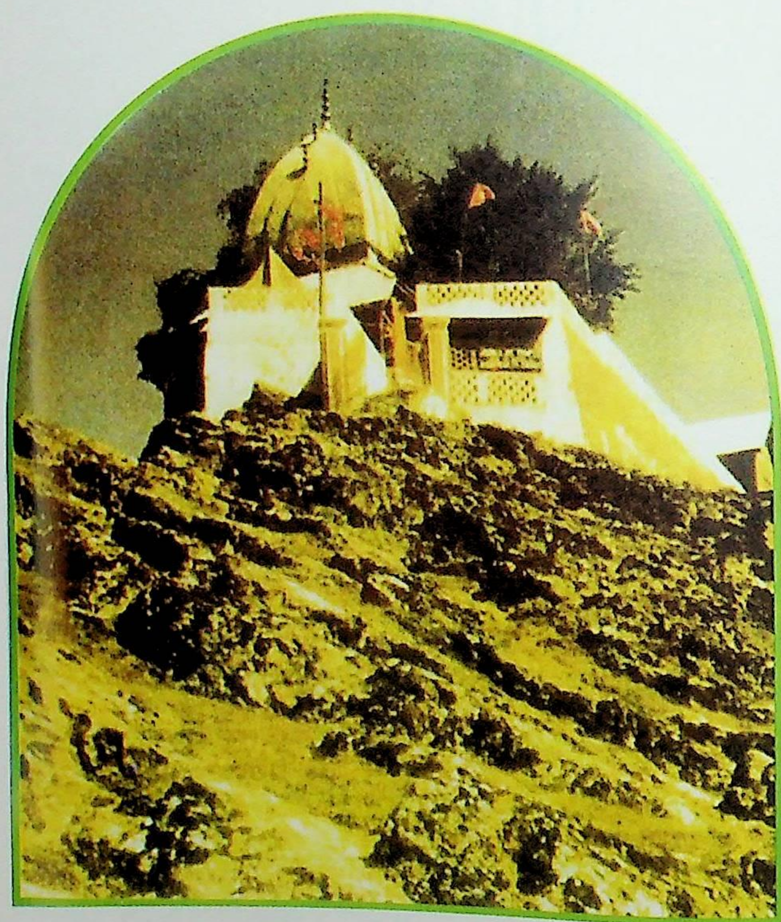
بھگوان جی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ اس نے اسی خواب میں ایک چائے کی پیالی بنائی اور نہایت احترام کے ساتھ بھگوان جی کو بٹھایا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ بھگوان جی نے اس خاتون سے چائے کے بدلے تہر (پیلے چاول) پکانے کے لئے کہا۔ اس خاتون نے بھگوان جی سے کہا کہ اس کے پاس کلیجی نہیں ہے۔ وہ بغیر کلیجی کیسے تہر بنائے گی۔ بھگوان جی نے یہ حکم دیا کہ کلیجی کے بدلے نیوٹری پکائی جائے۔ چند ہی لمحوں کے بعد جب وہ نیند سے بیدار ہوگئی تو اس نے دیکھا کہ اس کا سُسر خود بہ خود بازار سے نیوٹری کا پیکٹ خرید کر کے لایا تھا۔ جب کہ عام طور پر گھر کا سارا سامان ان کا لڑکا لاتا تھا۔ لیکن بھگوان جی کی مرضی تھی کہ آج وہ لوگ تہر اور نیوٹری تیار کریں۔ اس کے بعد وہ پرشاد لے کر آشرم روانہ ہوگئے۔ اس طرح سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بھگوان جی ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ کشمیر کے ایک معروف صوفی شاعر ماسٹر زندہ کول بھی اکثر گوپی ناتھ جی کی رہائش گاہ پر جاتے تھے۔ انہوں نے اپنی ایک نظم میں ایک بار کہا تھا:

"اوند پوکھ تتہِ چھُ آسان بوڈ بور سور داسا بوزان چھ مائی لولک ترانہ ویسے"

یعنی وہ سورداس جیسے سنتوں اور شاعروں کے قریب ہوتے ہیں اور پیار و محبت کے نغمے سننے میں مست ہوتے ہیں۔

بھولا ناتھ ہنڈو کی بیٹی پر بھاوتی ہنڈو کو بھگوان جی نے اپنی بیٹی تسلیم کیا تھا۔ بھگوان جی کے مہانروان کے بعد وہ صبح سویرے ان کے گھر جا کر بھگوان جی کا آسن روز صاف کرتی تھی اور اس نے سال بھر کی تمام رسومات جیسے پچھ وار، ماسوار، شڈموس انجام دینے میں ہاتھ بٹایا۔ ایک دن وہ علی الصباح بھگوان جی کی رہائش پر حسبِ معمول چلی گئی۔ انہوں نے دستک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اس نے یہی تصور کیا کہ گھر کے تمام افراد ابھی سوئے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ واپس آنے لگی تو اچانک دروازہ کھلنے کی آواز آ گئی۔ یہ دیکھ کر وہ حیران ہوگئی کہ جس آدمی نے دروازہ

کھولا خود بھگوان جی ہی تھے۔ چند ہی لمحوں کے بعد وہ وہاں سے اوجھل ہو گئے۔ اس طرح سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بھگوان جی اپنے بھکتوں سے بے پناہ پیار کرتے ہیں۔ وہ ان کی حرکات سے آگاہ اور ان کو قدم قدم پر امداد کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔



کھریو میں واقع دیوی جوالا جی کا مندر جہاں لارڈ گوپی ناتھ جی نے پوجا ارچنا کی

گیارھواں باب

بھگوان شناسی

بھگوان گوپی ناتھ جی ان ہی لوگوں کو عزیز رکھتے تھے جو سچائی کے راستے پر گامزن ہوتے تھے اور جو ہمیشہ ان کے نام کی آرادھنا سچے دل سے کرتے تھے۔ ایک بار مینجنگ کمیٹی درگا مندر، کھریار کے ممبران ان کی رہائش گاہ پر ان کا آشیرواد حاصل کرنے کے لئے آئے تھے۔ بھگوان جی نے ان کو ایک روپیہ بلڈنگ فنڈ کے طور پر دے دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس فنڈ میں اضافہ ہونے لگا۔ عقیدت مندوں نے کھلے دل سے چندہ دیا اور پھر اسی فنڈ سے ایک آشرم تعمیر کیا گیا۔ 1968ء میں بھگوان جی کے نروان کے بعد ان کے بھکتوں نے اس مشن کو جاری رکھا۔ درگا مندر کی مینجنگ کمیٹی نے ٹرسٹ کو ایک بلڈنگ تعمیر کرنے کی اجازت دے دی جو وتسا کے ساتھ والے مندر میں واقع ہے۔ چنانچہ 1969ء میں ایک وسیع ہال تعمیر کیا گیا، جس میں تب سے ہی آرتی اتارنے کا سلسلہ شروع ہوا اور ساتھ ہی ساتھ پوجا ارچنا

بھی ہونے لگی۔ 1973ء میں اس ہال میں بھگوان جی کا سنگ مرمر کا ایک خوب صورت مجسمہ نصب کیا گیا۔ اس طرح سے آشرم میں بھکت آنے لگے۔ اس آشرم میں بھکتوں کے علاوہ دور دور سے سادھوسنت درویش اور گیانی تپسیا کے لئے آنے لگے۔ یہ آشرم اتنا خوب صورت اور باعثِ کشش ہے کہ ریاست سے باہر سے بھی بڑے بڑے سنت وہاں آنے لگے، جن میں سوامی رنگا ناتھا نندا اور کولا پور آشرم کے مہاراج گگن گد جی کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ مہاراج گگن گد جی یہاں دوبار آئے۔ جب وہ 1980ء اور 1988ء میں سوامی امرناتھ کی یاترا پر گئے تھے۔ انہوں نے بھگوان جی کے بھکتوں کے ساتھ بڑے ذوق وشوق سے یہاں پوجا ارچنا کی۔

1990ء کے المناک حالات میں جب کشمیری پنڈتوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر ملک کے دوسرے حصوں میں پناہ لینی پڑی، تو بھگوان جی کے بھکت بھی جموں اور دلّی کے علاوہ دنیا کے دوسرے ممالک میں بکھر گئے۔ اس طرح سے سری نگر کے آشرم میں لوگوں کی آمد ورفت کم ہونے لگی۔ جموں میں جن بھکتوں نے ڈیرا جمالیا۔ انہوں نے بھگوان جی سے یہ پرارتھنا کی تھی کہ ان کو اس بڑی آفت سے نجات دلائی جائے تاکہ ان کی عزت پر کوئی آنچ نہ آجائے۔ بھگوان جی کا نام جو سچے دل سے لیتا ہے وہ ان کی ضرور مدد کرتے ہیں اور ان کو عزیز رکھتے ہیں۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں بھی جموں میں بھگوان جی کا ہر ایک بھکت اپنے اپنے طریقے سے بھجن کرنے لگا۔ اس کے بعد انہوں نے بوڑی تالاب تلو میں زمین کا ایک قطع خرید لیا۔ اس پر ایک شڈ بنادیا اور اسی میں لوگ بھگوان جی کی آرادھنا کرنے لگے۔ یہ بھگوان جی سے عقیدت کا جذبہ ہی ہے کہ لوگوں نے آشرم بنانے کے لئے کھلے دل سے چندہ دیا۔ دسمبر 1992ء میں اس آشرم کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں دومنزلہ ایل شکل کی ایک بلڈنگ تیار کی گئی جس میں ایک پرارتھنا سبھا، یگیہ کے لئے ایک بہت بڑا ہال، آفس، لائبریری، ایک کچن اور غسل خانے بنالئے گئے۔ تھوڑی سی جگہ لان کے لئے بھی بچ گئی، اس میں طرح طرح کے پھول لگائے گئے۔ دسمبر 1993ء میں بھگوان جی کی سنگِ مرمر کی بنی ہوئی مورتی اس میں نصب کی گئی۔

آشرم بنانے کے وقت گگن گد سوامی جی مہاراج، جو ماتا ویشنو دیوی جی کی یاترا پر تھے، بھی تشریف لائے تھے انہوں نے بھی اس پراجکٹ کی تکمیل کے لئے اپنا آشیرواد دیا۔ جس دن بھگوان گوپی ناتھ جی مہاراج کی مورتی آشرم میں نصب کی گئی ہزاروں کی تعداد میں انکے بھکت اس دن پوجا ارچنا کرنے آئے تھے اور سارا آشرم ''اوم نمو بھگوتے گوپی ناتھائے'' کی آواز سے گونج اٹھا۔ اب یہ حال ہے کہ یہ آشرم جموں واسیوں کے لئے ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ بھگوان جی کے بھکت یہاں پرشاد کے طور پر تہر (پیلے چاول) حلوہ اور پھل لے جاتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں بھکتوں میں تقسیم کی جاتی ہیں۔ بھگوان جی کا جنم دن اور نروان دن ہر سال بڑے ذوق وشوق کے ساتھ پروگرام کے مطابق منایا جاتا ہے۔ ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام بہت سارے اعلیٰ پایہ کے سیمنار اور روحانی اور سماجی مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ ان مجالس میں بھگوان جی کو یاد کیا جاتا ہے۔ اور ان کا پیغام بھی عام لوگوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ سوامی گگن گد جی کی بھگوان گوپی ناتھ جی کے ساتھ کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ لیکن یہ دونوں سنت روحانی طور پر ضرور مل چکے ہوں گے۔ گگن گد جی جب جموں کے آشرم میں تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا کہ دلی میں بھی ایسا ہی آشرم تعمیر کیا جانا چاہیے۔ دلّی میں جو لوگ پانچویں دہے سے اقامت پذیر تھے وہ بھی یہ محسوس کرتے تھے کہ دلّی میں ایک مرکزی جگہ پر ایک آشرم کی ضرورت ہے، جہاں بھگوان جی کو یاد کرنے کے لئے بھکت آجایا کریں۔ چنانچہ پمپوش کالونی میں زیادہ تعداد میں کشمیریوں کے رہائش کرنے کے سبب زمین کا ایک چھوٹا سا حصہ آشرم کے لئے مخصوص کیا گیا۔ پہلے پہل تو ایک منزلہ مکان تعمیر کیا گیا۔ جس میں بھگوان گوپی ناتھ جی کی قدِ آدم تصویر رکھی گئی۔ اور ساتھ میں نہایت ہی احترام کے ساتھ ان کی کھڑاؤں بھی بھکتوں کے درشن کے لئے رکھی گئی یہ آشرم 1994ء سے کام کرنے لگا اور جلد ہی اس کی دوسری منزل بھی تعمیر کی گئی۔ 1999ء میں بھگوان جی کا سنگ مرمر کا بنا ہوا ایک خوب صورت مجسمہ بھی اس میں نصب کیا گیا۔ آشرم میں روزانہ آرتی اُتارنے کا پروگرام عمل میں لایا گیا۔ مہینے میں ایک بار یگیہ بھجن اور کیرتن بھی آشرم کے پروگراموں میں ہونے

لگا۔ بھگوان جی کا جنم دن اور نروان دن دونوں اس آشرم میں نہایت ہی جوش وخروش سے منائے جانے لگے۔ بہت سارے بھکت صبح و شام اس جگہ آکر سادھنا کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ دلی میں بھی لوگ اب جاننے لگے کہ بھگوان گوپی ناتھ جی مہاراج کون تھے اور ان کا پیغام کیا تھا۔ جو بھی اب آشرم سے گزرتا ہے نہایت ہی عقیدت سے اس کا سر جھک جاتا ہے۔ دلی کی دور دور جگہوں پر بھی ان کے بھکت موجود ہیں۔ اور آشرم میں روزانہ آنا ان کا معمول بن گیا ہے۔

بھگوان جی کے آشرم کے پروگراموں میں نہ صرف پوجا ارچنا کرنا، بھجن کیرتن کرنا اور یگیہ رچانا ہی ہے، بلکہ غریبوں اور لاچاروں کی مدد کرنا، غریب بچوں کی پڑھائی اور صحت کی طرف خصوصی دھیان دینا، لوگوں کے دکھ درد دُور کرنا آشرم کا روز مرہ کا کام ہے۔ ان کاموں کی تکمیل کے لئے آشرم کے منتظمین نے بھگوان گوپی ناتھ جی کے نام پر ایک ٹرسٹ بنایا ہے۔ اس ٹرسٹ نے بھگوان جی کا 100 واں جنم دن پورا ہونے پر 99-1998ء میں دلّی کے اُتم نگر میں روحانی تعلیم کے پھیلاؤ کے لئے جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں لایا۔ وہاں پر بھی بے شمار بھکت آتے ہیں اور نہایت ہی عقیدت سے بھجن کیرتن اور یگیہ رچانے میں مصروف رہتے ہیں۔ فاؤنڈیشن کا خاص کام بھگوان جی کے اصولوں اور آدرشوں کو دور دور تک پہونچانا ہے۔ بھگوان جی کے نام پر ایک سہ ماہی جرنل بھی نکلتا ہے، جس کا نام ''پرکاش بھگوان گوپی ناتھ'' ہے۔

اس میں بھگوان جی کے پیغام مذہبی اور رروحانی مضامین، اور بھگوان جی کی سیرت اور ان کے عقائد پر بھی مقالات شایع ہوتے رہتے ہیں۔ یہ جرنل نہ صرف ملک میں بلکہ بیرون ملک میں بھی لوگ بڑے ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں۔ یہ مقالات انٹرنیٹ پر بھی دست یاب ہوتے ہیں۔

ہر ایک بھکت نے گھر میں بھگوان جی کا مندر بنایا ہوا ہے۔ بھگوان جی کے بھکت کسی بھی مندر یا کمیٹی ہال یا نجی مکانوں یا کرایہ کے مکانوں میں جمع ہوکر بھجن

کیرتن کرتے ہیں اور ان کی آرتی اُتارتے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ وہ ''اوم نمو بھگوتے گوپی ناتھائے'' کا منتر بھی عقیدت سے پڑھتے ہیں اور بھگوان جی کے فوٹو کے سامنے پوجاپاٹھ ہوتے ہیں۔ پھر پرشاد بانٹ دیا جاتا ہے۔ ان پروگراموں کی تفصیل وقتاً فوقتاً بھکت مختلف اخبارات اور جرنلوں میں بھی شائع کرتے رہتے ہیں۔ بندوق کے سایہ میں رہنے والے سری نگر کے سنٹور ہوٹل میں کشمیری پنڈت ملازمین بھی معمول کے مطابق بھگوان جی کی آرادھنا کرتے ہیں۔

بنگلور کی ایچ ایم ٹی کالونی میں بڑی تعداد میں بھگوان جی کے بھکت رہتے ہیں۔ وہ بھی وہاں ہنومان مندر کے ساتھ والے ہال میں جمع ہوکر بھجن یا کیرتن اور یگیہ بڑے جوش وخروش سے رچاتے ہیں۔ کشمیر کے المناک حالات کے دوران بھگوان جی کے بھکت بھارت کے کونے کونے میں رہائش اختیار کرنے لگے۔ لہہ، راجوری، کلکتہ، گوہاٹی، بھوپال، جینوا، سوئٹزلینڈ وغیرہ میں بھکت ان کی پوجا ارچنا کرتے ہیں۔ ناگپور، بھوپال، وارانسی، نوئیڈا، وسنت کنج، نجف گڈھ میں بھی بڑے پیمانے پر پروگرام ہوتے رہتے ہیں۔

مسٹر سمفنڈ ارفر 1978ء میں پہلی مرتبہ بھگوان گوپی ناتھ جی سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ وہ ان کی تعلیمات اور عقائد وافکار سے اتنے متاثر ہوئے کہ اُنہوں نے اپنے دوستوں کے ساتھ گلاڈسٹن بیل میں ایک بڑا مرکز قائم کیا۔ بھگوان جی کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے کرسچن مذہب کے بھی موٹے موٹے اصول وعقائد پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایک مشترکہ عبادت گاہ بنائی ہے۔ وہ اپنے روحانی گرو عیسیٰ مسیح کی طرح بھگوان گوپی ناتھ جی کو اپنا گائیڈ ماننے لگے۔ جس نے مذہب، قومیت، دین و دھرم کے تمام بندھن توڑدیے ہیں اور خالص انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے کام کیا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ دنیا کے تمام روحانی گرو ایک ہیں اور تمام بھکت ان کے ارد گرد گھومتے ہیں۔ آج بھی ہزاروں عقیدت مند اس مرکز پر آجاتے ہیں۔ انہوں نے اپنا یہ نصب العین بنایا ہے کہ وہ اسی جگہ سادھوؤں کے رہنے کی جگہ

بنائیں گے۔ اس طرح سے ہیگی گیا کے نام سے انہوں نے ایک سنستھا بھی قائم کی ہے۔ وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اس سرزمین کو جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی کے منتروں سے پاک بنائیں گے۔ آسٹریلیا کے بھکت بھی بھگوان جی کا جنم دن اور ان کے باقی دن اسی جوش وخروش سے مناتے ہیں جو جوش وخروش باقی جگہوں کے بھکتوں میں پایا جاتا ہے۔

بھگوان جی کے نام پر بہت سارے پروگراموں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لوگ کھلے دل سے مالی امداد بھی کرتے ہیں اور جگت گرو کا پیغام پھیلانے کے لئے اپنے آپ کو وقف رکھتے ہیں۔ ضرورت مندوں کی امداد بھی کرتے ہیں۔ اور عوام اس کے لئے کھلے دل سے چندہ بھی دیتے ہیں۔ یہ صرف بھگوان جی کی مہربانی ہے اور انکے آشیرواد کا ہی اعجاز ہے کہ ان کے بھکت یہ کام خوشی خوشی انجام دیتے ہیں۔

1997-98 ء میں جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی کا صد سالہ جنم دن نہ صرف سارے ہندوستان میں بلکہ سمندر پار بھی بڑی عقیدت سے منایا گیا۔ پروگرام گلاڈسٹن بل آسٹریلیا میں، جینوا، سوئٹزرلینڈ، لندن اور مانچسٹر (یو کے) میں اور نیوجرسی (یو ایس اے)، بھارت میں گوا، برودہ، بھٹھنڈا، کلکتہ، پونے، ناگپور، راجوری، گوہاٹی، بھوپال، وارانسی، اجمیر اور کئی جگہوں پر نہایت ہی عقیدت سے منایا گیا۔ دلی میں پمپوش انکلیو، نجف گڈھ، وسنت کنج اور غازی آباد میں بھی منایا گیا۔ جموں کے آشرم میں بھی اس موقع پر بہت سارے پروگراموں کا انعقاد کیا گیا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مرکزی سرکار نے بھگوان جی کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر تین روپے کا ایک ڈاک ٹکٹ بھی جاری کیا۔ ان تمام چیزوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ بھگوان جی کا ہی کرشمہ ہے کہ مرکزی سرکار نے بھی اس موقع پر ایک بڑے اعزاز کو نہ صرف عملی جامہ پہنایا بلکہ ٹکٹ جاری کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ جب کہ بھگوان جی کبھی بھی اپنے وطن کشمیر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ بلکہ ان کے عقیدے، ان کے افکار اور ان کے نظریات سے لوگ اس کو جاننے لگے اور نہایت ہی عقیدت سے ان کا نام لینے لگے۔ یہ ڈاک ٹکٹ

مرکزی وزیر برائے انفارمیشن اور براڈ کاسٹنگ مسز سُشما سوراج نے اپنے ہاتھوں سے جاری کیا۔ اس ٹکٹ کا ڈیزائن کشمیر کے معروف آرٹسٹ شری پی این کاچرو نے بنایا۔ جس میں انہوں نے وتستا کے کنارے پر بھگوان جی کے آشرم کی عکاسی کی ہے۔ یہ ٹکٹ نہ صرف بھگوان جی کو ہی عقیدت کا نذرانہ پیش کر رہی ہے بلکہ ساری کائنات کے ریشی منیوں ، سنتوں اور سادھوؤں کو بھی خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے اور ان کا اعزاز کرتی ہے۔ افسوس کہ کشمیر میں دہشت گردی کی وجہ سے وادی سے نکلے ہوئے لوگ اس صد سالہ تقریب کو بھگوان جی کی جنم بھومی کشمیر میں نہیں منا سکے۔ یہ شاندار تقریب انہوں نے کشمیر سے باہر منائی۔ شریمتی سشما سوراج نے پورے پنڈت سماج کو اس تقریب پر مبارک باد پیش کی اور کہا کہ اس سماج نے ناگفتہ بہ حالات میں بھی بھگوان جی کی تقریب کا انعقاد کیا اور کئی سبق آموز پروگرام پیش کیے۔ انہوں نے اس موقع پر کشمیر کے سادھوؤں، سنتوں اور فقیروں کی روحانی تعلیمات اور ان کے افکار و نظریات کو سراہا۔ انہوں نے کہا کہ یہ اصول اور نظریات ساری کائنات کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

26 جولائی 1997ء میں گوندا مندر نیویارک ایونیو، (نیوجرسی) میں بھی بھگوان جی کی صد سالہ تقریب نہایت ہی عقیدت و احترام سے منائی گئی۔ ہندوستان اور امریکہ کی بڑی قابلِ قدر شخصیتوں نے اس تقریب میں حصہ لیا۔ اس موقع پر مختلف معزز اشخاص نے بھگوان جی کی تعلیمات پر پُر مغز تقاریر کیں۔ بھجن، کیرتن کیے گئے۔ نیوجرسی میں بھی اس دن بھگوان جی کی یاد میں یگیہ کیا گیا اور تقاریر کا پروگرام بھی منعقد کیا گیا۔ جس میں بڑی بڑی معزز شخصیات نے تقریریں کیں اور جگت گرو کی تعلیمات اور ان کے اصولوں اور نظریات کے بارے میں لوگوں کو روشناس کیا۔ جگت گرو کی تعلیمات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے بھی جگہ جگہ جامع پروگرام کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ مقالات پڑھے جاتے ہیں۔ غریب اور لاچار لوگوں کے لئے بڑے اچھے اور فائدہ مند پروگرام ترتیب دیے جاتے ہیں۔ خون کے عطیے کا کیمپ بھی لگایا جاتا ہے، جس میں لاکھوں بھگت حصہ لیا کرتے ہیں۔ بھجن، کیرتن،

ست سنگ، یگیہ کے علاوہ خون کے عطیات کےکیمپ بھی لگائے جاتے ہیں۔ اور ضرورت مندوں کی ضروریات پوری کی جاتی ہیں۔ یہ سارا کام اور پروگرام بھگوان جی کی ہی مہربانی اور ان کے کرم سے ہی ہوتے ہیں، جس میں عوام کو پیار محبت، اخوت اور بھائی چارے کا پیغام بھی دیا جاتا ہے۔ بھکتی مارگ کے لکھنے والوں نے بھی بھگوان گوپی ناتھ جی کی سیرت اور ان کی تعلیمات کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ مقالات پترکا، پرکاش بھگوان گوپی ناتھ کا شرسماچار اور دوسرے کئی جرائد اور اخبارات میں لکھے جاتے ہیں۔ بعض شاعروں اور کویوں نے اشلوک قلم بند کیے ہیں۔ لیلا ادب میں بھی روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اور بھگوان جی کے عقائد وافکار کی روشنی میں بھجن بھی لکھے گئے ہیں۔ پروفیسر مکھن لال کُکلو ،ڈاکٹر بدری ناتھ کلا اور چمن لال رازدان جیسے بھکتوں نے سنسکرت میں بھگوان جی کو نذرانۂ عقیدت پیش کیا اور بے شمار اشلوک لکھے۔ ہنومان چالیسا کی طرح بھگوان جی کا بھی بھگوان چالیسا منصۂ شہود پر آیا۔ یہ قلم کار اور کوی ہندی، انگریزی، کشمیری اور سنسکرت میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ موتی لال ناز، پرتھوی ناتھ کول سائل، امرناتھ در اور روشن جیسے شاعروں نے بھی بے شمار گیت تخلیق کیے۔ جنکی موسیقی ترتیب دے کر زیادہ سے زیادہ عوام تک پہنچایا گیا۔ بعض معروف گلوکاروں نے کیسٹ بنائے اور اپنے اپنے طریقے سے بھگوان جی کو عقیدت کا نذرانہ پیش کیا۔ چوں کہ بھگوان جی خود موسیقی کے دلدادہ تھے۔ لہذا تمام موقعوں پر ان کے آشرم میں محفلِ موسیقی کا پروگرام پیش کیا جاتا ہے۔

یہ تمام پروگرام بھگوان جی کے آشیرواد سے ہی عمل میں لائے جاتے ہیں۔ شریمد بھگوت گیتا میں ایک اشلوک درج ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ:

"ان کے سامنے پیش ہونے سے روشنی حاصل ہوسکتی ہے۔ لہذا ان سے نمرتا سے پوچھ لو اور ان کی خدمت کرنے میں جٹ جاؤ۔ اُنکی بات سمجھو۔ اسی سے تم کو گیان مل سکتا ہے۔ کیوں کہ انہوں نے خود سچائی کا راستہ اختیار کیا ہے"۔

وہ کتنا دیالو اور مہربان ہے۔ وہ ہمیں انکار بھی نہیں کرتا ہے۔ بلکہ ہمیں سچائی

کا راستہ اختیار کرنے کا مکمل درس دیتا ہے۔ سوامی شردھا نندن کا قول ہے کہ جس نے بھگوان کو دیکھا، وہ سماج کی روح ہوتا ہے۔ بھگوان جی بھی ایسے ہی منش تھے۔ وہ ہر ایک مذہب کی قدر کیا کرتے تھے۔ ان کے مطابق دھرم وہی ہے جو خود غرضی، مکر و فریب اور جھوٹے پن سے کسی انسان کو نجات دلائے۔ تلسی داس جو ایک بھکت کوی تھے۔ رام چرتر مانس ان کا ایک کارنامہ ہے۔ انہوں نے رام چندر جی کے بارے میں کہا ہے کہ ان کا نام لینے سے ہی انسان میں طاقت اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ اسی نام نے وانر سینا کو سمندر پار کرنے کی طاقت عطا کی۔ جو بھی پتھر وہ سمندر میں ڈالتے تھے وہ ڈوبنے کے بجائے پانی میں تیرنے لگتا تھا اور خود بہ خود راستہ بنا لیتا تھا۔ جب کہ جو بھی پتھر خود رام چندر جی نے سمندر میں ڈال دیا وہ ڈوب گیا۔ کیوں کہ انہوں نے اپنا نام نہیں پکارا۔ وانر سینا نے ہنومان جی کی اجازت سے سمندر میں لنکا تک سِتھو یعنی پُل بنایا اور سمندر پار کر کے راون کو نہ صرف للکارا بلکہ اس کا نام ونشان مٹا دیا۔

ایک اور برہمن کی کہانی سے انسان کو کتنا اچھا سبق ملتا ہے۔ وہ ایک جھوپڑی میں رہائش کرتا تھا۔ ایک عورت دریا کے پار سے اس کے لئے ہر روز دودھ لایا کرتی تھی۔ کبھی کبھی وہ دیر سے پہنچ پاتی تھی۔ برہمن علی الصباح سندھیا کر کے تپسیا میں مصروف رہتا تھا۔ وہ کبھی کبھی اس عورت پر ناراض ہوجاتا تھا تو اِس عورت نے برہمن سے کہا کہ کبھی وقت پر مجھے کشتی نہیں ملتی ہے۔ میں کیسے بنا کشتی دریا پار کر کے دودھ پہنچا سکوں گی۔ برہمن نے جھٹ اس سے کہا۔ ''آپ کشتی کا کیوں انتظار کرتی ہو۔ آپ 'رام' کا نام لے لو اور دریا پار کرتی جاؤ۔ رام کا نام لینے سے اس دنیا کا ساگر بھی پار کیا جاتا ہے''۔ اس دن کے بعد وہ کبھی بھی دیر سے نہیں پہنچی۔ اور رام کا نام لے کر بغیر کشتی کے دریا پار کرتی گئی۔ برہمن نے دوبارہ اس سے پوچھا کہ اب اس کو دودھ لانے میں دیر کیوں نہیں ہوتی؟ اس نے برہمن کو جواب دیا کہ وہ اب کشتی میں دودھ نہیں لاتی بلکہ رام کا نام لے کر دریا پار کرتی ہے۔ برہمن کو تعجب ہوا۔ وہ خود تجربہ کرنے کے لئے دریا کے کنارے پر پہنچ گیا۔ وہ رام کا نام لے کر دریا پار کرنے لگا

لیکن وہ ڈوبنے لگا، اس کو حیرت ہوئی کہ وہ دریا پار کرنے میں کامیاب کیوں نہیں ہورہا ہے۔ اسی وقت ایک غیبی آواز آئی کہ برہمن رام کا نام لیتا ہے لیکن وشواس نہیں رکھتا ہے۔ جب کہ عورت اپنے پورے بھروسے اور سچائی کے ساتھ پربھو رام کا نام لیتی ہے اور دریا پار کرتی ہے۔

ان دو مثالوں سے ہمیں معلوم ہوتا گیا کہ خالی بھگوان گوپی ناتھ جی کا نام لینے سے کچھ نہیں ملتا۔ جب تک کہ ہم اپنے پورے بھروسے کے ساتھ سچائی اور خود اعتمادی کا راستہ نہ اپنائیں۔ تبھی ہمیں کام یابی ملے گی۔ اگرچہ وہ خود ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن وہ ہمیشہ ہماری رہنمائی کرتے رہیں گے اور سچائی اور حقیقت کا راستہ دکھاتے رہیں گے۔



یہ تاریخی منظر ہے، بھگوان گوپی ناتھ جی کے حبہ کدل چوندہ پورہ میں ملاّ صاحب کے مکان میں قیام
کے دوران کے ''آخری آسن'' کا

بارہواں باب

بھگوان جی کا پیغام عام کرنے کی تدابیر

جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی کی مجذوبانہ زندگی اور ان کے کشف وکرامات کی فہرست بہت لمبی ہے۔ اس فہرست کو ان ابواب میں سمیٹنا بہت ہی مشکل ہے۔ ان کے بعض کارنامے ابھی تک گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جن کو منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بھگوان جی کی زندگی بے حد مثالی تھی۔ ان کے ایک ایک لفظ میں معنی و مفاہیم کی کئی جہتیں پوشیدہ ہیں۔ انکے پیغام کو سمجھنا مشکل مرحلہ نہیں، بلکہ اس پیغام کو سمجھنے کے لئے یکسوئی کی ضرورت ہے۔ ان کے بتائے ہوئے اصول اور آدرش پیارے ہیں، جن سے راہ اور روشنی ملتی ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان اصولوں اور آدرشوں پر ہم کیسے کار بند رہیں گے۔ اس کے لئے ہمیں سچائی اور حقیقت کا دامن پکڑنا ہوگا۔ تب ہی ہمیں اپنے سوالات کا جواب مل سکتا ہے۔ ہمیں بھگوان جی کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہوگا اور اس پر عمل کرنا ہوگا۔ ہمیں ان کے پیغام کو دُنیا کے کونے کونے میں پھیلا کر فلاح و بہبود کے لئے کام کرنا ہوگا۔ یہ تب ہی ممکن ہوسکتا ہے جب ہم ان کے آدرشوں کی تہہ تک جائیں گے۔ ہمیں نہ صرف اپنے شاگردوں کو ان اصولوں پر چلنے کا درس دینا ہے بلکہ خود بھی ان اصولوں کے ساتھ رشتہ جوڑ کر منزل کی جانب قدم بڑھانا ہے۔ اور یہ منزل حاصل

کرنے کے لئے شعور کا بڑا دخل ہے۔

جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی فرماتے ہیں کہ شعور ایک ایسا آلہ ہے جو خیالات کو مؤثر طریقے سے بیان کرنے اور وسیع مشاہدے کو تجربات کی سان پر چڑھا کر دوسروں تک پہنچانے کا کام انجام دیتا ہے۔ یہ شعور ہی ہے جو محبت، خلوص اخوت اور بھائی چارے سے رہنے کا ادراک فراہم کرتا ہے۔ ہمیں انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے زندہ رہنا ہے تاکہ غریبی، لاچاری، اور مفلسی کا نام ونشان مٹ جائے اور خوشی، شانتی، اطمینان اور امن کا دور دورہ ہو۔ بغض، نفرت، کدورت، اور بددیانتی کا قلع قمع ہو اور پیار و محبت کی چاروں طرف فضا گونج اٹھے۔ اس طرح سے ہم دنیا کی چوٹی پر پہنچ سکتے ہیں۔ بھگوان جی کے آشیرواد سے بے شمار لوگوں نے یہ منزلیں طے کرلی ہیں۔ ان کی حیات میں لوگ اُن کے پاس جوق در جوق آیا کرتے تھے۔ وہ گھنٹوں بھگوان جی کے قدموں میں بیٹھا کرتے تھے اور شانتی اور سکون پاتے تھے۔ بھگوان جی کسی کو بھی سامنے آنے سے نہیں روکتے تھے اور اپنی تپسیا میں مصروف رہتے تھے۔

بھگوان گوپی ناتھ جی ہر وقت اپنے ہی اندر کھوئے رہتے تھے۔ انہوں نے دنیا کو تیاگ دیا تھا۔ چلم کا کش لینے سے وہ تسکین پاتے تھے۔ وہ اپنے بھکتوں سے محبت کرتے تھے اور ان کی مشکلات کا ازالہ کرنے کی ہر دم کوشش کرتے تھے۔ جب ان کے بھکت ان کے سامنے بھجن کیرتن کرتے تھے تو انہیں دماغی اور روحانی سکون ملتا تھا۔ وہ مست ہوجاتے تھے اور اپنے بھکتوں کو بھی مست رکھتے تھے۔ ان کے بھگت یہ من پسندا شلوک ''اوم نمو بھگوتے گوپی ناتھائے'' لحن داؤدی میں گایا کرتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کے دل و دماغ سے بھی ریڈیو اور ٹی وی کی طرح لہریں اٹھتی ہیں۔ یہ لہریں ایسی ہوتی ہیں کہ جب بھی انسان چاہتا ہے تو وہ بھگوان جی کے خیالوں میں ڈوب جاتا ہے۔ ہمارے اندر ہمارا شعور ایک ریڈیو سیٹ کی طرح ہوتا ہے۔ جو لہروں کے ذریعے سے آواز پکڑتا ہے اور سادھنا سے اس آواز کو اپنے اندر جذب کرکے کائنات کے ذرے ذرے میں رنگ بھرتا ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے تو

غلط نہ ہوگا کہ سادھنا میں بیٹھنے سے لوگ خود بخود بھگوان جی کے دربار میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور اپنی تمام مشکلات انکے سامنے بیان کر کے ان کا حل تلاش کرنے لگتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح سے ایک سادھو بندرابن میں رادھا اور کرشن کی پوجا کرتے ہیں۔ سیٹون جے روسن نے ایک جگہ لکھا ہے کہ چتینہ مہاپربھو کا پیار آتش فشاں تھا۔ جس سے روحانی لاوا ابلتا ہے۔ یعنی ان کا مطلب یہ ہے کہ پیار کبھی بھی پوشیدہ نہیں رہتا ہے۔ ایسا ہی پیار جیسا رادھا اور کرشن کا تھا۔ بھگوان گوپی ناتھ جی بھی اس چیز کے قائل تھے۔ وہ اس انسان کے بارے میں سب کچھ جانتے تھے جو ان کے سامنے آجاتا تھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس کے دماغ میں کون سی بات ہے اور وہ کن مراحل سے گزر رہا ہے۔ کیوں کہ وہ ایک اعلیٰ پایۂ کے سنت تھے۔ وہ کبھی کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے تھے۔ وہ ایک انسان کی بھاؤنا، اس کے خیالات اور اس کے مدعا اور مقصد سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود جب ایک انسان پوری شردھا کے ساتھ ان کے پاس آتا تھا تو بھگوان جی بہت خوش ہوجاتے تھے۔ وہ براہِ راست ان سے گفتگو کرتے تھے اور ان کے سوالات کے جوابات بھی دیتے تھے۔

'ست' 'چت' 'آنند' یہ تین چیزیں ہیں جو ایک سادھو کے لئے نہایت ہی ضروری ہیں۔ ست یعنی شعور کا گہرا ادراک، چت یعنی باطنی مسرت اور آنند یعنی لطیف جذبات۔ یہ تینوں چیزیں ایک سادھو میں سمائے ہوئے ہوتے ہیں اور سادھو بھی بذات خود ان چیزوں میں سمایا ہوا ہوتا ہے۔ اس طرح سے مدغم ہونا اور جذبات کو قابو میں رکھنا ہی یوگ سادھنا ہے۔ بھگوان گوپی ناتھ جی یوگ سادھنا کے قائل تھے اور ساتھ ہی ساتھ وہ داخلی دنیا کا بھی گہرا ادراک رکھتے تھے۔ وہ انسان کے دل کو پڑھنے کی بے پناہ صلاحیت رکھتے تھے۔ اور اس کے دماغ کا جائزہ لینے کے بھی قائل تھے۔ اس منزل تک پہنچنا ایک معمولی سادھو کا کام نہیں۔ اس کے لئے گھور تپسیا کرنا لازمی ہے۔ جو ایک عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ جی ڈبلیو ایف ہیگل کے مطابق اس کائنات میں ہر ایک چیز نامکمل ہے۔ اس کو مکمل کرنے کے لئے محنت، لگن اور صلاحیت

کی ضرورت ہے۔اس لئے ایک انسان کے لئے یہ ہدایت ہے کہ وہ اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کے لئے سچائی کے راستے پر گامزن ہوجائے۔ بھگوان گوپی ناتھ جی ساری دنیا میں اپنے کارناموں سے مقبول ہیں۔ یہ تب ہی ممکن ہوسکا ہے جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے پوری دنیا کو غور سے دیکھا تھا اور سچائی اور حقیقت پسندی کا درس ہر ایک کو دیا تھا۔ وہ خود سچائی پر گامزن تھے۔ اسی لئے ان کے بھکت بھی سچائی پر چلنے سے گریز نہیں کرتے۔ انکے بھکت دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں نہ صرف کشمیری بھکت ہی ہیں بلکہ ملکی اور غیر ملکی بھکت بھی شامل ہیں۔ آسٹریلیا کے ایک بھکت نے انہیں روحانی طور پر دیکھا تھا اور تب سے وہ بھگوان جی کی یوگ سادھنا کے زبردست قائل ہوگئے۔

بھگوان گوپی ناتھ جی پوری دنیا میں سچائی، پاکیزگی، سادگی اور روحانی جاہ وجلال کے لئے مشہور ہیں۔ وہ اپنے ان ہی اصولوں کے راستے سے لوگوں کے دلوں تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ لوگ بھی دل سے ان کے پیغام کا احترام کرتے ہیں اور اپنے دل میں بٹھالیتے ہیں۔ بھکتوں نے غریبوں اور لاچاروں کے فائدے کے لئے مختلف سماج سیوا سبھائیں بنائی ہیں۔ جن میں جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی چیریٹیبل، کلچرل اینڈ ریسرچ فاونڈیشن (رجسٹرڈ) 1/بی دیال سر روڈ اُتم نگر۔ نئی دہلی 110059 پیش پیش ہے۔ بھگوان جی بظاہر خود شہرت اور مقبولیت کے قائل نہیں تھے۔ ان کا مقصد فقط یہ تھا کہ لوگ سچائی اور حقیقت پسندی کی طرف راغب ہوجائیں۔ ان جذبات کو ہم مختصراً یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ بھگوان جی سادھنا اور سیوا کے قائل تھے۔ اس بات میں دورائے نہیں کہ بھگوان جی ایک اعلیٰ پائے کے سادھو تھے۔ ان کے پاس زبردست روحانی طاقت تھی۔ وہ لاچار اور بے بس لوگوں کی مشکلات کا ازالہ کرنے کے لئے اس طاقت کا استعمال کرتے تھے۔ اور لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتے تھے۔

کشمیر کو روحانیت کا منبع قرار دیا گیا ہے۔ اس سرزمین کو جنت بے نظیر کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہاں نہ صرف بڑے بڑے سنت، صوفی اور باکمال درویش پیدا

ہوئے ہیں بلکہ اس سرزمین میں گیان وعرفان کے نہ جانے کتنے فلسفے پھوٹ پڑے ہیں۔ بھگوان جی بھی صوفیوں، سنتوں اور باکمال درویشوں کی سرزمین میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی روحانی طاقت سے اپنا پیغام پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ جس کے نتیجے میں بیرون ممالک سے تعلق رکھنے والے بہت سارے افراد کشمیر کے اس عظیم مہاتما کے بھکتوں میں شامل ہوگئے۔ جن میں آسٹریلیا کی ایک شخصیت کا نام بھی لیا جاسکتا ہے۔ جنہوں نے کشمیر کے صوفی ازم پر تحقیق کی شروعات کی اور روحانی طاقتوں کا پتا چلایا۔ انہوں نے بہت ساری سنستھاؤں کے ساتھ رابطہ قائم کیا اور کشمیر کے روحانی مراکز کا پتا چلایا۔ اس طرح سے دنیا بھر کے لوگ نہ صرف بھگوان گوپی ناتھ جی کے پیغام سے آشنا ہوگئے، بلکہ کشمیر کی روحانیت سے بھی بہت سارے لوگ فیضیاب ہوئے۔ اس طرح کے مختلف مراکز دنیا کے تمام ممالک میں کھولنے کی ضرورت ہے۔ اور دنیا کے کونے کونے میں کشمیر کے صوفی مَت کے خیالات پہنچا دیے جائیں تو روحانیت کی روشنی، سچائی کی طاقت اور اخلاق کے دائرے اور بھی وسیع ہوتے رہیں گے۔

دوسروں کی مدد کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ اور ہم اسی کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں۔ یہ چیز ہمیں روح کی موسیقی عطا کرتی ہے۔ اس طرح سے ہم دل ہی دل میں ناچتے، گاتے اور ساز بجاتے رہتے ہیں۔ ان مراکز کو فروغ دینے کی ضرورت ہے اور عالم انسانیت کو اپنا خاندان تصور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح سے ہم لوگوں کو سچائی، پاکیزگی اور اخلاق و آداب کا درس دے سکتے ہیں۔ بھگوان جی کی پوتر چیزیں سجا سجا کر رکھنا ہی ہمارا مقصد نہیں، بلکہ ان کے پیغام کو عمل میں لانا نہایت ہی ضروری ہے۔ اس لئے ہمیں آپس میں پیار محبت اور بھائی چارہ رکھنا چاہیے۔ ہماری زندگی کی ہر صبح کچھ ایسا نیک کام کرنے کے لئے تیار رہتی ہے جو عوام کے لئے مفید ہو۔

بھگوان جی نے بہت پہلے یہ بتادیا ہے کہ انسان کلگیگ میں شرافت، حقیقت، پاکیزگی اور سچائی کے بدلے لالچ، نفرت، خون ریزی، دشمنی اور تعصب اور بغض کو اپنا نصب العین بنائے گا۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ روحانی علم حاصل کرنے

کے لئے انسان کو محنت، لگن اور دلچسپی سے کام لینا چاہیے۔ اور حقائق کی کھوج میں نکلنا چاہیے۔ ہم سادھنا سے بھی اپنے خیالات کو اچھے اور مؤثر ڈھنگ سے سچائی کی طرف لے جاسکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم میں عزم ہو اور استقلال کا جذبہ ہو۔ پھر کسی بھی رکاوٹ کے بغیر ہم رواں دواں اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہاں دھرم کی ایک اور اصطلاح کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو اپنے بھگوان کے نزدیک لانے کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ ہے سچائی اور صداقت۔ یہ اصطلاح بھگوان گوپی ناتھ جی کے بتائے ہوئے اصولوں ، سادھنا، سیوا، محنت اور حقیقت پر مبنی ہے۔ یہی سادھنا ہمیں پرماتما کے ساتھ جوڑ دیتی ہے۔ بھگوان جی مساوات کے قائل تھے۔ وہ فسادات سے نفرت کرتے تھے۔ انہوں نے انسانیت کو سچائی، بھلائی، عقلمندی، انسانیت، سادگی، اہنسا، خاموشی اور محبت اور اخوت کا درس دیا ہے۔ یہ تمام چیزیں ہمیں روزمرہ کے کام کے لئے تیار رکھتی ہیں۔ جہاں تک دھرم کا تعلق ہے یہ ہمیں اخلاق، شرافت اور انسانیت کی طرف لے جاتا ہے۔ افسوس کہ لوگوں نے اس کو بھی خانوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس طرح سے نفرت، بغض اور بدامنی میں اضافہ ہوگیا ہے۔ سوامی ویویکانند نے کہا ہے کہ صحیح راستہ وہ ہے جس سے اپنے آپ کی شناخت ہو اور کسی کے کہنے کے بدلے وہ دیکھنے، پرکھنے اور پھر پرکھ کر اپنا فیصلہ دینے کو ترجیح دیتا ہو۔ پربھو تک پہنچنے کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔ سوامی جی نے یہ بھی کہا ہے کہ انسان کی روح ایک چھوٹی سی کشتی کی طرح ہے جو طوفانوں میں لڑکھڑاتی ہے لیکن اپنے اچھے طریقے سے وہ اس کشتی کو اپنے مقام پر پہنچاتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ سادھنا اور سیوا کا آپس میں گہرا رشتہ ہے۔ بھگوان گوپی ناتھ جی ان دونوں چیزوں کو اہمیت دیتے تھے۔ ان کے یہاں وچار کی بڑی اہمیت ہے۔ وچار کا مفہوم بہت ہی گہرا ہے۔ یہ خیال اور تجربے کو آپس میں جوڑتا ہے۔ ایک عام انسان کے لئے وچار کا مطلب ہے جاننے کی خواہش۔

شکتی اپاسک جس کا مفہوم بھگوتی کی پوجا ارچنا کرنے سے ہے۔ عام طور پر

شکتی پوجا کا وچار چار طریقوں سے ہوتا ہے۔

(1) شکتی (2) مہا کالی (3) سرسوتی (4) لکھشمی

یہ چاروں طاقت، وقت، وڈیا اور مایا کی دیویاں ہیں۔ بھگوان گوپی ناتھ جی ان چاروں چیزوں کے قدر شناس تھے اور وہ اپنے بھکتوں کو بھی بار بار آگاہ کرتے تھے کہ وہ ان چیزوں پر عمل کریں اور ہر ایک چیز کو اپنے اپنے وقت پر سرانجام دیں۔ انہوں نے واضح کیا تھا کہ انسان کو ان چیزوں کی قدر کرنی چاہیے۔ بھگوان گوپی ناتھ جی پوری کائنات کے لئے خوشی اور شانتی کے متمنی تھے۔ سم درشٹی، سروت ماباوا یہ دونوں چیزیں اُنہوں نے مثالوں کے ذریعے سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ بھگوت گیتا میں ایک اصطلاح ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان یکسانیت چاہتا ہے۔

بھگوان جی کو ایک عام آدمی مہاتما تسلیم کرتا ہے۔ انہوں نے پیسوں کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا۔ جیسا کہ بہت سارے سادھوؤں نے تجارت بنایا ہوا ہے۔ بھگوان جی اپنی ہی دُھن میں مست رہتے تھے اور یہ اُنہیں روحانی رجحان رکھنے والوں سے قریبی واسطہ رکھتا تھا۔ وہ ہر وقت پوترتا اور پاکیزگی کی طرف توجہ دیتے تھے۔ جیسا کہ سپت ریشی، درویش نارد اور دوسرے پرانے ریشی منی کرتے تھے۔

بھگوان گوپی ناتھ جی روایتی موسیقی کے زبردست دلدادہ تھے۔ وہ گفتگو اور موسیقی سے لطف اندوز ہونا پسند کرتے تھے۔ وہ بھید بھاؤ پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ چاہے موسیقی پیش کرنے ولا ہندو ہو یا مسلمان، بھگوان جی سب کو عزیز رکھتے تھے اور فنکاروں کی عزت کرتے تھے۔ ایک دفعہ جب وہ تولہ مولہ جارہے تھے تو ان کا ایک بھکت دریا پار نہ کرسکا۔ لیکن بھگوان جی کی ہمت دیکھئے کہ انہوں نے اپنے اس بھکت کو کندھوں پر اٹھالیا اور دریا پار کرنے میں اس کی مدد کی۔ یہ خوش قسمت بھکت بعد میں معلوم ہوا پنڈت گوبند جوکول تھے۔ جو اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے تپسوی تسلیم کئے جاتے ہیں۔ شری کول بھگوان گوپی ناتھ جی سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے اور بچپن سے انہوں نے اپنے آپ کو بھگوان جی کے لئے دن رات وقف کر رکھا تھا۔

بھگوان جی اوران کا ساتھ 1968ء تک رہا۔

بھگوان گوپی ناتھ جی صحیح معنوں میں غریبوں اور لاچاروں کے ہمدرد اور بے کسوں کے رہنما تھے ۔ وہ گمراہ انسان کو راستہ دکھاتے تھے۔ شروع ہی سے ان کے عادات و اطوار نہایت شائستہ تھے۔ وہ زبان کے پکے اور دل کے صاف تھے۔ جھوٹ بولنے سے انہیں نفرت تھی۔ نہایت ہی رحم دل اور وعدے کے پکے تھے۔ انہوں نے انتقام کے جذبے کو کبھی دل میں جگہ نہیں دی تھی اور نہ کسی کا بُرا چاہا ۔ بلکہ ہمیشہ درویشانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ بھگوان جی چاہتے تو اپنے نام ونمود اور اپنی شہرت کے بل بوتے پر آرام و آسائش کی زندگی بسر کرسکتے تھے، انہوں نے مصائب اور تکلیفیں جھیلیں لیکن زبان سے اُف تک نہیں کہا۔ وہ فرقہ وارانہ اور مذہبی تعصب کے سخت مخالف تھے۔ انہیں ہر اس انسان کے ساتھ ہمدردی تھی جو لاچاری اور پسماندگی میں زندگی بسر کرتا تھا۔ بھگوان گوپی ناتھ جی اپنے اصولوں اور آدرشوں کے لئے ہمیشہ یاد کئے جائیں گے۔ اور ہمیں آشیرواد دیتے رہیں گے۔

اوم نمو بھگوتے گوپی ناتھائے

فاؤنڈیشن بھگوان جی کی تعلیمات کی ریسرچ کا اہتمام کرتا ہے تاکہ انہیں آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ رکھا جائے۔

فاؤنڈیشن کو ملنے والی عطیات ''جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی فاؤنڈیشن'' کے نام سے وصول کی جاتی ہیں اور فاؤنڈیشن کی طرف سے اس کی باضابطہ رسید دی جاتی ہے۔

فاؤنڈیشن کے نام دی جانے والی عطیات پر

Exemption under Section 80 G (5) (VI) of the Income Tax Act, 1961 on donation in the name of Foundation.

ڈاکٹر (کرنل) مہاراج کرشن زرابی

پرزیڈنٹ

بھگوان گوپی ناتھ جی فاؤنڈیشن

اُتم نگر، نئی دہلی

جگت گرو بھگوان گوپی ناتھ جی فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

1/بی، ذیال سر روڈ، بینک آف بڑودا لین، اُتم نگر، نئی دہلی - 110059



مطبوعات:

1. "The Saint Extra-ordinary, Bhagavaan Gopinath Ji" by Sh. T.N. Dhar, 'Kundan'
   Hard Bind = Rs. 150.00
   Paper Back = Rs. 100.00

2. "Lord Gopinath, Brevity His Beauty" by Sh. B.L. Kak, Journalist
   = Rs. 50.00

3. सद्गुरुदेवस्य नामावली प्रो मखनलाल कुकिलु, डा. चमन लाल रैणा रु 15.00

4. "Prakash Bhagavaan Gopinath", a quadrilingual, quarterly Journal (some back issues also available)
   Editor - Dr. B.L.Pandit = Rs. 15.00 (each issue)

5. 'क्षमा–अष्टक' लेखक श्री चमल लाल राज़दान रु 3.00

6. टाठि बबस 'आलव' लेखक श्रीमती रानीकौल रु 5.00

7. श्री गुरुपादुकास्तुति रचयिता–प्रो. मखनलाल कुकिलू रु 5.00

8. प्रातः आराधना सम्पादक – श्री प्राण नाथ कौल रु 5.00